UNIVERSAL LIBRARY

OU_226081

UNIVERSAL LIBRARY

ان الدین عند اللہ الاسلام

کتاب مستطاب

حمایۃ الاسلام

جلد دوم

مصنفہ عالم جلیل فاضل نبیل عمدۃ المحققین فخر المتکلمین افضل الحکماء المتالہین
معین العلماء مولانا السید احمد صاحب قبلہ مجتہد العصر خلف ارشد حضرت
شمس العلماء مولانا السید محمد ابراہیم صاحب مجتہد العصر طاب ثراہ بحسن

اہتمام حقیر سراپا تقصیر سید مجتبیٰ حسن مجتبیٰ ۔ مینیجر ۔ ابن جناب سید
محمد صاحب داروغۂ سرکار شریعت مدار رضوان مکان آقا سید ابوالحسن صاحب
قبلہ عرف سید بچھن صاحب اعلی اللہ مقامہ ۔ مالک مطبع ہذا

در مطبع اثنا عشری واقع لکھنؤ طبع شد

علماء الزام سے سبکدوشی

ہر چہار جانب پکار مچی ہے کہ - علماء ضرورت زمانہ سے ناواقف ہین - علماء اُسی پرانی لکیر کے فقیر ہین اسلام پر فلسفہ جدید سے جو اعتراض ہو رہے ہین علماء اُنکے جواب کیواسطے آمادہ نہین ہین الحمد للہ کہ کتاب مستطاب حمایت الاسلام مصنفہ معین العلماء علامہ ہندی آقا السید احمد مجتہد العصر مدظلہ نے علماء کو اس بار الزام سے سبکدوش کر دیا ہے - اس کتاب کی نسبت جو کچھ حضرات علماء اہلسنت و علماء اہل التشیع اور نیز علمی اڈیٹران اخبارات نے اپنی رایون کا اظہار فرمایا ہم انمین سے چند انتخابات ذیل مین ہم درج کرتے ہین جس سے اس کتاب کی جلالت کا اندازہ ہو سکتا ہے یہ کتاب جس بے سروسامانی مین تصنیف ہوئی ہے اُسکو ہم خوب جانتے ہین اور خداوند کریم جو عالم الخفیات ہے وہ واقف ہے مگر کیا فائدہ ہے - لیکن قوم کی توجہ اور مذہبی دلچسپی کا اب ذرا اندازہ فرمایئے سنہ ۱۹۰۰ء مین یہ کتاب تصنیف ہوئی ہزارون اشتہارات ہم نے بیسیون اخبارون مین اشاعت کی زبانی قوم سے فریاد کی کسی نے نہ سُنا دو جلدون کی اشاعت کامل گیارہ سال مین ہوئی جو جو اسکی اشاعت مین ہم نے زحمتین اُٹھائین ہمارا ہی دل جانتا ہے قطرہ قطرہ کرکے اس تالاب کو بھرا پہلی جلد کی قیمت سے اس دوسری جلد کی اشاعت کا قصد تھا لیکن قوم کی توجہ ایسی کہ گیارہ سال گذر گئے اور اب بھی نوبت اس جلد دوم کی اشاعت کی نہ آتی اگر حامی دین مبین سرکار آنریبل نواب فتح علیخان صاحب کا مبلغ ایکسو روپیہ کا عطیہ نہوتا خداوند کریم سرکار موصوف کو با اقبال رکھے اور تائید اسلام کی توفیق عطا کرے - کہا جاتا ہے کہ علما ضرورت زمانہ سے ناواقف ہین - آپ ہی انصاف کرین علماء بے دست و پا بے معین و مددگار کے کیا کرین تصنیف کرین تالیف کرین خود ہی اشاعت کا بار بھی اوٹھادین کھانے کو میسر نہین قلم و کاغذ تک کا سہارا نہین اشاعت کرین تو کہان سے یہ کام رؤسا و امرا کا تھا کہ علماء کا ہاتھ بٹاتے اور الٹا الزام علماء پر یہ بھی ادبار کی نشانی ہے - خدا خدا کرکے چھ سو کاپی جلد دوم کی چھپی ہے جو ہر فرقہ اسلام کے واعظ و مدرس و مشنری کو صرف دو آنہ کے ٹکٹ آنے پر ہدیۃً روانہ ہوگی - اب دیکھین اسلام کے شیدائی اور زمانہ شناس حضرات کتنے اڈیشن اس کتاب کے دونون جلدون کے طبع کرا کے نذر قوم کرتے ہین جس سے اسلامی دلچسپی کا حال کھلیگا پہلے حصہ کی تھوڑی سی جلدین ہمارے پاس باقی ہین جو گیارہ آنہ مع محصول ڈاک قیمت پر روانہ ہونگی اور ساتھ ہی اسکے دوسرا حصہ مفت نذر ہوگا - آپ خیال کرینگے کہ پہلی جلد کی قیمت سے اپنا بھلا مقصود ہے نہین حضرات نہ یہ کتاب تجارت کی غرض سے چھپی ہے اور نہ نفع مقصود ہے بلکہ ایک بہت بڑا مژدہ سُناتے ہین -

اسی کتاب حمایت الاسلام کے مصنف مدظلہ نے اپنی اسی فاقہ کشی و کس مپرسی کی حالت مین کتاب فلسفۃ الاسلام کی تالیف ایک عرصہ سے شروع کر دی تھی جسکے حوالہ آپ حمایت الاسلام مین جابجا پڑھینگے اس کتاب مین ہر علم پر فلسفۃ اسلام سے بحث کی ہے چنانچہ حسب ذیل جلدین تیار موجود ہین -

(۱) مایعم الاجسام - یعنی عام اجسام کے صفات و خواص اور اُنکے تغیر (۲) اسلامی کیمسٹری (۳) اسلامی علم ہیئت (۴) کتاب توحید - (۵) کتاب عدل - (۶) کتاب نبوت - اور حسب ذیل کتابون کی تصنیف کا سلسلہ جاری ہے -

(۱) اسلامی جیالوجی - (۲) اسلامی فیسولوجی - (۳) اسلامی فزیالوجی - (۴) اسلامی علم طبیعات (۵) اسلامی علم نباتات - (۶) اسلامی اناٹمی - (۷) کتاب امامت - (۸) کتاب معاد - کتاب فلسفۃ الاسلام مین علوم مذکورہ پر اسلامی تعلیمون پر فلسفہ جدید سے بحث کی گئی ہے اور ساتھ ہی ان علوم کے اصول کو مفصل اُردو کی شستہ زبان مین مدون کر دیا ہے تاکہ علوم مغربیہ سے ہمارے طلباء بخوبی مطلع ہو جاوین اور اُنکی تردید یا تائید مین تصانیف کا سلسلہ جاری رکھین - حضرات ایسا مہتم بالشان کام اور امر عظیم کیا ایک شخص کی کوشش سے انجام پا سکتا تھا - ؟ ہرگز نہین ہم تو اسکو تائید غیبی کہینگے - جزاک اللہ خیراً لجزاء اسلام کے فدائیو! اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگانے والو جلد ہوشیار ہو اور اس امر اہم مین دامے درمے قدمے سخنے مدد کرو جو جلدین ہنوز تصنیف نہین ہوئی ہین اُنکے موانع کو جناب مصنف مدظلہ سے دریافت کرکے رفع کرنے کی کوشش کرو - عرصہ سے اخبارون لیکچرون مین برابر اس ضرورت کا

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

شرع لکم من الدین ما وصی بہ ابراہیم

مختلف فقہین مختلف زمانون مین مختلف قومون مین جاری رہی ہین اُن سب مین اسلامی علم فقہ ہمیشہ معزز و ممتاز رہا ہے جب اُن حالات کا لحاظ کیا جاتا ہے جن حالات مین اسلامی علم فقہ پیدا ہوا اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کیسی کیسی دقتین ابتدا ہی سے اُسکو پیش آئین اور جسوقت قوم مین اُسکی تکمیل ہوئی وہ قوم کیسی تنزل و انحطاط کی حالت مین تھی تو اس علم کو یہ سمجھ سکتے ہین کہ ایک نہایت عظیم الشان ایجاد ہو۔ لہذا وہ سلسلۂ قوانین جسکے بانی پیغمبر اسلام ہوئے ایک خاص جلوہ اُن ارباب بصیرت و اہل جرئت کی نظر مین رکھتا ہے جنکو انسان کی ترقی مین جو قوانین تمدن سے ثابت ہوتا ہے فکر و غور کرنے کا شوق و ذوق ہے۔ قوانین اسلام بعض وجوہ و اعتبارات ضروری سے اُن رسوم و قوانین سے مشابہت رکھتے ہین جو زمانہ جاہلیت مین یعنے قبل شیوع اسلام عرب مین جاری تھے اُس مشابہت کو غور و تامل سے دیکھنا چاہیے کیونکہ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم حالت تمدن مین جنکو اہل اسلام طعن کی راہ سے ایام جاہلیت کہتے ہین اور اس اصلاح یافتہ نظام تمدن مین جو اسلام سے پیدا ہوا کن کن باتون مین الحاق و اتصال رہا۔ اسی مشابہت نے بعض نکتہ چینان شرع کو اسپر آمادہ کیا ہی کہ اُنھون نے شارع اسلام کو العیاذ باللہ سرقہ سے متہم کیا ہے مگر انصاف پسند نظرون مین یہ تہمت اُس غلط خیال پر مبنی ہے جو عرب کے نظام تمدن کی نسبت جس حیثیت سے وہ اُس زمانہ مین موجود تھا ان مخالفین اسلام کے دلمین سمایا ہوا ہی۔

جس زمانہ مین قوانین اسلامیہ شائع ہوئے اُس زمانہ مین منجملہ اور قومون کے جو جزیرہ نمائے عرب مین
بود و باش رکھتے تھے صرف ایک قوم یہود معین و منضبط آئین و قوانین رکھتے تھے اور یہود کے قوی
اور مضبوط گروہ بت پرستان عرب کے بیچ مین رہتے تھے مگر اپنے خاص قوانین کے پابند تھے۔ خدا
معلوم کتنے عرصے سے عرب اور یہود مین تعلق تام چلا آتا تھا اور یہ بات یقین ہے کہ دونون قومین ایک
ہی نسل سے تھین اور ایک ہی جد اعلےٰ (حضرت ابراہیمؑ) کی ذریات تھین اسوجہ سے اکثر یہود کے خیالات
عرب کے رسوم و عادات مین شامل تھے علی الخصوص خانگی تعلقات مین یہود کے خیالات کا نہایت
قوی اثر عرب پر ہوا تھا۔ پیغمبر اسلام نے مدت العمر یہی کوشش کی کہ ایک پاک اور پاکیزہ دین اور ایک
صالح و لطیف نظام تمدن اپنی اُمت مین جاری کرین مگر تمدنی ضرورتون اور ترقی انسان کے لوازم
سے ایسی چشم پوشی نہین کی کہ اُس زمانہ مین جو آئین و قوانین موجود تھے اُن سب کو باطل کر دیتے کیونکہ
اگر شارع اسلام ایسا کر دیتے تو سخت پریشانی اور بدانتظامی اور ابتری ہو جاتی شارع اسلام نے اُن رسوم
و قوانین قدیم کو اصلاح پذیر سمجھکر اپنی شریعت مین جاری رکھا مگر اُنمین ایسی اصلاحین کر دین کہ ایک
ترقی پذیر نظام تمدن کے موافق و مناسب اُنکو کر دیا اور جو رسوم دائین بالکل عقل انسانی کے خلاف
اور تمدن کے مضر تھے اُنکو قطعی منع و حرام کر دیا قانون اسلام کا بڑا ماخذ قرآن مجید ہی۔ اس کتاب مقدس
مین وہ اصول ضروریہ موجود ہین جنپر مختلف تعلقات بشری کا انتظام موقوف ہی۔ یعنے احکام دین
اور قوانین دیوانی و فوجداری جنپر مجموع اسلام کا وجود و بقا موقوف ہے سب اس کتاب مین موجود
ہے بلکہ علم سیاست مدن اور اصول تمدن کا مادہ بھی اسمین موجود ہے۔ اکثر مسائل اعتقادی و شرعی
جنکی تصریح قرآن مجید مین نہین ہے اُنکا استنباط احادیث نبویہ اور سیرت مصطفویہ سے کیا گیا ہی احادیث
سے مراد اقوال پیغمبر ہین جو وقتاً فوقتاً آپ نے فرمائے تھے اور سیرت سے مراد افعال پیغمبر ہین جنکی سند
روات ثقات کے ذریعہ سے پہونچی ہے شیعہ لوگ اُن احادیث کو جو جناب علی ابن ابیطالبؑ اور اُنکی
آل امجاد سے منقول نہ ہون جنھون نے پیغمبرؐ کو دیکھا تھا اور اُنکے ساتھ معاشرت کی تھی اُن کو
باطل سمجھتے ہین۔ اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ اقوال نبیؐ یعنے احادیث فی نفسہ احکام قرآنی کے تابع ہین
اور احادیث کی پابندی اُسی قدر فرض ہے جسقدر وہ احکام قرآنی کے موافق ہین لہذا جو روایات
نصوص قرآنی کے خلاف ہین وہ ناقابل عمل ہین طرح روایات چند اصول مسلمہ کے موافق کیا جاتا ہی جو تمام
منطقی اور اصول واقعی پر مبنی ہین۔ اخباری فرقہ احادیث و اخبار مین طرح و تاویل کو حرام سمجھتا ہے
بخلاف اصولیون کے جو اپنے اصول مقررہ اجتہادیہ کے ذریعہ سے اخبار و احادیث کو قابل طرح و تاویل

سمجھتے ہین اور یہ اصول اجتہاد یہ بھی وقتاً فوقتاً حسب مصلحت وقت تغیر پذیر ہوتے رہتے ہین۔

حضرات اہلسنت کے مذہب مین اجتہاد تیسری صدی ہجری سے موقوف ہوگیا ہی بخلاف شیعون کے اُنکے یہان اجتہاد واجب کفائی ہے یعنے ہر عہد مین بعض لوگون پر اجتہاد واجب ہوتا ہے جو کہ بعض کے مجتہد ہوجانے سے اورون پر سے ساقط ہوجاتا ہے جسکی وجہ سے ہر زمانہ مین کم از کم ایک مجتہد ہونا ضروری ہے جو احکام الٰہی کا استخراج واستنباط قرآن مجید واحادیث نبویہ سے ہمیشہ کرتا رہتا ہی جس سے تمدنی ترقی وتہذیب اخلاق کی ترقی مسدود ومحدود نہ رہنے پاوے نفس ناطقہ اور عقل انسانی معطل ہونے پاوے اور ہمیشہ ترقی وبہبودی ہوتی رہے۔

شیعون کی فقہ از روئے تواریخ اسلامی فرقون مین سب سے مقدم ہے۔ اسواسطیکہ حضرات اہلسنت مین سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تھے جنکی ولادت ۸۰ھ ہجری مین ہوئی تھی یہ فقہ حنفیہ تھے۔ باقی ائمہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل یہ سب بعد ہوئے تھے

شیعون کی فقہ قرآن واحادیث واخبار کا مجموعہ ہے جن احکام کی توضیح وتشریح فلاسفہ خاندان رسالت وفقہائے اہلبیت نے فرمائی ہے جسکی بنا نظام عدل پر رکھی گئی ہے اور انسان کے تمام افعال کو عقل سلیم کے موافق رکھا ہے احکام الٰہی جو انسان کے افعال سے متعلق ہین وہ کمال شخصی اور کمالات نوعی سے متعلق ہین اور اوامر ونواہی اور وعدہ ووعید جو بنی آدم سے کیا گیا ہے ہمیشہ انسان کی ترقی کے موافق ومویّد رہا ہے اور احکام شرع کی بنا بھی حسن وقبح عقلی پر اُسی طرح سے ہے جیسے اصول عقاید کی۔ چنانچہ حصہ اول حمایۃ الاسلام ملاحظہ کرنے والون پر یہ امر بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ شریعت کا کوئی حکم خلاف عقل نہین ہے اور اسی ضرورت کے پورا کرنے کے واسطے یہ دوسرا حصہ کتاب حمایت الاسلام کا پیش کیا جاتا ہے جسپر نظر کرنے سے ہر منصف مزاج اس بات کا قطعی فیصلہ کرسکتا ہے کہ اسلام نے معاملات واصول تمدن مین بھی عالی پالسی کو کام فرمایا ہے فقط

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم
ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم

شریعت اسلام مین نکاح ایک معاہدہ ہی اُسکا جواز متناکحین کے ایجاب وقبول پر موقوف ہے اُس کے جواز کو کسی رسم کا ادا کرنا لازم نہین ہے نہ گواہون کے موجود ہونے پر اُسکی حلت موقوف ہے۔ فی الواقع معاہدہ نکاح مثل دیگر معاہدات کے ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے ایک معمولی قسم کی مشارکت کے مشابہ ہے طرفین کے حقوق شخصی ایک دوسرے کے مقابل اور غیرون کے مقابل بھی بدستور قائم رہتے ہین

اور طرفین کو فسخ نکاح کا اختیار رہے اگر حالات اسی کے مقتضی ہوں۔
بیلی صاحب کہتے ہین "اور معاہدات کیطرح نکاح بھی ایجاب و قبول کا نام ہے مگر نکاح سے کوئی حق
شوہر و زوجہ کو ایک دوسرے کی جائداد پر نہین حاصل ہو جاتا۔
اور زوجہ کی حیثیت شرعی شوہر کے ساتھ خلط نہین کر دیگئی ہے بلکہ زوجہ کو ایسے اختیارات حاصل رہتے
ہین کہ گویا اُسکا نکاح ابتک نہین ہوا ہے یعنے جس طرح سے چاہے اپنے مال کو صرف کرے جو چاہے
اُسکو کرے اور تمام معاہدات اُسکی نسبت کر سکتی ہے اور بلا اجازت شوہر دوسرے پر نالش کر سکتی ہی
اور وہ اُسپر نالش کر سکتا ہے بلکہ وہ اپنے شوہر پر بلا وساطت کے اپنے یا ولی کے نالش کر سکتی ہے
اور شوہر کسی طرح سے اُسکا ولی شرعی نہین ہے"
نکاح کے شرائط اور اُس کے طریقہ اور اُس کے فسخ کرنے کی صورتین سب حکمت اخلاق کی اعلیٰ نظیرین ہین

(رضامندی)

یہ پہلی اور مقدم شرط نکاح کی ہے کوئی معاہدہ کامل نہین ہو سکتا تا وقتیکہ طرفین اُسکی حقیقت کو سمجھکر اپنی
رضامندی نہ ظاہر کرین۔ چونکہ مسلمان عورتین عموماً پردہ مین رہتی ہین اور اپنی شادی کے امور مین
اپنی خاص مرضی کے عمل مین لانے مین بڑی دقتین اُنکو پیش آتی ہین لہذا شریعت نے وہ اصول
تفصیلاً لکھدیے ہین جن سے عورتین نہ صرف اپنے اولیا رکی حرص و طمع سے اپنے کو بچا سکتی ہین بلکہ
کچھ اختیار اپنے شوہرون کے پسند کرنے کا بھی رکھتی ہین۔ مثلاً جب مرد بالغ یا زن بالغہ کی طرف سے
نکاح پڑھا جاوے تو ایسے نکاح کے جواز کے لیے ضروری ہی کہ وہ شخص اپنی رضامندی ظاہر
کرے یا یون کہے کہ جو نکاح بغیر اجازت یا بلا رضامندی ناکح یا منکوحہ کیا گیا ہے وہ باطل ہے چاہے
کسی شخص نے وہ نکاح کر دیا ہو۔ بالغ و رشیدا در صحیح العقل عورت اپنا نکاح کر لینے کی قابلیت
مطلقہ رکھتی ہے کسی ولی کی ضرورت نہین ہے۔ نہ کسی وکیل یا درمیانی آدمی کی ضرورت ہے
جس کے ذریعہ سے وہ اپنی رضامندی ظاہر کرے معاہدہ نکاح مین زن بالغہ و صحیح العقل کے کلام
کا لحاظ رکھنا ضروری ہے پس وہ صرف اپنا ہی نکاح کر لینے کی مجاز نہین ہے بلکہ دوسرے شخص
کی طرف سے بھی وکالتاً ایجاب و قبول کر سکتی ہے لیکن عورت کو مناسب و زیبا یہ ہے کہ اپنے باپ
یا دادا کو اجازت دے کہ شرائط نکاح طے کرین اگر اُسکا باپ یا دادا نہ ہو تو بہتر ہے کہ اپنے بھائی
کو اپنی طرف سے کارروائی کرنے پر مقرر کرے۔ باکرہ کے نکاح مین اُسکا راضی ہونا اُسکی خاموشی سے

سمجھا جاتا ہے اور اگر باکرہ نہ ہو تو اُس کو اپنے کلام سے رضامندی ظاہر کرنا چاہیے۔

(عِدّہ)

جو عورت کسی مرد کے عِدّہ مین ہو خواہ عدہ طلاق ہو یا عدہ وفات ایسی عورت سے نکاح جائز نہین ہے۔ عدہ کے حکم کی علۃ یہ ہے کہ شارع اسلام کو اولاد کے حلالی قرار پانے کی فکر تھی اور نکاح یا نکاح مشکوک سے جو اولاد پیدا ہو اُسکو حرامی بنا دینے سے نفرت کلی تھی۔

جو عورت اپنے شوہر سے جدا ہو گئی ہو یا بیوہ ہو اُس کو ایک مدت معینہ تک دوسرا عقد کرنا شرعاً حرام ہے تا وقتیکہ یہ یقین نہو جاوے کہ یہ عورت حاملہ ہے یا نہین۔

بیوہ کا عدہ چار مہینہ دس دن ہے اور مطلقہ کا عدہ تین مہینہ ہین اس ممانعت سے اولاد کی نسبت مین فتور نہین ہو سکتا۔

(نکاح مطلقہ بائنہ)

شارع مقدس نے مطلقہ بائنہ سے عقد کرنے کی بھی ممانعت کی ہے زمانہ جاہلیت مین یعنے قبل بعثت پیغمبر اسلام مشرکین عرب مین دستور تھا کہ عورتون کو متواتر طلاق دیکر اُن سے دوبارہ نکاح کر لیا کرتے تھے جس سے اخلاق عامہ مین فتور واقع ہوتا تھا لہذا شارع اسلام نے ایسا نکاح حرام کر دیا جو تین طلاقون کے بعد ہو۔

مجنون اور کمسن اور بیہوش اور عالم نشہ مین بھی نکاح صحیح نہین ہے۔ اسلیے اصل اصول نکاح مین سلامتی عقل ہے۔ اور مذکورہ لوگ عقل سے خارج ہوتے ہین اور اپنے نفع و نقصان کو نہین سمجھ سکتے ہین۔ ہان مجنون و کم عقل و کم سن کا عقد اُسکا باپ یا قائم مقام باپ کا کر سکتا ہی بشرطیکہ نیک نیتی سے ہو اور کوئی بات مضر نہو۔ مثلاً غیر کفو سے نکاح کر دینا یا فریب سے مہر کا زیادہ یا کم بندھوانا یا مرض لاعلاج کی حالت مین نکاح کرنا پس جن چیزون سے ان لوگون کے حق مین ضرر ہوا ہے نکاح کو دوسرے اولیا فسخ کر سکتے ہین یا بعد صحت مجنون فسخ کر سکتا ہے اسیطرح سے نابالغ بعد بلوغ۔

(کفو)

شارع اسلام نے بے تکے اور بے میل شادیون کو بھی ناپسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عورتون کا

نکاح غیر کفو سے نکرنا چاہیے جسکا مطلب یہ ہی کہ زن و مرد ہم مذہب ہون اور مرد عورت کے تکفل کا مقدور رکھتا ہو بلا لحاظ قوم و درجہ کے اس لیے کہ سب مسلمان برابر ہین ذات کا کوئی لحاظ شریعت مین نہین ہے۔

(مہر)

اسلام مین جواز نکاح موقوف ہے اس بات پر کہ شوہر کچھ معاوضہ زوجہ کو اُسکے استعمال ورفائدہ کے لیے دینے کو بھی اس معاوضہ کو مہر یا صداق کہتے ہین۔ سائیر اصاحب لکھتے ہین کہ زمانِ سلف مین بھی شوہر زوجہ کے لیے ذریعہ معاش مہیا کر دیتا تھا اس سے یہی مقصود تھا کہ عورت اپنے شوہر کے اختیار طلاق کی خودسرانہ اور بلا قید عمل مین لانے سے محفوظ رہے۔ یہود کے مذہب مین تاکید تھی کہ دین مہر قبل تزویج معیّن کر دیا جاوے اور بے تعیین مہر نکاح ناجائز تھا۔ مگر یہود مین جو مہر زوجہ کا مقرر تھا وہ اُس کے خاص استعمال ورفائدہ کے لیے کبھی نہ دیا جاتا تھا بلکہ اُسکو کوئی حق مہر پر حاصل نہ تھا تاوقتیکہ فسخ نکاح خواہ بسبب انتقال شوہر خواہ بوجہ طلاق کے نہ ہو جاوے۔ البتہ فسخ نکاح کیصورت مین زوجہ کا مہر اُسکو دیدیا جاتا تھا پھر اُسکو اختیار تھا کہ اُس مہر کو جو چاہے کرے۔ رومیون مین بھی مہر کا رواج ہے لیکن اُنکے یہان بھی مہر اختیاری ہی یعنے اُسکا ادا کرنا شوہر کے اختیار مین ہی مسلمانونکی شریعت نے مہر کے بارے مین بھی بیحد اصلاح کی ہے۔

مسلمانون کا مہر بالکل اضطراری ہے یعنے شوہر اُس کے ادا کرنے مین شرعًا مجبور ہے مہر شوہر کے تمام دیون پر مقدم ہے شوہر اُسکا قرضدار سمجھا جاتا ہے۔ مہر جز نکاح ہے جسکا اگر بوقت نکاح ذکر نکیا جاوے تب بھی مہر المثل شوہر کے ذمہ عائد ہو جاویگا جب مہر کا حق زوجہ کو ایک مرتبہ حاصل ہو جاوے تو پھر وہ اُس کے کسی فعل سے مسلوب یا زائل نہین ہو جاتا مگر یہ کہ زوجہ خود معاف کر دے اور دست بردار ہو جاوے۔ عورت اپنے شوہر کو قتل کر ڈالے یا خودکشی کر لے یا مرد اُسکو قتل کر ڈالے ہر حال مین اُسکا مہر واجب الادا ہے۔

مہر موجل کی نسبت عورت کو اختیار ہے جس شخص کو چاہے سپرد کر دے زوجہ اپنے مہر کو شوہر کے تئین یا شخص غیر کو ہبہ کر سکتی ہے۔

گو یہودیون مین مہر کا دستور جاری تھا تاہم اکثر ہوتا تھا کہ شوہر اپنی زوجہ کا سب مال و اسباب چھین کر اُس بیچاری کو فقیر و محتاج کر دیتا تھا۔ اس ظلم و ناانصافی کی ممانعت قطعی قرآن مجید مین ہو گئی ہے اور عربونسے

کہدیا گیا ہے۔ "تمھارے لیے حلال نہین ہے کہ جو تم نے اُنکو دیا ہے اُسکو پھیر لو (سورہ بقر آیت ۲۲۹)
قبائل یہود عرب مین یہ دستور تھا کہ زوجہ کا مہر اور جہیز جو وہ لاتی تھی اپنے گھر سے یہ دونون تا زمان فسخ
نکاح شوہر کے قبضہ مین رہتے تھے معاملہ نکاح مین شرع محمدی مین عرب کا وہ دستور اختیار کیا گیا ہی
جو زیادہ تر منصفانہ و فیاضانہ تھا از روئے شرع محمدی شوہر و زوجہ ایک دوسرے کے مال مین
مشارکت نہین رکھتے تھے بلکہ زوجہ اپنی ذاتی جائداد اور جو کچھ شوہر اُسکے مہر مین دیدے اُس کی
بالکل مالک و مختار ہے۔ اور جبتک شوہر و زوجہ زندہ ہین اُسوقت تک اُنکو اختیار ہے جب چاہین
شرائط نکاح کو بدل سکتے ہین اور زوجہ کو کل مہر معاف کر دینے یا کم کر دینے کا اختیار رہے۔

(محرم عورتین)

شریعت اسلام مین قابلیت تزویج کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ باہم ایسی قرابت نرکھتے ہون کہ انکی
مناکحت باہم حرام ہو قانون انگلستان اور قانون فرانس مین بھی بعض اقربا سے شادی کرنا ممنوع ہی۔
مسٹر ڈی پرسول صاحب نے اپنی تاریخ عرب صفحہ ۳۵۱ مین لکھا ہے کہ "اگلے زمانہ مین عرب سوتیلی
مان اور ساس کا نکاح سوتیلے بیٹے اور داماد کیساتھ جائز جانتے تھے قرآن مجید مین اس رسم قبیح کی قطعی
ممانعت کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ۔ نہ نکاح کرو اُن عورتون سے جنسے تمھارے باپ نے نکاح
کیا ہو مگر وہ بات جو سابق زمانہ مین ہوئی تھی تحقیقکہ وہ بیحیائی اور برائی اور بدکرداری تھی (سورہ
آل عمران آیت ۲۶) اسکے بعد محرمات شرعیہ کی تشریح کر دیگئی ہے "یعنے حرام کر دیگئین تمپر تمھاری مائین
اور تمھاری بیٹیان اور تمھاری بہنین اور تمھاری پھوپھیان اور تمھاری خالائین اور تمھاری بھتیجیان
اور تمھاری بھانجیان اور تمھاری دودھ مائین اور تمھاری دودھ شریک بہنین اور تمھاری ساسین
اور تمھاری لے پالک لڑکیان جو تمھاری اُن بیبیون کی گود مین ہون جو تمھاری مدخولہ ہون پس اگر تمنے
انکے دخول نہ کیا ہو تو کچھ قباحت تمھارے واسطے نہین ہے اور منکوحہ بیبیان تمھاری اُن بیٹون
کی جو تمھارے صلب سے ہون اور یہ کہ تم دو بہنون سے ایک ہی وقت مین نکاح کرو مگر وہ بات
جو سابق مین گذر چکی ہے تحقیقکہ خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور شوہر دار عورتین مگر جسپر
تمھارے داہنے ہاتھ قابض ہون یعنے لونڈیان (سورہ آل عمران آیت ۲۷) مصلحت حرمت نکاح
کی اسنے ظاہر ہے کہ۔ نکاح مین اگر عقلی نتیجہ ملحوظ نہ ہو تو خواہش کے صیغہ مین داخل ہو کر حیوانی فعلون
مین جا رہتا ہے پس انسانی نکاح کا مدار مصلحت عقلی پر ہے۔ مصلحت عقلی نکاح مین توالد و تناسل ہی

جو کہ مقتضی طبیعت کلی در صلاح نظام عام نوعی کا ہے۔ دوسرے انتظام معاشر مین یہ عزیز شریک ہین پس تداخل ضرور موجب قلت نوع اور تحصیل حاصل ورکمی آبادی ور ظلم و انظلام کیطرف راجع ہوگا۔ اور اُنکی اعانت باہمی کے لیے نفع میراث کافی ہی پس سبب زوجیت کا استحقاق اُنکے سوا غیرونکو ہوگا تاکہ تحصیل حاصل نہ ہو جیساکہ غیر مجوبون مین ارث کے۔ نہ فی الجملہ جیساکہ مجوبون مین۔ خلاصہ یہ کہ ان عزیزون کے ساتھ نکاح کئی وجہون سے حرام ہے۔

مقتضی صلاح عام۔ و طبیعت کلی اور موافق عقل ہے، نہ تداخل نسب و سبب بلکہ یہ مصلحت ناشے ہے کثرت افراد انسانی سے۔

اور اگر قلت کے زمانہ مین اجازت ہو اس مصلحت کی تاکہ بالکل نسل نابود نہ ہو جاوے کہ سوائے اُن قرابت دارون کے اور کوئی غیر ممکن ہو تو اُسپر قیاس نہ کرنا چاہیے آدمیون کی کثرت کے زمانہ مین۔ پس مجوس کا مذہب تجویز نکاح اولوالارحام مین خلاف عقل ہے۔

اور ایک خاندان مین کبھی ایک بیماری موروثی ہوتی ہے کہ وہ دوسری جگہ بیاہ ہونے سے برطرف ہو جاتی ہے اور یہ قطعی تجربہ ہے کہ جن خاندانون مین آپس ہی مین نکاح کا التزام ہے اُن مین کئی پشت کے بعد ایک خاندانی خبط و جنون حادث ہو جاتا ہے اور یہ عالی خاندانون مین بہت ہے۔

باپ کی بیویان بھی حرام ہین اسلیے کہ مان باپ کا حق ادا کرنا اور طاعت اُنکی واجب ہے اولاد پر اور باپ کی مخصوص محبوب چیز کو تصرف کرنا اُسکے حق کو ضایع کرنا ہے اور ظلم ہے بلکہ اس مین ایذا اور توہین مان باپ کی ہے اور مطیع کرنا مطاع کا یا مطیع کرنا باپ کے مطیع خاص کا الغرض اس مین صریح ہمسری ہے بلکہ بیجا تعلی ہے اُن مان باپ کی بہ نسبت کہ جن کا احترام واجب کیا گیا ہے خانہ داری کی دانش مین۔

عورتون پر بیٹون کا حرام ہونا۔ مقابلہ سے سمجھا جاتا ہے اور اخلاقی سبب اس کا یہ ہے کہ اس مین مساوات گردانا ہے اُس سے کہ جو محکوم ہو تو پہلا اگر ظلم تھا تو یہ انظلام ہوا اور یہ دونون بد اخلاقی کی باتین ہین۔

عورتون پر اُنکے بھائی بھی حرام ہین بقرینہ مقابلہ اور قاعدہ عدل و اس لحاظ سے کہ انکی ایذا ناموافقت کے وقت مین ایذائے والدین تک منجر ہوگی کہ جو حکمت اخلاق مین حرام قطعی ہے اور کنبہ پروری مین خلل کے ڈر سے اور علیٰ ہذا القیاس۔ یہ خاص خاص لمبین نسبی عورتون کی حرمتین بیان ہوئین۔ سات سببی رشتہ دارون سے بھی عقد حرام ہے۔ اتائین۔ دودھ شریک بہنین۔ ساسین۔ ربیبہ۔

عورتون سے جبتک کہ وہ ایمان نہ لاوین ہرآئینہ مسلمان عورت مشرک عورت سے بہتر ہے گو اُسکو تم پسند کرو اور نہ نکاح کرو مشرک مردون سے جبتک کہ وہ ایمان نہ لادین ہرآئینہ مرد مسلمان بہتر ہی مشرک سے گو وہ تم کو اچھا معلوم ہوتا ہو (سورہ بقر آیت ۲۲۰) مشرک و مشرکہ سے وہ زن و مرد مراد ہین جو ذات باری مین دوسرے کو شریک جانتے ہون شارع اسلام کا مقصود اصلی یہ تھا کہ شرک و بت پرستی و کفر گروہ اہل اسلام سے بالکل خارج ہے اسوجہ سے اُنھون نے مسلمانونکا مشرکین عرب کی بت پرست عورتون کے ساتھ عقد کرنا حرام کردیا شارع اسلام نے ایسے نکاح کو اُنھین وجوہ سے حرام کردیا ہے جن وجوہ سے انبیا سلف مین حضرت موسےٰ نے بنی سرائیل کا نکاح عمالقہ اور بت پرست قومون کے ساتھ حرام کردیا تھا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ شیعون کو بسبب اسکے کہ یورپ کی قومون سے سابقہ نہین پڑا اس وجہ سے اُنکے نزدیک عیسائی اور یہودیون سے نکاح حرام ہے اور سنیون کو یورپ کے اقوام سے سابقہ ہونے کیوجہ سے اُنکے مذہب مین یہودیہ یا نصرانیہ سے عقد جائز ہوگیا سابقہ کو شریعت سے کوئی دخل نہین ہے علاوہ اس کی محض ممانعت شریعت کی ہے غیر مذہب مرد یا عورت سے تعلق رکھنا بیشک اخلاقاً سب کے واسطے ایک بدچیز ہے کبھی کوئی مذہب اپنی اصلی حالت پر نہین رہ سکتا اور کوئی اخلاق اپنی اصلی جھلک بدون آمیزش نہین دکھا سکتا ایسی صورت مین جب کہ ایک سوسائٹی کے دو ممبر مختلف مذہب کے ہون۔

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء
مثنی وثلاث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة

(تعداد ازدواج اور اسکی نسبت اسلامی حکم)

ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ دنیا کی تمام قومون مین اور تمام مذہبون مین کم و بیش رسم تعدد ازدواج جاری ہے۔

قدیم اہل یونان مین یہ رسم جاری تھی۔ اہل روما مین بھی تعدد ازدواج کی ممانعت نہ تھی افلاطون نے بھی تعدد ازدواج کے جواز مین کتابین لکھتے ہین۔ دیدون مین منو کے دھرم شاستر کی (۹- ادھیا۔ ۱۴۹- اشلوک) کے بموجب برہمن کو چار جورو بن تک کرنے کی اجازت ہے بہت سے عیسائیون نے خود تعدد ازدواج کے جواز و حمایت مین کتابون کی کتابین لکھی ہین۔

"ڈیون ٹیس صاحب" جرمنی پادری نے جب "پوپ گرگری" سے مسئلہ پوچھا کہ آدمی کو کس حالت مین دو عورتین کرنا جائز ہین تو اُسنے جواب دیا کہ اگر جورو کو ایسی بیماری ہو کہ خاوند اُس سے مباشرت نکر سکے تو اُس صورت مین خاوند کو دوسرا نکاح کرنا جائز و درست ہے لیکن اِس شرط پر کہ بیمار جورو کی ہر طرح خبرگیری کرے۔

"جان ملٹن" نے انجیل کے رو سے ثابت کیا ہے کہ تعدد ازدواج انجیل کے رو سے منع نہین۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہین کہ (حزقیل ۲۳ باب) مین خدائے تعالے نے اپنے تئین تمثیلی حکایات مین ایک مرد بتایا ہے جس نے "احولا - احولیبا - بیبیون سے نکاح کیا ہے" اگر یہ رسم بری ہوتی تو خدائے تعالے استعارہ مین بھی اس رسم کو کبھی اختیار نکرتا۔ جس رسم کی انجیل مین ممانعت نہو تو ہم اُسکو کس دلیل سے برا اور ذلیل کہین۔ انجیل مین پادریون کو ایک بیوی کرنے کی صلاح دیگئی ہے پر کہین کثرت ازدواج کی ممانعت نہین۔

"پادری ہنکس صاحب" مشنری لکھنؤ اپنی کتاب صلاح سہو کے صفحہ ۲۶ - ۲۷ - مین لکھتے ہین کہ تعدد ازدواج کے متقدسون ہم بے تردد تسلیم کرتے ہین کہ بنی اسرائیل مین بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خدا نے بھی اس کو منع نہین کیا بلکہ اکثرون کو برکت کا وعدہ کیا جو اُس پر چلتے تھے یعنے کثرت ازدواجی کے دستور پر۔

"گاڈفری ہنگس" اپنی کتاب صفحہ ۷۵ مین لکھتے ہین کہ بادشاہ روم اور دوسرے بادشاہون نے بہت سی بیبیان کی ہین جو کہ حرمون سے جدا تھین حالانکہ یہ بادشاہ اور باتون مین نہایت پابند شرع تھے - اور یہ سب بیبیان عشرہ وع تصور کی گئین - اور پُرانے مصنفون سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ان پادریون کو اجازت چار بیبیون تک تھی (از سیر الاسلام صفحہ ۲۱۹)

"استثنا ۲ - باب ۱۸" مین دو جورون کے ایک ساتھ ہونے کے احکام موجود ہین۔

(۲ - اخبار ۱۸ باب ۷) مین دو حقیقی بہنون کے ایک ساتھ جورو بنانے کی ممانعت موجود ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے دو حقیقی بہنون کے دوسری عورتین ایک ساتھ نکاح مین آسکتی ہین۔

پھر حضرت ابراہیم جیسے مقدس و پاک نبی نے تین جورو ئین کین یعنے سارہ - ہاجرہ - قطورہ - حضرت موسیٰ کی دو جوروان تھین - حضرت یعقوب کی چار جورو ئین - سموئیل کے باپ کی دو جوروئین تھین (سموئیل نب) اور یہی حال اسحاق و تمام بنی اسرائیل کا ہے - حضرت داؤد نے

سو جورویں تھیں اور اُن کے اس فعل پر کبھی خدا نے الزام نہیں دیا (اول سلاطین ۵ ب ۵) حضرت سلیمان کی سات سو جورویں اور تین سو حرمیں تھیں (۱ سلاطین ۱۱ ب ۱) حضرت سلیمانؑ کے بیٹے رُحبام کے اٹھارہ جورویں اور ساٹھ حرمیں تھیں۔ (تواریخ ۱۱ ب) ''حضرت سلیمان کے پوتے اَبیاہ'' کے چودہ جورویں تھیں (تواریخ ۱۱ ب ۱۳) ''جدعون'' کے بھی بہت سی عورتیں تھیں (قاضی ۸ ب) اور ''عیو'' بر اور حضرت یعقوب کے بھی دو جوروئیں تھیں۔

عیسائیوں میں ایک فرقہ ''مورمن'' نام ہے ان میں ہر عیسائی کو تیرہ عورتیں رکھنے کی اجازت ہے۔

اور ''مارٹین لوتھر نے'' فلپ نام ایک رئیس کو دو جورویں رکھنے کی اجازت دی تھی اور بعض جگہ ''مارٹین لوتھر صاحب فرماتے ہیں کہ انسان دس یا زیادہ جوروان تک رکھ سکتا ہے (مراۃ الصدق صفحہ ۹۴)۔

حضرت مسیح نے انجیل میں کہیں نہیں فرمایا کہ کثرت ازدواجی منسوخ ہو گئی۔ اول تو مسیح کو احکام توریت منسوخ کرنے کا اختیار ہی نہ تھا دیکھو (متی ب ۵ ۱۵-۱۷) اور قطع نظر اسکے کسی مقام پر یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عورتیں کرنا تم پر حرام ہیں۔ ہاں اسقدر تو آپنے فرمایا کہ ''شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت پیدا کی۔ اور کہ عورت ماں باپ کو چھوڑ کر مرد کے پاس جا رہتی ہے اسلیے اسکو یگانیت اختیار کرنے چاہیے۔ اور پیار و محبت سے یکتن ہو کر رہنا چاہیے۔ طلاق نہ دینا چاہیے (متی ب ۱۹ ۴-۵)۔ مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح نے کثرت ازدواجی کی ممانعت کی۔ بلکہ اس ارشاد سے تو پہلے سے بھی کثرت ازدواجی کی وسعت ہو گئی۔ کیونکہ پہلے طلاق جائز تھے جسکی وجہ سے کثرت ازدواجی میں فی الجملہ خفت ہو سکتی تھی۔ اب طلاق بھی جائز نہیں رہے۔ جتنی شرعی عورتیں ہوں اپنے ہی پاس رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اُن فریسیوں کا جو آزمائش مسیح کے واسطے آئے تھے۔ سوال طلاق ہی کی بابت تھا کثرت ازدواجی کے۔ روا یا ناروا ہونے کی نسبت اُنکی کوئی گفتگو نہ تھی دیکھو۔ (متی ۱۵ باب ۳) اور فریسی اُسکی آزمائش کے لیے اسکے پاس آئے اور اُس سے کہا کیا روا ہے ''کہ مرد ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو طلاق دیوے'' اسکے جواب میں مسیحؑ نے فرمایا۔ اور سمجھایا کہ عورت کو بے سبب محض عیاشی کی خاطر طلاق نہیں دینی چاہیے۔ اس لیے کہ شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی۔ اور کہ اس لیے کہ مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑیگا اور اپنی جورو سے ملا رہیگا اور وے دونوں ایک تن ہونگے۔ پس جسے خدا نے جوڑا انسان نہ توڑے۔ مسیحؑ کے اس جواب سے اور

فریسیون کے سوال سے اُس کے سوا اور کوئی نتیجہ مستنبط نہین ہوتا کہ مسیح نے عورت و مرد کو ایک تن ہوکر رہنے کا حکم دیا ہی اور محبت و یگانیت رکھنے کے لیے مبالغہ فرمایا اور طلاق کی ممانعت کی۔ اس سے ایک ہی جورو کرنے یا کثرت ازدواجی کے متعلق کوئی گفتگو نہین ہے فریسیون نے مسیحؑ سے طلاق ہی کا مسئلہ پوچھا اور اُسی کا مسیحؑ نے جواب دیا پس مسیح کی اس گفتگو اور طرز کلام کو کثرت ازدواجی کی ممانعت یا عدم ممانعت سے کوئی بھی تعلق نہین ہے۔

کوئی صاحب ان الفاظ سے کہ خالق نے شروع مین ایک ہی مرد اور ایک مرد کیلیے ایک عورت پیدا کی دھوکا نہ کھاوین۔ یہ الفاظ محض کمال اتحاد اور یگانیت کی تاکید کے لیے استعمال کیے گئے ہین۔ ان الفاظ کو ایک زوجہ رکھنے سے کوئی تعلق نہین۔ کیونکہ جواب کو سوال سے تعلق رہیگا۔ سوال فقط طلاق کی بابت ہے نہ کثرت ازدواج کی نسبت۔

اور حضرت مسیح کے اس قول سے کہ "شروع مین ایسا نہ تھا" یہ مقصود نہین ہے کہ شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے واسطے روا رکھے گئے اور اب منسوخ ہوگئے۔ بلکہ حضرت مسیحؑ کے اس قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ شروع سے طلاق نہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جاوے کہ شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی تو یہ تو واقعہ کے خلاف ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اسحاقؑ وغیرہ سب کثیر الازدواج تھے پس شروع سے ایسا نہ تھا ان الفاظ کو کثرت ازدواجی کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہین۔

اور سخت دلی کے الفاظ بھی محض طلاق سے تعلق رکھتے ہین۔ کیونکہ فریسیون نے حضرت مسیحؑ سے یہ بھی کہا تھا کہ پھر موسٰیؑ نے کیون حکم دیا۔ کہ طلاق نامہ اُسے دیکر چھوڑ دے۔ اُنھون نے حضرت موسٰیؑ کے مجوّزہ طلاق کی حکمت پوچھی تھی تو اُسی کا جواب حضرت مسیحؑ نے دیا کہ تمھاری سخت دلی کے سبب تم کو جوروان چھوڑ دینے کی اجازت دی۔ پر شروع سے ایسا نہ تھا۔ یعنے نزول توریت سے بیشتر طلاق نہ تھا۔ تم کو فقط تمھاری سخت دلی و فسادات قلبی کے سبب سے طلاق کی اجازت ہوئی کیونکہ تم عورتون سے حسن معاشرت و حسن سلوک نہین کرتے۔ پس کثرت ازدواجی سخت دلی کا سبب نہین بلکہ طلاق سخت دلی کا نتیجہ ہے۔

ہرگز مسیحؑ نے کثرت ازدواجی کی ممانعت نہین کی طلاق کو البتہ منع کردیا تو اس سے کثرت ازدواجی کو اور وسعت ہوگئی نہ کہ کچھ ممانعت ہوا اور اسپر ایک اور دلیل ہے۔ کہ گو پروٹسٹنٹ بوجہ کسی خاص قانون کے زیادہ بیویان نہین کرتے مگر اور بہت سے عیسائی فرقہ تعدد ازدواج کو جائز رکھتے ہین جیسے امریکہ مین فرقہ "مارمین"۔ اور بہت سے عیسائی بادشاہ عیسائی پادری جورو ہین کرتے ہین۔

اگر کثرت ازدواج کو مسیح نے روک دیا ہوتا تو ددپولوس رسول،، اپنے خط مین کبھی قید نہ لگاتے کہ۔ کلیسا کا نگہبان پادری بے عیب ایک جورو کا شوہر۔ پرہیزگار۔ صاحب تمیز۔ شایستہ۔ مسافر دوست ہو (تمطاؤس ۳ باب ۲) بے الزام ہو اور ایک ہی جورو رکھتا ہو (طیطس ا باب ۶) کیونکہ مسیح نے ایک سے زیادہ جوروین رکھنے سے روک دیا ہوتا تو ایک جورو کی قید کی کیا حاجت تھی پس اس سے ایک احمق بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اس حکم کی ممانعت سے طلاق سے کثرت ازدواج کو ہرگز نہین روکا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیون مین کئی جوروئین کرنے کا عام رواج تھا۔ جبھی تو اس قانون کے مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی۔

زمانہ سلف مین قوم میڈ اور اہل بابل و اہل عشر اور اہل فارس مین کوئی تعداد ازواج کی مقرر نہ تھی اس زمانہ مین بھی برہمنون کو اجازت دیگئی ہے کہ جتنی بیبیان چاہین کرین۔ اخیر زمانہ مین یہود کے قانون مین ازواج کی تعداد شوہر کی استطاعت پر موقوف تھی۔ جتنی بیبیون کو نفقہ دے سکتا ہو اُتنی کر سکتا ہے (ملاحظہ ہو کوڈ ربینک صفحہ ۴۵ جلد ۱) اور اگرچہ ربانیین نے نصیحت کی ہے کہ ایک بی بی سے زیادہ نہ کرنا چاہیے لیکن فرقہ قرائیہ نے اُنسے اختلاف رائے کرکے ازواج کی تعداد مقرر کرنے کے جواز کو تسلیم نہین کیا۔ زمانہ سلف مین اہل تھفس سے زیادہ تو کوئی قوم مہذب و شایستہ نہ تھی اُن مین بھی زوجہ ایک مال تجارت قابل الانتقال و لائق بیع سمجھی جاتی تھی اور وصیت کے ذریعہ سے بھی اُس کا انتقال ہو سکتا تھا اور زوجہ ایک بلا سمجھی جاتی تھی جسکا ہونا انتظام خانہ داری اور افزونی نسل کے لیے ضرور تھا (ملاحظہ ہو ڈالنجر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ و ۲۳۴ ۔ اور انسائیکلوپیڈیا مضمون نکاح) ہر باشندہ اتھنس اسکا مجاز تھا کہ جتنی بیبیان چاہے کرے یہانتک کہ ڈماستھنیز مورخ یونانی نے فخر و مباہات سے لکھا ہے کہ ہماری قوم مین تین قسم کی عورتین ہین اُن مین سے دو قسم کی عورتین شرعی یا نیم شرعی بیبیان ہو سکتی ہین۔ رومیون مین بھی تعداد ازواج کا رسم کم و بیش اس زمانہ تک جاری رہا ہے جبکہ قوانین جسٹنین۔ قیصر مین حرام کر دیا گیا گو تعداد ازواج قانون دیوانی مین حرام کر دیا گیا مگر اس ممانعت کا اثر لوگون کے اخلاقی خیالات پر کچھ نہین ہوا اور یہ رسم اُس وقت تک عمل مین لایا گیا جبتک نظام جدید تمدن مین اُسکی ممانعت کر دیگئی (ملاحظہ ہو تاریخ گبن جلد ۶ صفحہ ۲۰۶) بیاہتا بی بی کے سوا اور سب بیبیان بڑی خرابی سے رہتی تھین وہ کچھ حقوق نہ رکھتی تھین اور قانون مین اُنکا کچھ تحفظ نہ کیا گیا تھا بلکہ وہ اپنے متلون مزاج شوہرون کی کنیزی کیا کرتی تھین اور اُنکی اولاد حرامی کہلاتی تھی۔ ترکہ پدری سے بالکل محروم اور کم ذات و بد قوم

سمجھی جاتی تھین۔ سینٹ اگسٹائن جن کو عیسائی ایک بڑا پیشوا سمجھتے ہین اور جنھون نے دین مسیحی انگلستان مین جاری کیا وہ بھی تعدد ازدواج کو معصیت نہین قرار دیتے بلکہ فرماتے ہین تعدد ازدواج اُس ملک مین گناہ نہین جہان وہ ایک آئین یا قانون ہوگیا ہو۔ اور ہالم صاحب لکھتے ہین کہ مصلحان جرمنی سولھوین صدی عیسوی تک دوسری اور تیسری شادی کو پہلی شادی کے ساتھ جائز جانتے تھے جس صورت مین کہ اولاد نہوئی ہو یا اور کوئی ایسا سبب ہو۔

پس جبکہ کثرت ازدواج کا آغاز دنیا سے یہ حال رہا اور انجیل مین بھی اس کی ممانعت نہ ہوئی اور تمام قومون مین بھی مسلم ہے۔ تو اب اس رسم مبارک پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو دین و ایمان سے فارغ اور انبیائے الٰہی کی سنت سے بیزار ہے۔ اور یہ کثرت ازدواج ہمارے ہی نبی ؑ کی سنت نہین بلکہ سنت انبیائے ماسبق ہے۔

کثرت ازدواج کی رسم تمام مذاہب تمام اقوام مین مروج رہی مگر سوائے اسلام کے اس رسم کو احسن طریق پر اپنے مذہب مین کسی نے شامل نہین کیا۔ نہ اس رسم قدیم مین کسی نے اصلاح و تجدید کی۔ یہ اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اُسنے اس رسم مین نہایت عمدہ اصلاح کی جس سے بڑھکر ممکن نہین۔ یعنے اسلام نے پہلے تو اس رسم کو گھٹا کر چار عورتون پر محدود کیا۔ یعنے اشد ضرورت کی حالت مین بھی چار سے زیادہ عورتون کا رکھنا حرام و ناجائز قرار دیا۔ اور پھر چار عورتون پر بھی عدل و انصاف کی ایسی پابندی لگائی کہ سوائے اشد ترین ضرورت کے کوئی شخص اسپر عمل کرنے کی جرأت نہین کر سکتا اس امر مین شبہہ نہین کہ خدا نے قرآن مجید مین۔ چار عورتون تک کرنا جائز قرار دیا ہے مگر اس کے یہ معنے نہین ہین کہ تمپر فرض و واجب ہے کہ ضرور دو یا تین یا چار کرو ایک امر کا جائز ہونا اور بہ مصلحت و مقتضائے وقت کے موافق اسپر عمل کرنا امر دیگر ہے اگر بصورت عدم ضرورت ایک ہی جورو پر ہمیشہ کے لیے کوئی اکتفا کرے اور اس رسم پر عمل نہ کرے تو ہرگز گناہ گار نہین کیونکہ یہ امر اباحتی ہے نہ وجوبی۔ اگر ایک بھی نہ کرے تب بھی کوئی حرام کام نہین ہے۔ ہان اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر کسی عیسائی وغیرہ کو (جو کثرت ازدواج کو حرام سمجھتا ہے) کسی ضرورت اولاد وغیرہ کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا پڑے تو اُسکی شریعت مین اسکا کوئی علاج نہین۔ مگر اسلام مین اسکا علاج موجود ہے۔ دنیا مین صدہا چیزین حلال و مشروع ہین مگر اس سے یہ معنے نہین کہ اُن سب چیزون کو ضرور استعمال مین لاوے۔ اسی طرح سے بشرط ضرورت و مقتضائے حالت تعدد ازدواج کی اجازت اسلام مین ضرور ہے مگر ضروری احکام مین سے ہرگز نہین۔ یہ رسم اسلام سے پہلے بھی بڑے زور

کے ساتھ بلکہ بے اعتدالیوں کے ساتھ جاری تھے اسلام نے اس رسم کو جاری نہین کیا۔ بلکہ اسلام نے جو کچھ اس بارے مین کیا وہ یہ کیا کہ ہر طرح سے رخنہ بندیان کین پہلے رسم تعدد ازدواج کو محدود کیا۔ اور محدود کرنیکے بعد عدل کی شرط ایسی ضروری لگائی کہ بمشکل کوئی آدمی نکاح ثانی کی جرأت کرسکتا ہے اور بجز خاص خاص ضرورتون کے اس رسم کو خوشی سے کم کوئی اختیار کرسکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس بارہ مین بھی جسقدر دنیا پر قرآن مجید کا احسان ہے اور کوئی کتاب اسکا مقابلہ نہین کرسکتی انصاف و عدالت کا بھاری بوجھ گردن پر رکھکر عام طور پر تو ایک ہی بیوی کا حکم دیا۔ لیکن چونکہ قانون قدرت ایسا ہی پڑا ہے کہ بعض وقات انسان کو اولاد کی خواہش اور بیوی کے عقیمہ ہونے کے سبب سے یا بیوی کے دائمی بیمار ہونے کی وجہ سے یا بیوی کی ایسی بیماری کے عارضہ کیوجہ سے جسمین مباشرت ہرگز ممکن نہین۔ جیسے بعض صورتین خروج رحم کی ہین یا بیوی کا زمانہ پیری جلد آنے کی وجہ سے یا اُسکے جلد جلد حمل ہونے سے یا ایک مرد کے نہایت قوی الشہوت ہونے کیوجہ سے تاکہ وہ عصمت و عفت کو تھام سکے۔ فطرتاً دوسری بیوی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اسقدر تعدد کے جواز کے لیے حکم دیدیا اور ساتھ ہی عدل کی شرط لگادی۔ تو یہ انسان کیحالت پر رحم ہے تاوہ فطرتی ضرورتون کے پیش آنے سے الٰہی حکمت کے تدارک سے محروم نہ رہے۔ پس ہم بڑے زور سے کہتے ہین کہ قرآن شریف نے تعدد ازدواج کو بڑھایا!! ہرگز نہین۔
بلکہ جہانتک ممکن ہوا گھٹایا اور گھٹا کر ایک راہ اعتدال پر لایا۔

منجملہ ان اسباب تعدد ازدواج کے بعض ایسے اسباب ہین جو خاص طبقہ کے اشخاص سے متعلق ہین۔ اور اُن کے بیان سے معلوم ہوگا کہ بعض ممالک مین ضرورت نے کسقدر اس رسم کو قائم کردیا ہے۔ یورپ کے فاضلون نے بھی اس تعدد ازدواج کے اسباب کو دیکھکر اس کی ضرورت کو قبول کیا ہے۔

”مصنف موسیو پیلی“ اپنی کتاب ”مشرقی اقوام مزدوری پیشہ“ مین کاشتکارون کے تعدد ازدواج کی ضرورت کو دیکھاتے ہین اور ثابت کرتے ہین کہ نہ یہ فقط رسم ضرورت کیوجہ سے قائم ہوئی ہے بلکہ خود عورتین بعوض ناراض ہونے کے اپنے شوہرون کو باصرار دوسری شادی پر آمادہ کرتی ہین ”چونکہ خاندان مین بڑی بیٹی کی بہت کمسنی مین شادی کرتے ہین انکی پہلی بیبیان کئی اولادین ہونے کے بعد بہت ہی جلد بڑھیا ہوجاتی ہین۔ اور وہ خود جوان رہتے ہین ایسی صورت مین خود اُنکی بیبیان اُنھین دوسری شادی پر آمادہ کرتی ہین اولاً دوسری شادی کی اجازت دیتی ہین۔

البتہ اس امر سے تعجب ہوتا ہے کہ کوئی عورت خود اپنی رضامندی سے کیونکر سوت کے آنے کی روادار ہوتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانون کے ان طبقات مین خانہ داری کا سارا کام کسیقدر تکلیف دہ کیون نہو خود عورتون ہی کو کرنا پڑتا ہے چونکہ ان کا شتکارون مین عورتمین گھر مین نہین بیٹھ سکتی اُسے اپنے فرائض کے ادا کرنے مین مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ مدد خواہ عزیزو اقربا سے ملسکتی ہے یا لونڈیون سے۔ عزیز و اقربا غالباً اُنھین مدد دینے کے لیے کم ملتے ہین۔ اور لونڈیان اکثر صاحب خانہ کے تصرف مین آجاتی ہین جس سے اُنمین اور گھر کی بیبیون مین رقابت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس بہ آسانی خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایسی صورت مین پہلی بی بی جس کی عمر ڈھل رہی ہے اور فرائض خانہ داری بڑھ رہے ہین خود ہی اپنے شوہر کو نکاح ثانی پر آمادہ کرتی ہے“

یہی مصنف لکھتا ہے کہ منجملہ اسباب تعدد ازدواج کے بڑا سبب یہ ہے کہ مشرقیون کو ہمیشہ کثیر الاولاد ہونے کی ہوس ہوتی ہے ان کی نظرون مین لاولد ہونے سے زیادہ کوئی مصیبت انسان کے لیے نہین ہو سکتی چند بچے ہونے پر بھی اُنکے ہمیشہ خواہش ازدیاد اولاد کی رہتی ہے اور اسی ایک غرض کے حاصل کرنے کو وہ یکے بعد دیگرے متعدد بیبیون سے شادی کرتے ہین۔ اس محقق نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قسم کے تعدد ازدواج مین بیبیون مین باہم کسی طرح کی رقابت یا عداوت نہین ہوتی البتہ ہمارے یورپ کے تعصبات کی وجہ سے ہمین یہ امر محال معلوم ہوتا ہے لیکن یہ محض اسوجہ سے ہے کہ ان رسوم کو ہم اپنے ہی خیالات کے مطابق جانچتے ہین۔ اور اُنکو اُن اقوام کی نظر سے نہین دیکھتے جن مین یہ رسم جاری ہین۔ کسی تعصب کو دور کرنے یا پیدا کرنے کے لیے ایک زمانہ دراز چاہیے اور یہ خیال کر سکتے ہین کہ اس مشرقی تعدد ازدواج کی رسم کے متعلق ہمین اپنے خیالات کو کسقدر بدلنے کی ضرورت ہے علی الخصوص جب ہم اُس قدیم زمانہ پر نظر ڈالین جس مین ایک ہی عورت کل خاندان کی بی بی ہوتی ہے۔ یا اسی زمانہ کی بعض اقوام کو دیکھین جن مین آج بھی ایک عورت کئی بھائیون کی بی بی ہوتی ہے۔ یعنے جس طرح سے یہ رسوم بدل گئے اُسیطرح عدم تعدد ازدواج بھی بدل کر تعدد جائز ہونا چاہیے۔

”جان ڈیونپورٹ صاحب“ اپنی کتاب کے صفحہ ۸۵ - مین لکھتے ہین کہ اہل عرب مین ایک سے زیادہ بیبیان کرنے کا قدیم سے رواج تھا۔ آپ کے احکام مین یعنے آنحضرتؐ کی تعلیم نے کثرت نکاح کے طریق پر جو اہل مشرق مین بہت رواج پا گیا تھا کم کر دیا۔ یعنے گھٹا دیا۔ وہ لوگ علاوہ کثرت ازدواج کے اپنی رشتہ دار عورتون سے بھی خراب ہوا کرتے تھے۔ مگر آپ کی تعلیم سے وہ باتین بالکل معدوم

ہوگئین کوئی آدمی ایسا نہین جو قرآن شریف کو پڑھے اور اُس کے دل پر خوف کا اثر نہ ہو حقیقت مین یہ بات ناممکن ہی کہ ایک شخص بانیئے مذہب ہو اور وہ یون سکھا دے جس سے بدکاری رائج ہو اور پھر اُسکے مذہب مین بالکل کامیابی ہوجائے لہذا ہم کہہ سکتے ہین کہ اس مذہب کے مسائل کی سختی ہی زیادہ تر اُس کی کامیابی کا باعث ہوتی ہے"۔

اور پھر صفحہ ۷۲ مین لکھتے ہین۔ مشرق مین بہت سے نکاح کرلے کی رسم حضرت ابراہیم کے وقت سے چلی آتی تھی اور یہ بات انجیل کے مضمون سے ثابت ہے کہ یہ رسم انجیل کے زمانہ مین بھی بُری خیال نہین کی گئی۔

ایسا ہی "پروفیسر مارس صاحب" اسلامی تعلیم کے اعتدال کی تعریف کرکے آخر مین لکھتے ہین کہ جب عیسائی مذہب کے پیچ در پیچ اور نافہم عقیدون پر خیال کیا جاوے تو شاید ایک فلاسفر دین اسلام کی خوبی اور صفائی اور عقائد اور سادگی اور اُس کی بناوٹ سے پاک ہونا دیکھکر آہ کرکے پچھتاوے۔

"پھر گبن صاحب" اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ آپ کے زمانہ مین یہودیون مین جورو مین کرنے کی کوئی حد نہ تھی۔ اور مجوسیون نے اپنی ماؤن کو بھی اپنے لیے مباح کرلیا تھا۔ ایسا ہی عرب مین بھی بلاتعین جورو ان رکھتے تھے اور انکی اخلاقی حالت یہانتک بگڑ گئی تھی کہ میراث کے مال کیطرح باپ کی منکوحہ عورتین بھی باہم بانٹتے تھے۔ اور تمام عورتین بلاکسی امتیاز کے مردون کے دحشیانہ خواہشون کے پورا کرنے کا آلہ سمجھی جاتی تھین بلکہ بعض قبائل یمن مین جو کسی قدر صابئی یعنے ستارہ پرست تھے ایک ایک عورت کے کئی خصم ہوتے تھے۔

اور ہندوستان کی قدیم رسم کی طرح یہ رسم بھی بےتکلف جاری تھی کہ جب اپنی معمولی حالت کے بعد غسل سے فارغ ہوتی تو کمبخت بےحیا شوہر اُسکو کہتا کہ فلانے شخص کو بلا بھیج اور حمل کے آثار ظاہر ہونے تک بڑی احتیاط کے ساتھ جورو سے کنارہ کش رہتا اور اُس سے یہ غرض ہوتی کہ بچہ شریف و نجیب شخص کے تخم سے پیدا ہو۔

اور اس سے بڑھ کر یہ رسم تھی کہ چند آدمی جو شمار مین دس سے کم ہوتے اکٹھا ہو کر باری باری ایک عورت کے پاس جاتے اور اُس سے ہم بستر ہوتے۔

اور پھر لکھتا ہے کہ آنحضرت نے ان سب خرابیون کو دور کردیا۔ اور نکاح کو ایک معاہدہ قرار دیا اور ہر ایک افراط کو دور کردیا گیا اور تشریح کردیگئی کہ کن کن عورتون کو عقد مین لانا چاہیے اور کس حد تک۔ اور وہ حدود مقرر کیے گئے جو عقل و اخلاق کے برخلاف نہین۔ اور جب ہم عرب جاہلیت کی کثرت

ازدواج اور اس طرز سلوک کا خیال کرتے ہین جو وہ اپنی عورتون کے ساتھ کرتے تھے اور پھر اس حالت پر غور کرتے ہین جو اسلام کے طفیل سے اُن کو حاصل ہوئی - تو ہمارا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ انسان کے دل پر اس قسم کا تصرف کہ جس نے ان شہوت پرستون کی حالتون کو بالکل پھیر دیا - بے شبہہ وہ ربانی تصرف تھا -

اور "ایزک ٹیلر صاحب" نے افریقہ مین مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبۂ ورہمپٹن کے چرچ کانگریس کے اوپر اپنی رائے حسب ذیل بیان کی -

"تعداد ازدواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے - موسیٰ نے اسکو نہین روکا - اور داؤد جسکا دل خدا کا سا تھا اسکو عمل مین لایا - اور انجیل مین صاف طور سے ممنوع نہین ہے - محمدؐ نے تعداد ازدواج کی بیحد اجازت کو محدود کر دیا - تعداد ازدواج کے سبب مسلمانون مین بدکاری کم ہے - ہمکو خبردار ہونا چاہیے کہ شاید ایک برائی کو بیوقت دور کرنے مین ہم اسکی جگہ ایک اس سے زیادہ بڑی بُرائی قائم کر دین -

"مسٹر کارلایل" جو اس زمانہ کے دنیا مین ایک نہایت مشہور شخص ہے اپنی کتاب "ہیروز اینڈ ورشپ" کے لیکچر دوم مین لکھتے ہین "کہ اسلام کی میل الی الشہوات کی نسبت بہت تقریرین اور تحریرین ہوتی ہین اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھ کر ہین وہ حالتین جو ہم کو قبیح معلوم ہوتی ہین اور جسکی پروانگی نبی عربی نے دی وہ خاص انکی ایجاد نہ تھین - اُنھون نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ اُنکو روک دیا نہ صرف ایک ہی طرح سے بلکہ کئی پہلو سے "مسٹر جان ڈیونپورٹ صاحب" مانٹیگو کی رائے یون نقل کرتے ہین کہ گرم ملکون مین عورتین (۸) یا (۹) سال کی عمر مین نکاح کرنے کے لائق ہو جاتی ہین - پس ان ملکون مین بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے (۲۰) برس کی عمر مین وہ بڑھیا ہو جاتی ہے - پس اس لیے یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ان ملکون مین جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو تو انسان ایک جورو کو طلاق دیکر دوسری کرے اور تعداد ازدواج کا قاعدہ جاری کیا جاوے -

"مسٹر ہینگس صاحب" لکھتے ہین کہ علم قوائے انسانی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسے دریافت کیے ہین جو تعداد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہو سکتے ہین اور گو ہم شمالی ملکون کے سرد خون مینڈک کے سے مزاج کے جاندارون سے متعلق نہین ہو سکتے - مگر بنی اسماعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہین متعلق ہو سکتے ہین -

پھر لکھتے ہین کہ "مسٹر ڈبلیو اوسلی صاحب" کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا صفحہ ۱۰۸ - مین یہ بیان کیا گیا ہے
کہ ایشیا کے گرم ملکون کی تاثیر سے دونو گروہ یعنے مرد و عورت مین ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو
یورپ کی آب و ہوا مین نہین جہان دونون برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہونچتے ہین - مگر
ایشیا مین صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہوئی کہ ضعیفی مین بھی قوی اور طاقتور ہوتے ہین اگر
یہ بات سچ ہے تو بانیے اسلام کے لیے اسبات کی کہ اُنھون نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے
ایک بڑی وجہ یہی ہے -

اور عقلی طور پر تعدد ازدواج کا ثبوت حسب ذیل ہے ؎

(۱) خدا نے مرد مین قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہے فطرتی امر اس بات کا مقتضی ہے
کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دیجائے -

دلیل ہماری دعوے پر یہ ہے کہ "ڈاکٹر ٹیلر" کے مڈیکل جورسپرودنس جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ طبع چہارم
مین لکھا ہے "کہ مرد کو قابلیت نطفہ دینے کی سو برس کی عمر تک ہے -

اور "ڈاکٹر کرلنگ" نے (۷۸) سال کی عمر لکھی ہے -

اور "ونگلیر" نے (۷۰) برس کی عمر سے (۸۰) تک -

اور "رینی" نے (۸۲) سال -

"لیان" کی کتاب مڈیکل جورسپروڈنس صفحہ ۳۱۲ پر کیسپر نے (۹۶) سال کی عمر تجویز کی ہے -
عجب نہین یہ اختلاف بہ سبب اختلاف بلاد اقالیم کے ہون - اور ممکن ہے زمانہ سابق مین اس سے
زیادہ عمر تک مرد کے نطفہ مین قوت بچہ بنانے کی ہو -

بخلاف عورت کے کہ اُسکو حاملہ ہونا - درد زہ - کی ایذا اُٹھانا - دودھ پلانے کا تعب - حیض و استحاضہ
کا درد - یہ سب اُسکی قوت کو گھٹاتے ہین اسی وجہ سے بنا بر ترحم حکمت الٰہی نے پچاس سال -
خواہ پچپن سال و رہمارے نبی کے قول سے قریشی عورات مین (۶۰) سال کی عمر سے زیادہ
اسپر بچہ کا بار نہین ڈالا ہے - اور اسی عمر مین اس کا خون حیض بند ہوجاتا ہے - اور جب خون
حیض بند ہوگیا پھر عورت کو مرد کی خواہش باقی نہین رہتی اور نہ عورت مین بارور ہونے کی
صلاحیت رہتی ہے پس اس عمر مین ہم بستری مرد کی بہ خیال ضایع ہونے نطفہ کے بیکار ہے
اور بنا بر تحقیق حال پندرہ سال ابتدائے عمر زن مرد کے بھی قابل ہم بستری نہین پس منجملہ سو برس عمر
کے عورت (۴۵) سال قابل ہم بستری کے رہی -

اب اس (۴۵) سال مین اور بھی موانع ہین۔
(۱) زمانہ حمل اور زمانہ دودھ پلانے کا بچہ کے ہے (۹) ماہ زمانہ حمل اور اکیس ماہ دودھ پلانے کے بنا بر شریعت محمدی جملہ (۳۰) ماہ ہوئے "وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا" اور اگر اس زمانہ رضاعت کو زائد سمجھا جاوے تو اقلاً بارہ مہینہ ہین جب کہ دانت بچہ کے نکل آوین تو اس حساب سے بھی (۲۱) ماہ ہوئے۔
یہ زمانہ بھی مقاربت کے واسطے طبًا نامناسب ہے۔ اسلیے کہ زمانہ حمل مین نطفہ ضایع ہوگا اور وہ زمانہ جس مین بچہ دودھ پیتا ہے۔ اگر ہم بستری سے نطفہ ٹھہر گیا تو اس شیرخوار بچہ کو ضرر پھونچیگا اور خود مرضعہ بھی بعید کمزور ہو جاویگی جس سے احتمال اسقاط کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر نطفہ نہ قائم ہوا تو بیکار ہوگا۔
آپ کو یہ خیال اس مقام پر ہوگا کہ دوسری عورت سے دودھ پلوایا جاوے تو یہ ضرر پھر متصور نہین
اس خیال کے چند جواب ہین۔
(الف) یہ کہ ہر شخص کو مقدرت نہین ہے کہ دایہ رکھے
(ب) دایہ جو کہ دودھ پلانے کیواسطے مقرر کیجاوے۔ تو آخر اُس کے بھی جننے کے دن ہین وہ کیون اولاد سے محروم کرا دیجاوے جو خرابی اپنے بچّہ کے دودھ پلانے مین متصور ہے وہی دوسرے کے بچہ کو دودھ پلانے مین۔ اور امیر و غریب خدا کے یہان ایک ہی مرتبہ رکھتے ہین پس اس صورت مین زچہ اگر ان امراض سے بچے تو مرضعہ یعنے دایہ ان تکلیفون مین مبتلا ہوگی۔
(ج) اکثر اُن عورتون کو جو خود دودھ نہین پلاتی ہین اور دایہ رکھکر بچون کی پرورش کراتی ہین دیکھا گیا ہے کہ ایک بچہ جن کر اُنکو فراغت ہوئی اور دوسرے حمل کا سامنا ہوا۔ چند بار جلد جلد بچہ ہونے سے پھر اُن کو ایسا ضعف و اضمحلال اور انواع انواع قسم کے امراض و شکایات ہو جاتے ہین جس کی وجہ سے بہت کم سنی مین وہ ناقابل ولادت و ناقابل ہمبستری ہو جاتے ہین۔
بہر حال اب فرض کرو کسی عورت کے دس بچہ ہوئے اور سب زندہ رہے۔
پھر چونکہ ہر مرتبہ ولادت اور دودھ پلانے مین لا اقل اکیس ماہ صرف ہوتے تو اس حساب سے (۴۵) سال عورت کی ہم بستری کے ایام باقی رہے تھے اُس مدت قابلیت مین سے (۲۱۰) ماہ یعنے (۱۷) سال (۶ ماہ) منہا کرنے سے (۲۷) سال (۶) ماہ قابلیت ہمبستری کے رہے۔

(۲) اس ستائیس سال چھ ماہ مین - ایام حیض کم سے کم فی ماہ (۳) یوم اور زیادہ سے زیادہ فی ماہ دس یوم - اور بھی عورت قابل ہم بستری کے نہین جس کا ثبوت آیندہ ہم بیان کرین گے - بہر حال اگر فی ماہ دس یوم حیض کے فرض کرو تو (۲۷ - سال - ۶ ماہ) مین سے فی سال ایک سو بیس روز کے حساب سے ۲۷ ½ × ۱۲ = ۳۳۰۰ یوم یعنے نو سال دو ماہ ہوئے اب (۱۸ سال ۴ ماہ) مجملہ ساڑھے ستائیس سال کے قابل ہم بستری کے باقی رہے -

اور اگر فی ماہ تین یوم حیض کے رکھو پھر بھی دو سال و رنو ماہ ساڑھے ستائیس سے نکلکر - چوبیس سال اور نو ماہ قابل ہم بستری رہے -

پس عورت چوبیس سال اور نو ماہ قابل ہم بستری رہی - اور مرد کو سو برس مین پندرہ سال ایام نابالغی منہا کرکے پچاسی سال تک قوت نطفہ قائم کرنے کی رہی پس مرد کو عورت سے سہ گنی سے بھی زیادہ قوت ہے - اور اگر ایام حیض کی مدت فی ماہ دس یوم قرار دین تو مرد کی قابلیت کی مدت چوگنی سے بھی زائد ہوئی - اس بنا پر اگر شریعت نے مرد کے واسطے چار عورتین اور عورت کے واسطے ایک ہی مرد تجویز کیا تو کیا بے انصافی ہے - یہ حکم سراسر عدالت سے بھرا ہوا ہے - اب خیال تو فرمائیے کہ مرد کی قابلیت کی میعاد پچاسی سال اور عورت کی قابلیت کی مدت اٹھارہ سال چار ماہ اگر اس اٹھارہ سال چار ماہ کو پچاسی مین مجرے دین تو چھیاسٹھ سال آٹھ ماہ تک مرد بیکار محض رہا - اتنی مدت تک مفت نطفہ اُس کا ضایع ہوا - اور یہ کیسے ظلم کی بات ہے -

(۳) فطرت یعنے قانون الٰہی (نیچر) نے سلسلہ توالد و تناسل حیوانات کا عموماً نر و مادہ کے ذریعہ سے براہ عادت رکھا ہے - بہر حال زن و مرد کا پیدا کرنا یا خود رو ہونا کسی طریقہ سے فرض کرو غرض اُس سے توالد اور بقاء نسل ہے جو امر اہم ہے - اور توالد و تناسل کی زیادہ مقدار کی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ فناء نوع کے اسباب مثل وبا "طاعون" "گزید حشرات" قصاص و خودکشی وغیرہ ایسے حادث ہین کہ اگر بہ کثرت سلسلہ توالد جاری نہ رہے تو چند سال مین نوع انسان کا پتہ بھی نہ لگے - اسی وجہ سے جو فعل منجر بہ قطع نسل ہے براہ فطرت جرم سنگین قرار دیا ہے - اور زیر تعلیمات انبیاء علیہم السلام نے بھی پوری سزا ایسے فعل کی تجویز کی مثلاً مرد کو نامرد بنانا عورت کو بانجھ کردینا - حمل کا اسقاط کردینا وغیرہ وغیرہ بلکہ رحم سے باہر مرد کو اپنی منی کا گرانا خواہ جلق و تفخیذ جو قبیح طریقہ انزال کا ہے یہ بھی بانیان شریعت نے حرام اور گناہ کبیرہ فرما دیا ہے - پھر جب زن و مرد کے باہمی تعلق کی اصلی غرض بقاء نسل ٹھری اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد جتنی عورتین کرے

اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہوسکتی ہے۔ اور عورت دس شوہر کرکے بھی ایک بچہ سے زیادہ نہین جن سکتی اسی سے حکمت الٰہی اسکی مقتضی ہوئی کہ مرد کو اُس نے کئی عورتون کے واسطے اور عورت کو ایک ہی شوہر کے واسطے پیدا کیا۔ اور جبکہ مرد آلہ توالد وتناسل ہے تو اگر ترک تعدد کرے گا تو موجب ہوگا قلت توالد کا۔ اور یہ صلاح نوعی کے خلاف ہے اور ظلم ہے۔ اور ظلم حکمت اخلاق کی بڑی بدتر سے بدتر صفت ہے۔

(۴) خدا نے اپنے مخلوق سے کوئی دو چیزین مساوی نہین پیدا کین اس قیاس کے موافق مرد وعورت کی حالت مین بھی تفاوت ہے۔ یعنے یا مرد عورت سے افضل ہوگا یا عورت مرد سے افضل ہوگی۔ اور چونکہ مرد کی فضیلت ہر حال مین اور ہر آسمانی کتاب سے ثابت ہے۔ اسلیے ضرور ہے کہ مرد بہت سی خدمت کرنے والون کا مستحق ہو نہ اسکے خلاف عورت۔ انجیل مین ہے کہ کوئی آدمی دو خاوندون کی خدمت نہین کرسکتا (متی ۶ ب ۲۴) مگر ایک خداوند بہت سے خادمون سے خدمت لے سکتا ہے۔

(۵) حکمت اخلاق مین علاج امراض روحانی کا یہ لکھا ہے کہ جس مرض مین مبتلا ہو۔ اور جس چیز سے خائف ہو اُسی مین مبتلا کرنے سے اکثر وہ مرض زائل ہو جاتا ہے۔ پس منجملہ امراض روحانی مرض حسد ہے۔ کہ جو بہت عظیم ہے اور منبع وسرچشمہ دیگر امراض کا ہے۔ اور مرض حسد اکثر عورتونکو عارض ہوا کرتا ہے خصوصاً سوتاپی کا حسد پس شریعت نے کثرت ازواج کو معین کرکے عورتونکی اخلاقی درستی کردی اور رفتہ رفتہ عادی ہوتے ہوتے عورتون سے یہ مرض دفع ہوگیا چنانچہ اُس گروہ کی عورتین جن مین کثرت ازواج کا بہت رسم ہے۔ کم حسد کرتی ہین۔ بلکہ اکثر مین مادہ حسد اب بالکل باقی نہین رہا ہے۔

اگر یہ اعتراض کرو کہ مرد مین بھی مادہ رقابت بھرا ہوا ہے کیون نہ عورت کیواسطے دو تین شوہر تجویز کرکے اس مادہ رقابت کو دفع کیا جاوے۔

جواب اسکا یہ ہے۔ کہ مرد کا عورت پر قیاس نہین ہوسکتا۔ اسواسطے کہ عورت کے دو شوہر کرنےمین بے حد مضرتین ہین۔

(الف) دو حاکمون کے برابر سے حکومت ایک محکوم پر نہین ہوسکتی اور یہ امر موجب فتنہ وفساد ہے۔

(ب) ایک عورت دو مردون کی گھرداری نہین کرسکتی ہے۔ بلکہ ایک عورت ایک ہی گھر کی پوری

گھرداری نہین کرسکتی جسوقت کثرت اولاد کی ہو اور کاروبار گھر کا ترقی پر ہو۔

(ج) شوہرون کے متعدد ہونے مین معاملات وراثت مین نقص عظیم پڑجاتا بلکہ کسیطرح فیصلہ نہوسکتا۔ اور یہ نہ ثابت ہوسکتا کہ کون اولاد کس شوہر کے نطفہ سے ہے اور جب یہ نہ ثابت ہوا تو متروکہ پدری مین مابین اولاد تقسیم ترکہ محال ہوتی۔

پس شریعت اسلام نے عورتون کے ناجائز حسد کو مرد پر تعدد ازدواج کو جائز کرکے روکا اور مرد مین قدرتی مادہ رقابت نے عورتون کو اس بدفعلی سے بچالیا جسمین نہایت خرابیان عقلی و اخلاقی تھین۔

(۶) قوم کی ترقی اور مذہب کی ترقی کا تعدد ازدواج پر بہت بڑا اثر ہے ایک شخص تعدد ازدواج سے بہت سی اولادین بہم پھونچا کر ایک قوم بنا سکتا ہے اسی طرح سے ایک مذہب والا کسی غیر ملک مین بہت سے ازواج کرکے ایک کافی تعداد اپنے مذہب مین بڑھا سکتا ہی۔

(۷) بنظر اصول تمدنی اصلاح امور خانگی کے لیے کبھی ہم کو دو خواہ زیادہ زوجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے نظائر لکھنے مین طول تحریر کا خوف ہے۔ اگرچہ یہ ضرورت شاذ و اتفاقی ہو مگر چونکہ قانون انتظام ایسا عام درکار ہے کہ دائمی اور اکثری اور اتفاقی سب صورتون کو شامل ہو لہذا فرمایا "ما طاب لکم" یعنے جسقدر تم کو خوش آیند اور پسندیدہ ہو دو۔ اور تین۔ اور چار نکاح کرو پس اگر کسی کی پھوڑ عورت ہو تو اسکی خانگی حالت پر نظر کیجیے تو معلوم ہو کہ کسقدر فسادات خاندان مین اور نزاع امور ریاست وغیرہ مین پڑتے ہین۔ کہ ریاست کا سرمایہ اور جائداد خاندانی پرزہ پرزہ ہو جاتی ہے۔ عورت کی بدسلیقگی سے تمام گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے کوئی اُن جنٹلمینون کے دل سے پوچھے جنکو ہماری عورتین بدتہذیب معلوم ہوتی ہین۔ اور پورانی تعلیم یافتہ عورتون سے قطعی نفرت رکھتے ہین اسی وجہ سے اکثر اُن مین کے لیڈیون کو لاکر اپنے گھر کا منتظم و منیجر مقرر کرتے ہین تو اب فرمایئے جو لوگ اس امر کے خواہان ہین کہ زوجہ ایسی ہو کہ جو جغرافیہ۔ طبیعات۔ لاجک۔ بلکہ قانون پاس کرکے بیرسٹرایٹ لا ہو ججی اور کلکٹری کے منصب کو انجام دے سکے جو بہادر کی آدھی محنت بٹا سکے صبح و شام ٹمٹم پر سوار ہو کر سربازار گھومے" تو پھر وہ کیونکر پُرانے فیشن کی عورت سے بسر کر سکتے ہین۔

پھر اب وہ فرماوین کہ وہ اپنی پہلی پھوہڑ بیوی پر تنہا کیونکر اکتفا کر سکتے ہین بجز اس کے کہ یا تو تھوڑی دیر کے واسطے سچے معتقد و پیرو سنت اسلام کے بن جاوین یا دھڑادھڑ زنا کرنا شروع کر دین۔

(۷) کچھ شک نہین کہ مخلوقات مین گو کتنا ہی اختلاف ہو مگر ایک نسبت اُن مین ضرور ہے بعض استعمال مین لانیوالے اور بعض قابل استعمال ہین بے جان چیزین جانداروں کے استعمال کو پیدا ہوتی ہین جانداروں مین حیوانات کو دیکھا جاوے تو اس مین شک نہین کہ یہ سب حیوانات حضرت انسان ہی کی خدمت کو پیدا ہوئے ہین حیوانات سے بڑھکر خود انسان کی صنفون (مرد و عورت) مین بھی یہ نسبت ہے۔ بیشک مرد استعمال مین لانے والا اور عورت قابل استعمال ہے جس کے ثبوت مین فطرتی۔ عرفی۔ مذہبی۔ شواہد موجود ہین۔ پہلے فطری شواہد سنو۔

(ا) غرض از دواج مین مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے کیونکہ جب تک مرد جماع کرنا نہ چاہے عورت اُس سے جبراً نہین کرا سکتی ہان اگر مرد جبراً چاہے تو ممکن ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرد استعمال مین لانے والا ہے۔

(ب) آلہ جماع و استعمال مرد کو عطا ہوا ہے نہ عورت کو۔

(ج) اولاد کی پرورش مین ماں کا تکلیف شاقہ اُٹھانا حالانکہ وہ نطفہ مرد کا ہے اس امر کو ثابت کر رہا ہے کہ عورت مثل ایک مزدور کے ہے۔

(دلائل عرفی)

(ا) عموماً شادی کر کے خاوند عورت کو اپنے گھر لے جاتا ہے یہ نہین ہوتا کہ عورت مرد کو بیاہ لاوے۔

(ب) بازاروں مین عورتوں کا زنا کے لیے مزین ہو کر بیٹھنا اور مردوں سے عوض لیکر زنا کرانا کافی ثبوت ہے کہ عورت بھی مثل دیگر اشیا خریدنے کے ہے۔

(ج) عورت کا حمل کی تکلیفین اُٹھانا پھر بھی بنا بر ہر مذہب کے بچہ کا باپ کی نسل سے ہوتا کافی دلیل ہے۔

(دلائل مذہبی)

(الف) منو ۹/۳۳ عورت ظرف کی صورت ہے اور مرد تخم کی صورت ظرف اور تخم کی آمیزش سے سب جسم داروں کی پیدائش ہے۔

منو ۹/۳۵ تخم اور ظرف دونوں مین تخم بڑا ہے سب جانداروں کی پیدائش تخم کے نشان سے جانی جاتی ہے۔

(ب) اولاد کے لینے کے لیے عورت سے نیوگ کرانا۔

(ج) منی ۵/۱۴۸ عورتوں کو مردوں کی تابعداری کرنے کا حکم ہے۔

ان شواہد سے صاف معلوم ہوا کہ عورت مرد کے لیئے بمنزلہ خادم کے ہے یہی معنے مستعمل ہونیکے ہین اسی قدرتی نسبت کے بتلانے کو خدا کی قدرتی کتاب کی یہ ہدایت ہے "الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا" یعنے مرد عورتون پر حاکم ہے دو وجہون سے ایک تو قدرتی فضیلت سے جو خدا نے مردون کو دی ہے دوسرے اسوجہ سے کہ مرد اپنا مال اُن پر خرچ کرتا ہے۔

پس ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ ایک مستعمل کو جتنی مستعملہ کی ضرورت ہو یا ایک حاکم کو جتنے محکوم کی ضرورت ہو عقل ضرور اُتنے کی اجازت دیگی بخلاف اسکے ایک محکوم دو حاکمون کی حکومت اور ایک قابل استعمال شے دو استعمال مین لانے والونکے استعمال مین ایک وقت مین نہین آسکتی۔

کبھی ضرورت تعدد ازواج کی بسبب اختلاف مزاج طبعی زن و مرد کے ہوتی ہے مثلاً مساحت رحم زن و آلۂ تناسل مرد مین مطابقت نہ ہو اس لیے کہ توافق انزال مرد و زن جو استقرار نطفہ کی شرط ضروری ہے۔ بدون مساوات آلات براہ تجربہ و دلیل عقلی محال ہے۔ یا موافقت شکل مخروطی رحم و آلۂ مرد۔ خواہ شکل اسطوانی اگر اس مین بھی موافقت نہ ہوگی تو موجب ایذائے مدخولہ ہوگی۔ یا مرض رتق کا ہونا جو مانع مجامعت ہوتا ہے۔ یا بانجھ ہونا عورت کا ان امراض وغیرہ مین مبتلا ہونا عورت کا کہ جن مین اکثر لاعلاج ہین۔ ایسی صورت مین اگر شریعت ہم کو دوسرے عقد کی اجازت نہ دیتی تو صریح ظلم ہے۔

اس مقام پر نیچرل صاحب کا ایک وہ اعتراض مسموع ہوتا ہے کہ۔ بذریعہ مردم شماری یہ امر ثابت ہوا ہے کہ مردون کا شمار دنیا مین عورتون سے ہمیشہ سے زیادہ رہتا ہے اور حکمت اسمین یہ ہے کہ مردون مین بوجہ تعب سفر خشکی اور تری اور جنگ و جدل کے اموات زیادہ واقع ہوتے ہین اسی زیادتی کے مقابلہ مین فطرت نے شمار انکا زائد رکھا ہے تو جب مردون کا شمار عورتون سے زیادہ ٹھہرا تو اب شریعت اسلام مین ایک مرد کے چار چار بیویان سراسر نظام عالم کے خلاف ہے یہ کیسی شریعت ہے کہ جسکی پابندی سے ایک حصہ مرد بے زن کے رہے جاتے ہین۔ اور بالفرض اگر عورت و مرد برابر بھی ہون تب بھی کیونکر ممکن ہے کہ ایک مرد چار زوجائین کرلین اور کوئی مرد بیکار بے زوجہ کا رہے تعدد اُس وقت مین مناسب ہوتا جب مردم شماری مین عورتونکی تعداد مرد سے مثلاً چوگنی ہوتی۔

پہلا جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ نیچرل صاحب کی کیا دلیل صحت پر اس مردم شماری کی ہے یورپ وغیرہ

کی نسبت ہمارا کلام نہین ہے ممکن ہے اون ملکون مین صحیح صحیح جانچ ہوتی ہو ۔ مگر ایشیا و افریقہ بالخصوص ہندوستان کی مردم شماری تو یقیناً غلط ہے آپ اگر مانین نہ سہی ہم جو شبانہ روز دیکھتے ہین تو ہم کیونکر صحت پر اس مردم شماری کے ایمان لے آوین وہ آپ کہین گے ما غلط ہونے پر کیا دلیل ہے ۔

اب سنئے بہت سے تجربہ و مشاہدہ ہمارے اس پر دال ہین (١) یہ کہ دیہات و قریات مین بھنگی و پاسی جو فواید مردم شماری سے بالکل جاہل و ناواقف ہین یہی مردم شماری کرنیوالے ہوتے ہین ۔ اکثرون کو ہزارون طرح کے شبہات اپنے ضرر کے لاحق ہوتے ہین جنسے وہ ضرور پوشیدہ کرتے ہین ۔ اگر آپ کو یقین نہ آوے تو کسی قریہ یا دیہات کی آپ خفیہ مردم شماری کا امتحان کر لیجیے ۔ (٢) مردم شماری کرنے والے اکثر بیگار و بلا اجرت کام کرنے والے ہوتے ہین اونکو زیادہ تجسس و دوڑ دھوپ کی ضرورت ہی کیا ہے جو گھر گھر جا کر ٹھیک پتہ لگا سکین ۔ تخمیناً یاد پر اپنی اکثر مردم شماری اپنے حلقون کی کر لیتے ہین جو غیر صحیح بھی ہوتی ہے (٣) ہمنے خود دیکھا ہے بوقت مردم شماری اکثر جاہل لوگ اپنے گھر کے زن و مرد کی تعداد پوری ہونس اور نظر بد کے خیال سے نہین بتاتے ۔ (٤) یہ بھی چشم دید امر ہے کہ بعض طبایع مردم شماری کو غیر مفید و مہمل خیال کر کے از راہ مضحکہ چار کے پانچ بلکہ اس سے بھی زیادہ بتا دیتے ہین ۔ (٥) یہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ ایک محلہ کی مردم شماری ہونے کے بعد اور درج رجسٹر ہونے کے بعد مرد و عورت اپنے عزیز و اقارب دوست و احباب کے مکان پر جا رہتے ہین وہان دوبارہ درج رجسٹر ہو جاتے ہین اگرچہ مردم شماری کرنے والے فی الجملہ اسکا خیال بھی کرتے ہین ۔ مگر وہ خیال غیر مفید ہوتا ہے ۔ غرض جو لوگ تعنیات مردم شماری پر ہو چکے ہین وہ خوب اس مردم شماری کی غلطی سے آگاہ ہین گے ۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ عورتون اور بچون کی مردم شماری مین زیادہ تر ایسے امور کا اندیشہ ہوتا ہے اونکی تعداد و تخمینہ بالکل غلط ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ گھر کے بیٹھنے والے ہین انکی تعداد سے اکثر بیرونی اشخاص نابلد ہوتے ہین بخلاف مردون کے اونکی تعداد کا جاننا اور جانچنا زیادہ دشوار نہین ہے کیونکہ وہ باہر نکلنے بیٹھنے والے ہین اکثر لوگ اونسے واقف ہوتے ہین یہ کم پوشیدہ رہ سکتے ہین پس انکی مردم شماری مین زیادہ غلطی کا احتمال نہین ہوتا ۔ پس نیچرل صاحب کی عقل و دانش سے کمال تعجب ہے کہ وہ اس مردم شماری کے اعتبار پر انتظام عالم جاری فرماتے ہین ۔

دوسرا جواب اس شبہہ کا بر تقدیر صحت مردم شماری یہ ہے کہ بہت سے فرقہ ایسے ہین جنمین تعدد کُجا ایک بھی زوجہ نہین کرتے۔ جیسے رہبان و تارک الدنیا جو یہود و نصاری و ہنود و مسلمین ہر فرقہ مین ہین۔ یا محتاج و تنگدست بے معاش لوگ اکثر ایسے ہین جو بخوف بے سرمایگی عقد کرنے سے محروم ہین۔ یا مخنث و خواجہ سرایا اغلام و جلق کے خوگر۔ یا قدرتی نامرد وغیرہ یہ لوگ کم نہین ہین بلکہ ہمیشہ سے انکی تعداد بہت ہوگی۔ پس انکے مقابلہ مین جو عورتین شمار مین آوینگی وہ سب بلاشوہر رہین گی لہذا قانون الٰہی نے تعدد ازواج کو جائز کر دیا تاکہ وہ بے شوہرے عورتین اس مصیبت سے نکلین اور بیکار نہ رہین۔

تیسرا جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ خالق عالم جس نے مردونکو عورتونسے زیادہ پیدا کیا وہ اس امر سے بھی ضرور واقف ہے کہ دنیا مین تعدد ازواج کی رسم قایم کرنے والی قومین کم ہین بہ نسبت اون اقوام کے جو ایک ہی پر اکتفا کرتے ہین اور انہین وہ بھی داخل ہین جو بالکل کوئی عقد نہین کرتے۔ پس ممکن ہے کہ خاص اون قبیلون مین جن مین تعدد ازواج جائز ہے کافی طور پر پیدایش عورت کی بھی ہوتی ہو۔ چنانچہ تجربہ ہمارا شاہد ہے کہ جن اقوام مین تعدد کا رسم ہے وہ کبھی حصول تعدد مین مجبور نہین ہوتے اور یہ کبھی نہین دیکھا ہے کہ کوئی شخص دو چار عقد کرنے کا قصد رکھتا ہو اور اوسکو عورتین ممکن نہون اور اوس مجبوری سے وہ ترک تعدد کرے۔ فطرتی اصول نے زن و مرد کے تعداد مین کمی اور بیشی ہمیشہ اسی مقدار سے رکھی ہے کہ سلسلہ بقاء نوع مین بوجہ توالد و تناسل کے خرابی نہ پیدا ہو۔ ہم تحقیق نہین کرسکتے کہ وجہ اسکی کیا ہے اور کس قاعدہ سے یہ انتظام جاری ہے لیکن تجربہ اور مشاہدہ ہمارے اسپر دال ہین۔

چوتھا جواب زمانہ جاہلیت جو زمانہ فترت بھی کہلاتا ہے تمام تاریخین اوسوقت کے حالات مین ہم پر ظاہر کر رہی ہین کہ عرب کی وحشی قومین لڑکی کو ہرگز زندہ نہ چھوڑتے تھے۔ قیس شیخ بنی تمیم کا مکالمہ رسولخدا سے اس امر پر دال ہے جسکا ذکر ہم آیندہ کرینگے۔ اور یہ بھی اوس زمانہ کی تاریخ دیکھنے سے بخوبی ثابت ہے کہ قاعدہ ازدواج اوسوقت مین بالکل نامربوط نا مہذب تھا کوئی تعداد مقرر ہی نہ تھی ایک شخص بیسیون عورتین رکھ سکتا تھا۔ اب فرمایے جبکہ پیدایش نسوان کا سلسلہ قتل سے روکا ہوا تھا اوسوقت مین اون عربون کو اسقدر عورتین کہانسے میسر آتی تھین پانچوان جواب۔ اخبار اپرس لندن مین ایک مضمون بعنوان دو عورتون کے مقابلہ مین مردونکا شمار عظیم، شایع ہوا ہے جسکے ضمن مین یہ بحث چھیڑی گئی ہے کہ شادی کس عمر مین کرنی مناسب ہے

صحیح جواب تو اس سوال کا یہی ہوسکتا ہے کہ عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ جسوقت اُسکو معقول خاوند ملنے کا موقع ملے فوراً شادی کرلے ورنہ وہ کنواری ہی رہے گی - یہ مشورہ نہایت مستحکم دلائل پر مبنی ہے اب آجکل وہ زمانہ نہین ہے کہ عورتین چھان بنان کرکے اپنے واسطے خاوند تجویز کرین کیونکہ اگر اوسوقت ممالک متحدہ کی تمام مردم شماری کرنے پر مستعد ہو جاوین تو ۱۲۵۳۹۰۵ عورتون کو شادی کیجانب سے مایوس ہوکر اپنی زندگی تنہائی مین گذران دینی ہوگی اعداد مندرجہ ذیل درج کرکے یہ خیال کیا گیا ہے کہ تمام مرد و عورتین بن بیاہی ہین لیکن منجملہ ۲۰۱۰۲۴۰۸- لڑکون و مردون کے اس ملک مین صرف ۶۸۶۷۲۵۰ مرد بیاہے ہوے ہین اور ۷۱۱۰۵ رنڈوے ہین - بن بیاہے مردون کا صحیح شمار ۱۲۵۲۴۹۵۳- اور بن بیاہی عورتونکا شمار ۱۲۷۲۴۶۴۷ ہے پس اگر بن بیاہے مردون کی شادی کردی جاوے تو عورتین ۲۰۰۵۹۴ عورتین بن بیاہی رہینگی اور انکو خاوند ملنے مین نہ روپیہ مدد دے گا نہ الفت کام آوے گی - انتہے - تو اب فرمایے ۲۰۰۵۹۴ عورتونکا بیاہ کیونکر ممکن ہے بجز اسکے کہ تعدد ازدواج کی رسم کو جاری کرین —

الغرض یہ تو فواید تعدد ازدواج کے تھے - اب اس رسم کے ترک کرنے سے جو نقصانات ہین اونسے بھی واقف ہونا چاہیے -

(۱) انگلستان مین اس رسم کے ترک ہونے کے نقصانونمین سے ایک نقصان یہ ہے کہ بیشمار عورتین غیر منکوحہ رہکر دو گناہ عظیم - یعنے زنا - اور اوسکے چھپانے کے قتل اولاد و اطفال مین کثرت سے مبتلا ہو رہی ہین -

چنانچہ آیرش ٹائمس مورخہ ۱۲- اگست ۱۸۹۶ء سے بلفظہ معلوم ہوا انگلینڈ خاص مین بحساب تین ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہین کیونکہ دس برس مین تیس ہزار بچے قتل ہوے تکیہ چھوٹی چھوٹی قبرونسے بھرے ہین مگر تین ہزار انمین سے بے دفن و کفن ہو چکے ہین - بعضی گرجا گھرونمین بعض اصطبلونمین - بعض مکان کی چھت مین - بعض خالی قبرستانونمین بعض کاغذات کے صندوق مین - بعض نالونمین گھر کا کوڑا پھینکنے کے مکانونمین صندوقونمین مکانون کی نیو مین - ریل گاڑی مین نشستگاہونمین - ریلوے گھر مین جہان اسباب رکھا جاتا ہے پوٹلی مین بندھے ہوے کاغذ مین لپٹے ہوے - اور راہونمین - خندقونمین - ننھی ننھی لاشین - پاخانونمین - ٹکڑے کیے ہوے - نابدانونمین ملتی ہین معلوم نہین کہ

کتنے بے گناہ بچے مقتول مدفون ہین اور دریاؤن مین ڈبوئے گئے کہ جنکا نشان بھی نہین مل سکتا
ایک سال لنڈن مین جو پایہ تخت انگلستان ہے فقط اوسکے کوچون مین (۸۱۳) لاشین ننھے ننھے
بچون کی پڑی ملین۔ یہان بہت سی ایسی عورتین اور بعض مرد بھی ہین جو دیکھنے مین بھلے آدمی
ہین اونکا پیشہ یہ ہے کہ بچون کو ماؤن سے لیکر اپنے گھرون مین پالنے کو لاتے ہین اور بھوک
و پیاس یا استعمال زہر وغیرہ سے بچون کو ہلاک کرتے ہین۔ بعض حرامکار مائین ایسی ہین کہ وہ
(۶۰۰۰) تک ان قتالون کی نذر بخوشی کرتی ہین .... اگرچہ ہزارون اسطرح سے قتل ہوتے
ہین تب بھی وہ نطفہ حرام جو زندہ ہین تعداد مین بیشمار ہین۔ یہ جو حال لکھا گیا فقط انگلینڈ کا تھا
اسکاٹلینڈ۔ ویلز۔ آیرلینڈ۔ اس سے علحدہ ہین ورنہ فقط ویلز مین مجھے یاد ہے کہ ایک سال
عدد اولاد نکاحی ۱/۳ اور ولدالزنا ۲/۳ تھی (از اودھ اخبار نولکشور نمبر ۲۶۲ جلد ۱۳ مطبوعہ
۱۷ نومبر ۱۸۸۱ع۔

مقدس پولوس کی ترغیب سے عیسائیون کے مقدس قادرون نے جب گسائیون کی
روش اختیار کی تو تالاب صاف کرانیکے وقت ان بزرگ پادریونکی یہ کرامت ظاہر ہوئی
کہ انکے مجرّوم رہنے کیوجہ سے چھ ہزار حرامی بچون کی کھوپریان اوسمین سے نکلین۔ جو اوسون نے
بغرض اخفائی زنا اوس تالاب مین ڈالدین تھین۔ اور معلوم نہین کہ زیر زمین کتنے ایسے بے گناہ
دفن کئے گئے ہونگے۔ پس عدم تعداد ازدواج باعث ظلم و انظلام ہے اور بنا بر ہدایت
قرآنیہ بعد حضرت ابراہیم جو انبیا گذرے وہ ملت ابراہیمی پر تھے اور منشاء ملت ابراہیم کا
تعدد ازدواج ہے لیکن حضرت ابراہیم کے چھوٹے بیٹے اسحاق کی اولاد مین سے حضرت موسیٰ
نے جو ایک مدت کے بعد اوسی ملت کو ترویج فرمایا اور رہبون کی بیخ کنی کرکے صاف وستھرا
کردیا۔ پھر حضرت عیسیٰ کو ننہالی نسب سے جو کہ اسحاقی تھے یہ ضرورت پڑی کہ اپنے وقت کی
مصلحتون کے بموجب اوس طریقہ کی ترمیم کرین اور رواجون سے اوسے صاف وستھرا کرین
اور رہبون کے غلط اجتہادونسے تو اسیطرح سے جناب رسالتمآب اور حضرت امیر علیہ السلام
اور آئمہ معصومین کہ جو حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے تھے۔ کہ جو بڑے بیٹے حضرت ابراہیم کے تھے
زمان فترت مین پھر اوسی پرانی ملت کی ترمیم حسب مصلحت وقت و حکم الٰہی کرکے اوسکے غلط
رواجون اور اجتہادون سے یہود و نصارا کے پاک کرکے ٹھیک ٹھیک مرکز پر بٹھادیا موافق
اصلی تعلیم خلیل جلیل کے اور بموجب کلیات حکمت ناموسی و حکمت اخلاق کے پس درحقیقت

شریعت موسوی و شریعت عیسوی۔ و شریعت محمدی صلعم ایک ہے ملت ابراہیمیؑ مین فرق اتنا ہے کہ تعلیم اسلام نظام عدل پر ہے مثل شریعت حضرت موسیٰؑ کے بخلاف شریعت حضرت عیسیٰؑ کے کہ وہ نظام حب پر تھے جیسا کہ اونکے حکموں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو ایک گال پر طمانچہ مارے تو اوسکے آگے دوسرا گال بھی جھکا دو کہ ادھر بھی مار لو اور جو بیگاری پکڑ کے اوس بھر لیجاوے تو دو کوس اوسکے ساتھ چلے جاؤ۔ اور تمھین گالیان دے تو اوسے دعائین دو۔ اسی نظام حب کی بنا پر عورت کا خیال کر کے تعدد ازواج کو اگر اچھا نہ سمجھا ہو تو عجب نہین حالانکہ ممانعت صریحی انجیل مین بھی نہین ہے۔

بہرکیف حصر عقلی ہے انھین دو نظامون پر ساری خدائی کے انتظامونکا پس تعلیم حکمت یا مذہب کی ان دو طریقون سے خارج ہو وہ ٹکسال باہر ہے اور عاقلونکی پابندی کے قابل نہین اب رہا اختلاف اسمین ہے کہ ان دونون نظامون مین ترجیح کسے ہے اخلاقی حکیمون مین مشہور یہ ہے کہ بہتر نظام حب ہے اور یہ افتخار سچے عیسوی مذہب کے واسطے کافی ہے۔ اور تحقیق اسلام یہ ہے کہ حب حیوانی جائز نہین اور حب انسانی مستلزم عدل ہے پس شریعت محمدیؐ کے نظام عدل پر ہونے کیوجہ سے نظام حب پر بھی ہوے اور اسلام نے طریقہ جمع کا ان دونون نظامون مین یہ اختیار کیا کہ آدمی کو اپنے ذاتی معاملہ مین غیر سے واجب بھر تو عدل کا برتاؤ ہے اور بہتر طرح دینا اور معاف کرنا حب کے نظام پر اور دو غیر ومین فیصلہ کرنا منحصر ہے عدل کے نظام پر مگر یہ کہ وہ دونون خود نظام حب پر آپسمین ملاپ کر لین۔ اور یہ طریقہ جمع کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے اونکے مشہور افادات مین پس کثرت ازواج کا مدار نظام عدل پر ہے جو طریقہ موسوئی و ملت ابراہیمی سے مطابق ہے اور اسی نظام عدل کی بنا پر احکام قصاص و میراث وغیرہ جاری ہوتے ہین۔ اور اسی نظام عدل کی بنا پر شریعت نے ہمکو یہ بتایا ہے کہ کن عورتونسے ہمکو نکاح نہ چاہیے اور کس سے نکاح درست ہے۔

اب ہم اس امر کو بیان کرتے ہین کہ رسم تعدد ازواج اسلام مین نظام عدل پر ہے۔

تعدد ازواج ازروی نظام عدل

اسلام نے محض اس رسم تعدد ازواج کو جو پہلے سے چلے آتے تھے قبول کرنے پر اکتفا نہین کی بلکہ اسنے مشرقی عورتون کی حالت پر بہت کچھ مفید اثر ڈالا۔ عورتون کی حالت جو اسلام کے

اثرکو دریافت کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم معلوم کرین کہ قبل از اسلام اونکی کیا حالت تھی جو برتاؤ عورتون کے ساتھ قبل از اسلام ہوتا تھا اوسکا پتہ ہمین قرآن کے بعض احکام نواہی سے ملتا ہے

؎ اے مسلمانون تمھاری مائین - اور بیٹیان اور بہنین - اور پھوپھیان - اور خالائین - اور بھتیجیان - اور بھانجیان - اور دائیان جنھون نے تمکو دودھ پلایا ہے - اور دودھ شریک بہنین - اور تمھاری ساسین - (یہ سب) تمپر حرام ہین - اور جن بی بیون کے ساتھ تم صحبت داری کر چکے ہو اونکی لڑکیان - (یعنے مادر جلو) جو (غالبًا) تمھاری گودون مین پرورش پاتی ہین (تمپر حرام ہین) لیکن اگر ان بی بیون کے ساتھ تمنے صحبت داری نکی ہو تو (مادر جلو لڑکیون سے نکاح کر لینے مین) تمپر کچھ گناہ نہین اور (تمھاری بہوین یعنے) تمھاری (صلبی) بیٹونکی بیبیان (بھی تمپر حرام ہین) اور دو بہنونکا - ایک ساتھ نکاح مین رکھنا (بھی تمپر حرام ہے) سورہ نسار آیت ۲۳ -

ان احکام نواہی سے معلوم ہوگا کہ جن اقوام کے لیے ان احکام کی ضرورت ہوے اون کا اخلاق کیا تھا - لیکن البتہ جب یہ امر ہمارے مدنظر رہے کہ زمانہ قدیم مین کل اقوام؎ سمیٹیا طینہ کے اطوار ایسے ہی تھے تو ہم اعراب جاہلیت کو زیادہ سخت نظرون سے نہین دیکھ سکتے وہ احکام نواہی - جو توریت کی کتاب احبار کے اٹھارہوین باب کی چھٹی آیت سے اٹھارہوین آیت تک درج ہین بجنسہ ان احکام کے مماثل ہین اور اونسے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اونکے قبل کی حالت اخلاقی نہایت ہی ابتر تھی -

خدا نے بیشک تعدد ازواج کی اجازت دی مگر ساتھی یہ بھی کہدیا کہ -

؎ اگر تمکو اسبات کا خوف ہو - کہ کئی بی بیون مین برابری نکر سکوگے تو اسصورت مین ایک ہی بی بی پر کفایت کرو - یا جو لونڈی تمھارے قبضہ مین ہو اوسپر قناعت کرو - نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے - یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے - چونکہ پورا پورا عدل مساوات کلی محبت اور دلی الفت اور مباشرت وغیرہ مین محالات سے ہے - بعض حالتومین عورت کو کئی معذوریان ہوتی ہین اور بعض اوقات مرد کو کئی مجبوریان اور عدل حقیقی ناممکنات مین سے ہے - اسلیے

؎ محققین علم الانسان نے مختلف توجیہات کی بنا پر جنمین زیادہ تر زبان کا لحاظ رکھا گیا ہے کل اول اقوام کو جنھون نے وقتًا فوقتًا ملک عربستان اور ایشائے کوچک مین بود و باش کی ہے یعنے عرب - یہود - فینیقے - عبرانی - شامی - بابلی - اسیری کو ایک خاندان مین شامل کر دیا ہے اور اسکا نام خاندان سیمیاطیقی رکھا ہے

ضرور تھا کہ خدا اوس عدل کی تفصیل کرتا جسمین انسان عقبی مین ماخوذ نہ ہوسکے تو وہ عدل یہ ہے کہ ”گو دلی الفت اور مباشرت مین مساوات نہ رکھ سکے کیونکہ یہ اوسکے اختیار اور فطرت سے باہر اور از قبیل تکلیف مالایطاق ہے۔ لیکن مواجب و حقوق اور شب باشی مین سب کے سات مساوات ملحوظ رکھے اور ایک طرف زیادہ مایل اور دوسری طرف سے بے پرواہی نہو جاوے چنانچہ سورہ نسار کی (۱۲۹) آیت مین خدا فرماتا ہے ”ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة“ یعنے تم کتنی ہی سعی کرو۔ دلی محبت دلی الفت مباشرت اور ہر ایک امر مین برابری اور عدل حقیقی محال ہے لیکن وہ عدل جو انسان کی وسعت اور مقدور کی حد کے اندر ہے ہر ایک کو ضرور کرنا چاہیے اور وہ یہی ہے کہ ”فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة“ یعنے انسان ایک ہی بیوی کی طرف نہ جھک پڑے کہ دوسری معلقہ رہ جاوے۔ یعنے نہ بیاہی ہو نہ مطلقہ۔ بلکہ دونون کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ مواجب اور حقوق اور حسن معاشرت اور شب باشی وغیرہ مین جو اسکے حد اختیار کے اندر ہے۔ سب کو برابر سمجھے اور انسانی حد کے اندر تک ہر ایک سے سلوک کرنا یہی تقوی کی راہ ہے جیسا کہ خدا تقوی کی نسبت بھی فرماتا ہے ”واتقوا اللہ حق تقاته“ خدا سے اتنا ڈرو جتنا اسکا حق ہے اور پھر تفصیل کردی کہ ”فاتقوا اللہ ما استطعتم۔“ جہانتک تمھاری طاقت و وسعت ہے وہانتک ڈرو کہ یہی ڈرنے کا حق ہے۔ بہر حال شب باشی و خرچ اخراجات و مواجب و حقوق مین سب کو مساوات چاہیے جو انسان کی استطاعت کے اندر ہے۔ شرط عدل ہے۔ لیکن دلی الفت و محبت یکسان ہونا یہ انسانی فطرت سے باہر ہے اور اسلیے یہ شرط کہ جو از قسم تکلیف مالایطاق ہے۔ مقرر ہو نہین سکتی۔ اور اگر سچ پوچھو تو اسقدر عدل بھی انسان کیلیے سخت مشکل ہے اور بغیر اشد ضرورت کے اسقدر تعلقات کا بوجھ اوٹھا نہین سکتا۔ اور اسلیے ان شرایط پر بھی کسیکو دوسری شادی کرنے کی بمشکل جرأت ہوسکتی ہے جب ایک عورت کی پوری خبرگیری کرنے مین قصور ہونے لگے تو پھر خدا نے صاف سورہ نسار کی اسی (۱۲۹) و (۱۳۰) آیت مین اون عورتون کو یا تو پہلے طور پر رکھنے یا ایک بخت چھوڑ دینے کا حکم فرما دیا ہے جسمین نا انصافی یا عورت کو تکلیف دینے کا واہمہ بھی دلمین نہ ہونا چاہیے چنانچہ خود خدا فرماتا ہے ”وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما“ اور اگر تم آپس مین موافقت رکھو کسی عورت پر زیادتی کرنے

بچے رہو تو خداوند کریم غفور الرحیم ہے۔ ناواقفی کی حالت مین جو زیادتی ہوگی معاف کردیجاویگی اور اگر میان بی بی مین اصلاح کی صورت کوئی نہ بنے۔ اور ایک دوسرے سے جدا ہوجاوین تو خدا اپنے خزانہ غیب سے دونون کو بے نیاز کردے گا۔ خدا کے یہان بڑی گنجایش ہے اور اوسکی تدبیر بڑی محکم ہے۔ اب نظر انصاف کرو کہ تعدد ازواج کا حکم بنا بر نظام عدل کے کیا اچھا ہوا مقرر ہوا ہے۔

متعہ

جبکہ تعدد ازدواج جائز ہے تو اب متعہ کی حقیقت پر بحث لازم ہے۔ متعہ نکاح کی ایک قسم ہے جسمین ایجاب و قبول، مہر، عدہ لازم ہے۔ متعہ نکاح میعادی ہے۔ جس طرح سے اولاد منکوحہ وارث ہے اپنے مان باپ کی اوسی طرح سے اولاد متوعہ کی بھی وارث ہوتی ہے۔ لیکن زوجہ ممتوعہ البتہ وراثت نہ پاوے گی۔ یہ سب باتین حرام سے بچنے کے واسطے کی گئی ہین۔ اور اس طریقہ ازدواج مین یہ حسن ہے کہ مثلاً کوئی مسافر ہے یا فوجی ہے جسکا قیام ایکوقت خاص تک اوس مقام پر ہے تو وہ زوجہ دائمی کیونکر کرسکتا ہے۔ یا وہ عورت واسطے دوام کے راضی نہ ہو۔ یا مرد کو حضر یا سفر مین ہمیشہ کے واسطے قدرت تکفل دائمی نہ ہو۔ اور نہ کرنے مین اندیشہ حدوث امراض خطرناک کا ہو۔ یا حرام کاری کا اندیشہ ہو ان سب ضرورتون سے تحفظ حرام کاری سے کرایا گیا اور اجازت ازدواج واسطے ایک مدت خاص کے بھی دی اور اسیکو متعہ کہتے ہین بہت سے مسلمان ایسے ہین کہ اونھون نے تا دم مرگ نکاح نہین کیا بلکہ ایک ہی عورت سے چند بار متعہ مین اتنی مدت معین کی جو عمر بھر کے واسطے کافی رہے۔ بعضے ایسے ہین کہ جنھون نے ایک ہی نکاح کرلیا اب اونکو ضرورت دو یا تین زوجاؤن کی ہے اونھون نے اس خیال سے کہ نکاح مین زحمت بہت ہے عدالت بھی برابر مشکل سے[1] ہوگی لہذا اپنی ضرورت کو اونھون نے متعہ کرکے رفع کیا۔ بہرحال مسلمان جو کچھ کرتے ہین پابندی شریعت کے ساتھ اور حرام کاری سے ضرور بچتے ہین۔ بھلا کسی اور قوم کو بھی ذریعہ آسان سے حرام کاری سے بچنا نصیب ہوا ہے۔

---

[1] یہ شبہ نہو کہ متوعہ بھی انسان ہے اسکے ساتھ عدالت کے برتاؤ نہ کرنیمین سراسر ظلم ہے۔ ظلم اوسوقت ہوتا جبکہ عورت کی ناراضی ہوتی اور جب عورت سے کہدیا کہ وہ برتاؤ تجھسے نہ کیا جاویگا جو زوجہ منکوحہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اوسپر وہ راضی بھی ہو تو پھر ظلم نہوگا۔ دوسرے یہ کہ مراد عدالت مکرر سے یہ ہے کہ چند حقوق جنکا لحاظ منکوحہ دائمی کے ساتھ لازم ہے وہ ممتوعہ سے لازم نہین جیسے شب باشی مین مساوات یا میراث کا ملنا یا نفقہ کا ملنا وغیرہ یہ سب امور رضامندی سے ہین ۱۲ منہ

اگر کوئی بچا ہے تو امراض خطرناک یا مصائب و تکلیفات مین مبتلا ہوکر- اس زمانہ مین یورپ کی جدید روشنی سے ایک فوجی فرقہ (ریکروٹ) ایسا پیدا ہوا ہے کہ ہمیشہ دوردراز ملکوں مین پھرتے ہیں ونیز تا زمانہ معین جبتک وہ فوجی تعلیم سے فارغ نہون اپنی عورتون کو بے وارث چھوڑنا اونکی عزت اسکو گوارہ نہین کرتی پس وہ نکاح سے باز رہتے ہین - پھر یا تو ادمین مادہ رجولیت نہین ہے - اور ہے تو حرام کاری کرتے ہونگے اگر حرام کاری سے بچتے ہونگے تو کیسی نفس کشی کی مصیبت جھیلنا پڑتی ہوگی - پھر کیا اگر وہ اس مبارک رسم سے فیضیاب ہوتے تو ان مصائب مین مبتلا ہوتے ہرگز نہین ۹ - شریعت اسلام نے حرام کاری وحفاظت خود اختیاری کو جملہ امور پر مقدم رکھا ہے اور اس رسم کو جاری فرماکر اسکے واسطے بھی احکام وقیود مقرر کردیے ہین - اور چونکہ خواہش ہمبستری کی ایک فطری شے ہے پس اوسکے واسطے جائز طریقہ مقرر نہ کئے جاتے تو کیونکر وہ ناجائز طریقون سے بچ سکتا عورت ہر ماہ مین آٹھ نو روز بیکار نا قابل مباشرت ہوجاتی ہے اس زمانہ ناقابلیت مین اگر دوسری عورت نہ ہو تو مرد کی خواہش کیونکر رفع ہوسکتی ہے ایام حمل سے تا ولادت وتا ایام رضاعت دو سال چھ ماہ کامل ناقابل مباشرت رہتی ہے جو بہت دراز زمانہ ہے اور یہ امر عقلاً وحکمتاً واز روے تجربہ اظہر من الشمس ہے کہ ایام حیض وایام حمل مین خلقت کامل نہ ہوجانے سے اور ایام رضاعت مین مباشرت جنین وعورت دونون کے لیے سخت مضر ہے بلکہ زہر ہے - جیسا کہ مفصلاً سابقاً بیان کیا - اب ان ایام ناقابلیت مین بیچارہ مرد کیونکر خواہش نفسانی پوری کرے پس اس چندروزہ ناقابلیت زن کے واسطے دائمی تعلق کسی سے پیدا کرنا اور نکاح کرنا ایک بار عظیم کا سر پر لینا ہے بعض ایسے مفلس ونادار ہین کہ دائمی تکفل پر قادر نہین پس وہ بیچارے کیا کرین لہذا یہ چندروزہ کسی عورت سے تعلق جائز کرکے اپنی خواہش کو دفع کرنا اور حرام کاری سے بچنا عین عدل[1] وانصاف ہے"

والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم

جاریہ

شریعت اسلام نے تیسری قسم کی عورت جو مرد کیواسطے جائز کی ہے وہ لونڈی ہے - جو عیسائی اعتراض

---

[1] متعہ کی بحث سے حضرات اہلسنت سے مناظرہ مقصود نہین ہے - اسی بحث کو حضرات اہل سنت صدر اسلام مین (جب اونکے نزدیک بھی متعہ جائز تھا) منطبق کرین اور حضرات شیعہ اب بھی جواز کے قایل ہین اونکے واسطے جواز کے مصالح وفواید اس زمانہ مین بھی یہی ہون گے ۱۲ منہ

کرتے ہین کہ مذہب اسلام نے اجازت دی ہے کہ لونڈیون کے نام سے جتنی عورتین کوئی چاہے گھر مین ڈال لے۔ اسمین اور رنڈی بازی مین کچھ فرق نہین ہے۔

اس اعتراض مین لائق تنقیح دو امر ہین۔

(۱) یہودیون مین جو لونڈی رکھنے کا رواج تھا مذہب عیسائی نے اوسکی نسبت کیا کارروائی کی اسلام مین لونڈیون کے احکام کے متعلق حملہ کرنے سے معترض اپنے مذہب کو لازمًا اس سے خالی قرار دیتا ہے اگر کوئی شخص اناجیل کے لفظ لفظ پڑھے تو وہ ضرور یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ جس صورت مین یہودی شریعت مین یہ رواج بہت ترقی پر تھا اور انجیلونمین اسکی ممانعت کا اشارہ تک نہین (اور بالفرض ہو بھی تو احکام توریت کی تنسیخ کا انجیل کو اختیار ہی کیا ہے) اس بنا پر ضرور انجیل نے اسکو تسلیم رکھا ہے پھر اسلام پر اعتراض کیون ہو گا۔ اصل یہ ہے کہ یہود کی شریعت مین لونڈی کو بطور بیوی کے رکھنا تعدد ازواج کی ایک صورت تھی اور ان دونون صورتونمین مذہب عیسائی ہرگز مانع نہین ہوا غلامی کو حضرت مسیح نے کبھی نہین روکا اور اس امر کی کھلی کھلی شہادت ملتی ہے کہ لونڈیون کو بطور بیوی کے گھر مین ڈال لینا عیسائیونمین رائج رہا ہے۔ ملاحظہ ہو انسکلوپیڈیا برٹیکا مین لونڈیون پر مضمون لکھتے ہوے لکھا ہے کہ "پوپون کے خطوط کے بعض فقرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعلقات کی اونھون نے اجازت بھی دی تھی" اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف عیسائی مین اس امر کا رواج رہا بلکہ اونکے مقدس پوپون نے بھی اسکو جائز قرار دیا ہے اور اجازت دی ہے۔ پھر وہی مضمون لکھتے ہین کہ "ٹولیڈو کی کونسل اول کا جلسہ جو ۴۰۰ء مین ہوا تھا قاعدہ ہفتدہم یہ ہے کہ جو شخص ایک پاکدامن بیوی کی موجودگی مین لونڈی کو گھر مین ڈال لیتا ہے اوسکو خارج کیا جاوے گا۔ لیکن اگر وہ لونڈی بیوی کیطرح اوسکی خدمت کرے اور ایک ہی عورت جسکو لونڈی کہا جاتا ہے اسکے پاس ہو تو پھر اوسکو خارج نہین کیا جاوے گا۔ یہ طریقہ صرف عوام الناس کے لئے ہے جائز نہ تھا بلکہ پادری جنکو نکاح کرنے کی اجازت تھی اونکو بھی اسیطرح لونڈی گھر مین ڈال لینے کی اجازت تھی۔ اسکے بعد جو کونسلین ہوئین اونھون نے لونڈی کا نام بدکار عورتون پر بھی بولا ہے جو گھر مین ڈال رکھی جاتی ہین"

(۲) جس طریق سے اسلام نے لونڈیون کے ساتھ وطی جائز رکھی ہے اوس مین اور رنڈی بازی مین کچھ فرق ہے یا نہین۔ بیشک لونڈیون کو گھر مین ڈالنا یہ نکاح کی ایک خاص صورت تھی

جو سابق کی سوسائٹی مین بلحاظ غلامی کے رواج کے بعض اوقات ضروری ہوتا تھا۔ عیسائیون نے اس رواج کو کسبیون کے پیشہ کے برابر ٹھہرایا ہے جسمین وہ ایک بہت بڑی غلطی مین گرفتار ہوئے ہین۔ کسبیان وہ عورتین ہین جنکا پیشہ یہ ہے کہ جو شخص انھین کچھ معاوضہ دیدے اوس سے ارتکاب زنا کرین۔ لونڈی کو گھر مین ڈال لینے سے یہ منشا ہوتا ہے کہ آقا اوسکو بطور بی بی کے رکھے بلحاظ تعلقات زن وشوہر۔ لونڈی اپنے آقا کی بیوی اور آقا لونڈی کا خاوند ہوتا ہے۔

کسبی بازار مین بیٹھتی ہے ایک پر منحصر نہین بلکہ دس بیس سو پچاس سے بھی معاوضہ لینے پر بند نہین ہے لونڈی کیا بازار مین بیٹھتی ہے۔ یا سواے اپنے آقا کے جو اوسکا خاوند ہوتا ہے کسی اور سے ہمبستری کرتی ہے یا کسی سے کچھ معاوضہ لیتی ہے۔ کسبی سے اولاد جو آقا سے پیدا ہوتی ہے وہ صحیح اور جائز نہین اولاد سمجھی جاتی ہے اور مثل اولاد منکوحہ اوسکی جائز وارث نہین ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ لونڈی اور بیوی مین کوئی فرق نہین ہے اور اگر ہے بھی تو صرف حیثیت کا کہ وہ آزاد بیوی کے برابر حیثیت نہین رکھتی پس ایسے تعلقات پر اگر کوئی اعتراض ہے تو یہی کہ وہ نکاح کی ایک ادنی صورت ہے جسمین عورت کو برابری کے حقوق نہین دیئے گئے اور رسم نکاح اس طریق سے ادا نہین ہوئے جس طرز پر آزاد عورتون کی رسم نکاح ادا ہوتی ہے لونڈی کے گھر مین ڈالنے کو نکاح کی ایک رواجی صورت کہ سکتے ہین جسمین باوجود بعض تفاوتون کے نکاح کے اغراض حاصل ہین۔ اس قسم کے رواج ابتک بعض عیسائی ممالک مین پائے جاتے ہین خصوصًا جرمنی مین یہ رواج ابتک ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ وہان اگر منکوحہ بیوی کی اولاد موجود ہو تو لونڈی کی اولاد وارث نہین ہوتی اور اگر منکوحہ بیوی سے اولاد نہ ہو تو اوسوقت لونڈی کی اولاد کو باپ کی جائداد کا ایک تہائی حصہ ملتا ہے۔ اور اسلام مین بہرحال لونڈی کی اولاد وارث ہے برابر سے۔

نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم
واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ وبشر المومنین

بعض متعصبین کا اعتراض اسلام پر یہ ہے کہ مسلمانون مین اس آیہ حرث لکم سے عورتون کے ساتھ وطی فی الدبر کا حکم ہوا ہے۔

یہ محض اونکا جہل وتعصب ہے ہرگز ہرگز قرآن اسکی اجازت نہین دیتا بلکہ قرآن کی ہدایت اسکے خلاف ہے۔ اسی آیہ کے ذریعہ سے ہر ناجائز طریق کو منع کیا ہے۔ دیکھو ترجمہ لفظی اسکا

"وہ تمھاری عورتین (قدرتی تعلق کی جہت سے) تمھاری کھیتیان ہین (یعنے نسل انسانی کے تولد کا محل) تم اپنی کھیتی مین جب یا جسطرح چاہے آؤ (آگے سے یا پیچھے سے جو آسن ہو نہ یہ کہ مبرز مین دخول کرو) مساس کرو بوس وکنارہ کرو محبت آمیز باتین کرو۔ مگر شہوت رانی کی غرض سے نہین بلکہ) قدموالانفسکم " یہ تمام فعل ایسے طریق سے کرو کہ آیندہ کیواسطے ہر قسم کی خیر وبرکت کا موجب ہو۔ اور ایسے وقت مباشرت کرو جس سے صالح اور تندرست اولاد کے پیدا ہونے کا یقین ہو اور اولاد کی جسمی اور روحی حالت عمدہ سے عمدہ ہو۔

"واتقوا اللہ " (اور مباشرت مین افراط وتفریط کرنے اور اس بارہ مین حد اعتدال سے بڑھنے مین اور خلاف وضع فطری امور کے ارتکاب سے جسمین اولاد کے پیدا ہونے کی کوئی صورت نہین۔ محض حیوانون کیطرح شہوت رانی ہے) ان باتو نمین خدا سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تمھین اللہ تعالے سے ملنا ہے۔ اور ساری بداعتدالیون اور خلاف وضع فطری کامون سے باز پرس ہونیوالی ہے اور اے نبی جو لوگ خدا کے کلام پر یقین رکھتے ہین اور اوسکے ہدایتون کے موافق کام کرتے ہین انکو بشارت دیدے کہ خدا انکو اولاد صالح عطا فرماویگا جو دنیا ودین مین انکے کام آئے گی اور حسن عاقبت کا موجب ہو گی "

اب نہین معلوم آیت پر اعتراض کیا ہے اور اغلام کا حکم کسمقام سے نکلتا ہے۔ عقلی فائدہ بھی جماع کا اسمین متصور نہین بلکہ ضرر کا خیال ہے اسلیے کہ ہر سوراخ کا ایک ہی پر قیاس کرنا صحیح نہین عضو مرد وفرج عورت مین ایک خاص طرحکی قدرتی نرمی وگرمی ہوتی ہے کہ وہ صدہا بیماریون کی طرفین کی دوا ہوتی ہے اور وہ مخصوص عضو دونون عورت ومرد کے ہے یہی وجہ ہے کہ کثرت لواطہ یا جلق سے مخصوص عضو ایسے گنہگارون کے ایسے مضمحل ہو جاتے ہین اور رگین لچجاتی ہین کہ وہ بیکار ہو جاتے ہین اور کبھی رطوبت آجاتی ہے اور طبیعت متوجہ دفع نہین رہتی اور یہ باعث نامردیکا ہوتا ہے اور اسوجہ سے ابتدا مین اگر لواطی ومجلوق وغیرہ بہ تکلیف ایک آدمی بالبہی عورت سے تعلق کرکے دیر تک تامل کرین تو بہاپ سے عضو مخصوص زن سے مرد کے عضو مخصوص کو ایک سینک پہونچتی ہے کہ وہی علاج ایسے نامردونکا ابتدا مین ہو جاتا ہے اور ایسی ہی مصلحتون سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لواطہ کو حرام کیا ہے اور جلق کو بھی بلکہ بعض اخبار احادیث مین یہانتک تاکید ہے کہ گویا اوسنے اپنی مادر سے زنا کیا۔

اور شاید یہ انسانیہ سے کہ نطفہ ایک جسمانی جزو ہے مان باپ کا اوسکی اولاد مین

اور وہ جز اسکے ہاتھ وغیرہ مین بھی شریک ہے تو جب اوسنے اپنے ہاتھ وغیرہ سے ایسی حرکت کی تو گویا ماں باپ سے بے ادبی کی پس یہ آیت سراسر حقانی فلاسفی سے بھری ہوئی ہے اور اسکے لفظ لفظ مین ہدایت اور فطرت پر چلنے کا ارشاد ہے اس آیت نے اپنے مفہوم مین سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے اور طبعی اقتضا کے موقع پر اور ایک اعتدال کے ساتھ جبکہ اولاد پیدا ہونیکا خیال ہو باقی تمام خلاف وضع فطرے امور اور افراط وتفریط کثرت جماع اور ایک قسم کی شہوت پرستی و بدکاری و بدافعالی سے منع کر دیا ہے اور ”حرث“ کا لفظ استعمال کر کے تمام بداعتدالیون بدافعالیون کو قانون قدرت و آئین فطرت کے خلاف ثابت کر کے بنی نوع انسان کو ہزارون قسم کے دکھون اور بیماریون سے نجات کا راستہ بتا دیا ہے کیونکہ ”حرث“ کا لفظ جسکے معنے کھیتی کے ہین صرف زمین کے اوسی مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے جسکو ہر ایک قسم کے خس وخاشاک سے پاک وصاف کر کے محض زراعت کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور اوسکی تخم ریزی کر کے غلہ کی پیدائش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطع زمین پر جسمین یہ صفات نہون ہندی زبان مین بھی کھیتی کا لفظ استعمال نہین کیا جاتا چنانچہ تفاسیر مین معنے ”حرث“ کے لکھے ہین وہ الحرث الارض المبتمئہ للزرع ”حرث کے معنے وہ قطعہ زمین ہے جو زراعت کے لیے تیار کی گئی ہو اور۔ نساءکم حرث لکم اے محل زرعکم للولد“ یعنے اولاد کے پیدا ہونے کا محل ہین۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب خدا نے اس آیہ شریف مین عورت کو کھیتی سے تمثیل دی ہے اور کھیتی وہی ہے جہان کہ پیداوار اگ سکے دوسری زمین شور اور بنجر وغیرہ جہان کسی قسم کی پیداوار نہین ہوسکتی کھیتی نہین کہلاوے گی۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ خدا نے اس آیۃ کے ذریعہ سے بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے دوسرے ہر ایک قسم کے ناجائز حرکت سے بنی نوع انسان کو روک دیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر عورات سے اغلام، مجامعت فی الحیض وغیرہ دیگر جسقدر اسطرح کے افعال بخلاف وضع فطری ہین وہ ”حرث“ کے مفہوم مین نہین آسکتے بلکہ اس لفظ ”حرث“ کے اختیار کرنے سے رنڈیبازی وغیرہ کی بھی ممانعت سمجھنا چاہیے کیونکہ اونکے رحم بھی منبع نسل انسانی نہین رہتے بلکہ زمین شور کے حکم مین آ جاتے ہین اور اسجگہ لفظ ”ارض“ بجائے ”حرث“ کے استعمال نہین کی۔ یعنے یہ نہین کہا کہ عورتین تمھاری زمین ہین۔ بلکہ فرمایا کہ وہ تمھاری کھیتی ہین۔ تا کہ کسی شخص کو خلاف وضع

فطری امور کا گمان بھی نہ ہوسکے اور اگرچہ ایک لحاظ سے "حرث" (کھیتی) یہی زمین ہی ہے اور جسقدر اقسام کے قطعات زمین، پہاڑی، ٹیلے، ملایم، سخت، و شور ہوتے ہین وہ سب ہی جنسیت کے لحاظ سے زمین ہی ہین مگر "حرث" صرف اوسے قطع کو کہتے ہین — جو زراعت کے قابل اور زراعت کے لیے مخصوص ہو پس دیکھو کہ ایک لفظ "حرث" کے اختیار کرنے مین خدا نے کسقدر فلاسفی بھری ہے۔ کہ جس سے سب امور خلاف وضع فطری بالکل کافور ہوگئی "حرث" کا لفظ فقط اوس قطعہ زمین پر بولا جاتا ہے جو صرف پیداوار کے لئے مخصوص کیا جاوے اور خدا نے استعارہ کے طور پر یہ لفظ استعمال کر کے عورتون کے ساتھ حقیقی اور نیچرل تعلق کو ظاہر کر دیا جس سے تمام خلاف وضع فطری امور بالکل اوڑ گئے تو اس سے خلاف فطرت اور خلاف مفہوم "حرث" کے کچھ اور مطلب سمجھ لینا اول درجہ کی بد ذاتی یا بیوقوفی ہے۔ اس سہ حرفی لفظ نے ہر ایک قسم کی بدکاری۔ خلاف فطرت، لواطت، مشت زنی، رنڈی بازی وغیرہ کی راہ بند کر دی۔ اور انسان کو ہر قسم کی ٹھوکرون سے بچا لیا۔ نہ کہ اوالٹا احمقانہ اعتراض کرتے ہو۔

اس آیہ مین خدا نے انسان کو جلق اور زنا سے بھی منع کر دیا ہے اسلیے کہ اس قسم کی عادات سے انسان کا منی جیسا بیش بہا تخم ہمیشہ کے لیے بے جان و بیکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی عادت والے لوگ اکثر اولاد سے ایوس ہی گذر جاتے ہین اور قدرت نے انھین خوب سزا دی ہے اگر کسی شخص کی اولاد ہو بھی تو کمزور، دایم المرض، جو دنیا سے جلد گذر جاتے ہین، اور اگر رہے بھی تو مان باپ اور دیگر عزیزون کے لیے ہمیشہ مصیبت کا موجب بنی رہتی ہے۔ جلق اور زنا آیندہ نسلون کی جڑ اوکھیڑنے والی ہین۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے حدیث مین فرمایا ہے (الزنا یخرج البنا) زنا جڑ کو اوکھیڑ دیتا ہے۔ جلق اور زنا کی عادت انسان کا بیج (نطفہ) اس قابل چھوڑتی ہی نہین۔ جو حرث کے نتیجہ کا مورث ہوسکے۔ پس خدا نے ضمناً ان عادات بد سے بھی بچنے کے لیے ارشاد فرما دیا۔ اس "حرث" کی لفظ مین کل باتین موجود ہین۔ اسلیے کہ "حرث" ہے مین بیج بونا، حرث کی حفاظت، احتیاط، نگہداشت، پیدا ہونے تک اور پھر اوسکی عمدگی و صلاحیت کا خیال رکھنا حارث پر فرض ہوتا ہے۔ اور جس بیج سے ایسے ایسے بڑے لوگون اور نیک آدمیون کے اجسام پیدا ہوتے ہین ایسے بیج کو برے کھیت مین بونا-

یا خراب بیج اچھے کھیت مین ڈلوانا گناہ عظیم ہے۔ جسطرح عمدہ کھیتی کا پیدا کرنا بہت کچھ کسان کی
خاص تدابیر واحتیاط پر منحصر ہوتا ہے۔ اسیطرح نالایق اولاد پیدا کرنیکی تدبیر خاص مان باپ کے
اختیار مین ہے اور وہ اوسوقت ہوسکتی ہے جب والدین ہمیشہ افعال اوس قسم کے رکھین جس قسم
کی اولاد پیدا کرنیکی وہ خواہش رکھتے ہین اور اونکی خواہش کا اثر بہت کچھ اوسوقت تک
کہ بچہ شکم مادر سے برآمد نہین ہوتا بچہ پر پڑتا ہے۔ عورت جس قسم کا دہیان کرتی ہے اوسی قسم کی
اولاد پیدا ہوتی ہے اسیواسطے نیک اولاد پیدا کرنے کے لئے عورت کی حفاظت کرنی چاہیے
مان باپ کی یہ تمام احتیاطین اور تدبیرین جو اچھے اولاد پیدا کرنیکے لیے کام مین لائی جاتی ہین
اوسوقت کارآمد ہوسکتی ہین جب اسبات کا خیال رکھین کہ عورت کا رحم ایک کھیتی ہے۔
اور قانون قدرت کے موافق ایک کھیتی کی حفاظت واحتیاط نہایت ضروری ہے اسکے
موافق ہے ہمیشہ اوسے کھاد دینی چاہیے اوسکی کیمیائی اجزا کے حسب حال غذائین پہونچانی
چاہیے۔ شراب منشی اور ثقیل اشیاء سے پرہیز کرانا چاہیے۔ یہ سب احتیاطین اور تدابیر لفظ
"حرث" کے مفہوم مین داخل ہین اور کوئی بات قانون قدرت وحکمت یا طب یا وید ک
کی رو سے ایسی بیان نہین کی جاسکتی۔ جو لفظ "حرث" کے ضمن مین داخل نہ ہوسکتی ہو۔
پس خدا کے کلام کی یہ کسقدر خوبی ہے کہ جو اوس نے ایک ہی لفظ مین تمام قوانین حکمت وطب
بھر دی اور ایسا موجز ومدلل طور پر زناشوی کے تعلق کو بیان فرمادیا کہ اس سے عمدہ اور بہتر تمام
دنیا کے حکما وفلاسفرون کی مجال نہین جو بیان کرسکین۔
خدا نے جو لفظ "حرث" کا یہان استعمال فرمایا ہے تو اسمین انسان کو کثرت جماع سے بھی ایکطرح پر
منع کیا ہے۔ اور ایسے وقتونمین اور ایسے ڈھنگون سے باز رکھا ہے جبکہ کھیتی اوگنے کا گمان ہو۔
اور اس قسم کے کام سے منع کردیا ہے جبکہ اولاد تندرست وصالح نہ پیدا ہوسکے۔ کثرت جماع سے
انسان کی منی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہین رہتی اور نہ "حرث" مین آنے سے کچھ فائدہ کی
امید ہوسکتی ہے۔ پس اس لفظ کے استعمال سے خدا نے کثرت جماع کی بھی ممانعت کردی ہے جسمین
زراعت کی پیدا ہونے کی بہت کمی کی امید ہوتی ہے۔ اور اگر ہو بھی تو صحیح وسالم قوی الاعضا
اور خواہش کے موافق نہین ہوتی ہے۔ حالانکہ خدا نے فرمایا ہے "وقدموا لانفسکم
واتقوا اللہ" جماع ایسی حالتونمین کرو جو خیر وبرکت کا سبب ہو اور اچھے پھل سے مثمر ہون۔ "و
واعلموا انکم ملاقوہ" اور جان لو کہ تم کو خدا سے ملنا ہے اگر قوانین قدرت وآئین

فطرت توڑو گے تو خدا تمکو بے قصور نہ ٹھہرا دے گا اور ضرور اسکی سزا بھگتو گے - خدا نے کثرت جماع سے منع کر کے صرف انہین حالتون مین اعتدال کے ساتھ جماع کا حکم دیا ہے جو ”حرث“ کا نتیجہ پورا کر سکین - بے رغبتی سے اور دیگر اوقات مین اور فضول طور پر جبکہ بیج اکارت جاوے ضمناً مباشرت سے منع کر دیا ہے -

واضح ہو کہ قول اطبا کے موافق حصول القاح کامل کے لیئے - موافق ایام حیض آنے کے دو دن پہلے ہین اور انقطاع حیض سے ایک دو دن تک بعد مین - اگر جماع حیض آنے سے دو تین دن پہلے کیا گیا ہو تو اسصورتمین جو مرد کی منی کے کیڑے نفیرونمین داخل ہو کر وہان بیضہ کے ورود کا انتظام کرتے ہین اور اپنی قوت کے مطابق (۲) (۳) (۴) دن تک وہان زندہ رہ سکتے ہین اور بیضہ کو وہان گذرتے وقت القاح کرتے ہین اور اس قسم کا القاح زیادہ محقق اور طبعی گنا جاتا ہے - ایسا ہی انقطاع حیض کے بعد ایک دو دن کے عرصہ مین مقاربت کرنے سے عموماً القاح واقع ہوتا ہے پس ایسی حالت مین جماع کرنا اولاد صالح کے پیدا ہونے کا موجب ہے اور ایسے ہی جماع کرنا لفظ حرث ”کے مفہوم کے اندر داخل ہو سکتا ہے -

لفظ ”حرث“ کے مفہوم کی تکمیل کے لیے قوانین مباشرت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے جماع کے لیئے بہترین وقت اور حالت وہ ہے کہ جب مرد و عورت دونوں پوری پوری صحت کی حالت مین ہون - تمام جسمانی و دماغی قوا صحیح و سالم اور ہر قسم کے فسادات اور ضعف سے پاک ہون - کھانے کے بعد اسقدر عرصہ گذر چکا ہو کہ معدہ کا عمل ہاضمہ قریب الختم ہو یعنے کھا چکنے کے بعد قریباً تین گھنٹہ گذر چکے ہون - نہ معدہ بالکل خالی ہو - غم و الم کسی قسم کا نہ ہو - شہوت خود بخود بلا کسی خیال کے تیزی اور جولانی پر ہو -

حیض کیحالت مین جماع کرنا خطرناک اور باعث حدوث امراض سوزاک وغیرہ کا ہے جب خون بند ہو کر سفیدی کا آنا بھی موقوف ہو جاوے اوسیوقت جماع کرنا مفید ہے اسیوجہ سے حیض مین جماع قطعی حرام ہے خدا فرماتا ہے ”یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطھرن“ یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ اصل منشا جماع کا بقاے نسل ہے اور خاص قدرت کا منشا جماع سے یہی ہے جبکہ منشا جماع کا یہی ہے تو اب یہ دیکھنا لازم ہے کہ استقرار حمل کیونکر ہوتا ہے - دوسرے یہ کہ کسوقت جماع کا نتیجہ حمل ہو سکتا ہے اگرچہ اسکا بیان بہت طولانی ہے مگر بطور اختصار یہ ہے کہ موافق تحقیقات جدیدہ جو امر کہ بعد مشاہدہ

اور ثبوت کامل تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بعد اختتام حیض تقریبًا دس روز تک بیضہ بشری خارج ہوتا ہے پس بعد حیض جماع کیا جاتا ہے اور حیوانات منی مرد کے بیضہ سے ملتی ہین تو نتیجہ اسکا حمل ہوتا ہے بغیر اسصورت کے حمل قرار نہین پا سکتا ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت ہر وقت قابل جماع نہین ہے کیونکہ جب ہر وقت منشاء جماع حاصل ہونا ناممکن ہے تو مقتضائے انصاف یہ ہے کہ اوسوقت جماع نہ کیا جاوے اور وہ اوقات حمل و حالت حیض ہے بخلاف مرد کے کہ اوسمین ہر وقت اس امر کی صلاحیت ہے کہ عورت کو حاملہ کرے بہرحال ایسے حالات مین جماع نہ کیا جاوے۔

اب ہم ناظرین کے سامنے ایک نظیر پیش کرتے ہین۔

جب حیوانات عالم کے افراد پر نظر کرتے ہین تو انسان کو اوس فرد حیوانی مین پاتے ہین کہ جو جانور پستان سے دودھ پلاتے ہین اونکی حالت بھی ایسی ہی ہے کہ یہ جانور سوائے وقت معینہ کے نر کو اپنے پاس نہین آنے دیتی اور یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جسوقت بیضہ تیار ہو کر قابل لقاح ہوتا ہے تو اوسوقت اونکو حسب منشاء قدرت خواہش جماع ہوتی ہے جس خواہش کے ذریعہ سے وہ بعد جفت ہونے کے بار آور ہوتی ہین لیکن بعد القاح پھر اگر نر اوس سے جفت ہونا چاہے تو وہ ہرگز اوسکو اپنے پاس نہین آنے دیتی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماع کے لیئے ایکوقت خاص معین ہے اوسکے خلاف جائز نہین اسیطرح عورت کو بھی اوسیوقت خواہش ہوتی ہے جبکہ بیضہ بشری خارج ہوتا ہے اور بعد گذرنے ان ایام کے پھر اگر جماع کیا جاوے تو موافق اقوال بعض محققین زمانہ حال اگر رحم حالت اصلی پر ہے تو استقرار حمل ناممکن ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے غالبًا ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ جماع کا منشاء کیا ہے اور وقت استقرار حمل کونسا ہے۔ اب اس امر کا ثابت کرنا ضرور نہین کہ حالت حمل مین جماع نہ کیا جاوے اسلیئے کہ منشاء جماع جب پورا ہو گیا تو پھر جماع ایک فعل عبث ثابت ہوگا علاوہ اسکے حالت حمل مین جماع سے اسقاط جنین و دیگر امراض کا جانبین کے لیئے اندیشہ ہے یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ عورت کو حظ جماع اور انزال مثل مرد کے نہین ہوتا نہ مادہ منی عورت کے خصیتین مین سے جو خارج ہوتا ہو یہ امر اپنے مقام پر بخوبی ثابت ہے۔ ب حظ و لذت کیوجہ یہ ہے کہ جب جماع واقع ہوتا ہے اور عرصہ تک قایم رہتا ہے تو جسطرح کہ مرد کو بوقت انزال تشنجات شہوانیہ ہوتے ہین اسیطرح سے عورت کو بھی تشنجات شہوانیہ ہوتے ہین اور جسطرح مرد کو ان تشنجات شہوانیہ سے

حظ مفرط حاصل ہوتا ہے اسیطرح عورت کو بھی - اور جسطرحسے مردان تشنجات کے بعد جماع سے متنفر ہو جاتا ہے اسی طرح عورت بھی - اور جسطرحسے مرد کو بعد ان تشنجات کے ضعف و اضمحلال ہو جاتا ہے اوسیطرحسے عورت کو بھی اسلیئے کہ جماع سے نظام عصبی مین سخت تحریک ہوتی ہے جس سے نظام عصبی کو صدمہ پہونچکر ضعف لاحق ہوتا ہے یہی حال عورت کا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ مرد کی منی بھی خارج ہوتی ہے اور عورت کے صرف تشنجات شہوانیہ ہو کر رہ جاتے ہین جس سے حظ مفرط حاصل ہوتا ہے - گاہے ایک رطوبت مہبل سے خارج بھی ہوتی ہے لیکن اس رطوبت مین بعد امتحان علم کیمیاوی وخوردبین ثابت ہوا کہ اجزا منی نہین ہین پس ممکن ہے کہ حالت حمل مین جب جماع واقع ہو تو تشنجات شہوانیہ عورت مین پیدا ہو کے حمل گرا دے جس سے صدہا خطرات متصور ہین علاوہ اسکے حاملہ بسبب حمل کے خود ہی ضعیف ہوتی ہے کیونکہ بہت بڑا حصہ خون اور دیگر رطوبات اصلیہ کا پرورش جنین مین صرف ہوتا ہے پس ایسی حالت مین جماع کرنا اور بھی حاملہ کو کمزور کرتا ہے کیونکہ اطبا جماع کو محلل روح کہتے ہین اور ظاہر ہے کہ ضعف موجب اسقاط جنین ہے علاوہ اسکے یہ امر بھی لائق لحاظ ہے کہ حاملہ کو حالت حمل مین بالکل خواہش جماع نہین ہوتی اس حالت مین مفعولہ مرد سے بہ رغبت پیش نہ آویگی اور یہ امر موجب نقصان شہوت ہوگا چنانچہ اطبا نے منجملہ اسباب ضعف باہ کے اسکو بھی لکھا ہے کہ بوقت جماع عورت مرد سے برغبت پیش نہ آوے اور اسوجہ سے اطبا نے نابالغہ اور حائضہ اور حاملہ سے جماع کرنے کو منع کیا ہے خصوصاً ابتدا سے مہینوں مین اور آخری تین مہینوں مین جماع کرنا زیادہ تر باعث اسقاط جنین ہے اور اسی حکمت سے حائضہ اور نابالغہ سے شریعت مین بھی جماع کرنے کی ممانعت لکھی ہے -

حائضہ عورت سے جماع کرنے مین علاوہ اکثر امراض کے جنکو ہم آیندہ بیان کرتے ہین یہی امر کافی ہے کہ اس حالت مین جماع کرنے سے عورت کو بجز تکلیف کے کسی قسم کا حظ حاصل نہین ہوتا اور اکثر بسبب عدم توجہی مفعولہ اکثر نامردی لاحق ہوتی ہے چنانچہ اکثر ایسے مریض دیکھے گئے ہین - علاوہ اسکے رطوبت حیض سے سوزش و ورم احلیل پیدا ہوتا ہے - گاہے دیکھا گیا ہے کہ ورم احلیل انثیین تک پہونچکر باعث فتق وورم بیضتین ہو جاتا ہے جسکا نتیجہ کبھی کبھی یہ ہوا ہے کہ ورم بیضتین خود خواہ بذریعہ علاج رفع ہوا تو بیضہ اسقدر چھوٹے ہو گئے کہ جنکی مقدار قریب قریب مٹر کے پہونچ گئی جس سے نامردی لاعلاج پیدا ہو کر ہمیشہ کے لیے

دنیا سے کھو دیا ہر چند علاج ہوتا ہے اور بجلی بھی لگائی جاتی ہے لیکن کچھ فائدہ نہین ہوتا۔ علاوہ اسکے اور بھی امراض لاحق ہو سکتے ہین جنکے بیان سے طول ہوگا عورتون کے واسطے بھی اکثر اوقات خطرناک نتائج پیدا ہو سکتے ہین۔ یہ امر ظاہر ہے کہ حالت حیض مین امتلائی دم ہوتا ہے پس جماع سے ایسا ممکن ہے کہ صدمہ پہونچکر خون بکثرت جاری ہو جسکا نتیجہ موت تک ممکن ہے اور کم سے کم اتنا ممکن ہے کہ ورم مزمن یا ساخت رحم پر صدمہ پہونچنا جسسے عورت کا عقیمہ ہونا بھی ممکن ہے۔ اور بسا اوقات اتنا نہ ہوتا ہے کہ عورت ایسے امراض مین مبتلا ہو جاتی ہے کہ جس سے ہمیشہ بوقت جماع بلکہ بدون جماع تکلیف و درد مین مبتلا رہے۔ اور بھی امراض ممکن ہین مثلاً حیض کا معمولی وقت پر نہ آنا حیض کا کمی کے ساتھ آنا حیض کا زیادتی کے ساتھ آنا حیض کا درد کے ساتھ آنا۔ وغیرہ وغیرہ امور مذکورہ بالا پر نظر کرکے انسان کے خیال مین پورے طور سے آسکتا ہے کہ حالت حیض مین جماع سے کیا کیا مفرتین پیش آسکتی ہین جنمین بعض قابل علاج او بعض ناقابل علاج ہوتے ہین اکثر زخم پڑجاتے ہین اور اوس سے یہانتک نوبت پہونچ جاسکتی ہے کہ اعضاے اندرونی سڑگل جاوین مگر ان بیانات کے لیے ایک کتاب طولانی درکار ہے۔ ماہرین فن طب پر مخفی نہین ہے اسیوجہ سے شریعت نے حکم امتناعی دیا اور بعد اس حکم امتناعی کے بھی اگر کوئی شخص مرتکب جماع ایسی حالت مین ہو تو اوسپر ایک قسم کا جرمانہ مقرر ہوا جو کفارہ کے نام سے ہے (اعتراض)۔ اس آیہ مین عورت کو کھیتی کہا ہے کھیتی کسانون اور زمینداروں کی ملکیت ہوتی ہے عورتون کو ملکیت کہا گیا ہے۔

(جواب) کھیتی سے ملکیت کا اچھا ثبوت پیدا کیا گیا کھیتی کہنے سے یہ مطلب ہے کہ جو کام کھیتی سے لیا جاتا ہے وہی کام اونسے یعنے پیدا وار اور اوس طریقہ سے تخم ریزی کرو کہ جبمین تم چاہو یعنے جو طریقہ کہ پیداوار کے لیے مفید ہو۔ یہ بھی بتادیا ہے کہ اوس کھیت مین تم خود کاشت کرو کسی ملازم یا پٹہ دار سے کاشت نہ کراؤ یہ نہو کہ مالک گھر بیٹھا رہے اوسکے پٹہ دار شکمی اور ملازم چمار وغیرہ اوسکی کھیتی مین خوب ہل چلائین اپنی قوت سے اوسے سینچین اور سیراب کرین اپنا ہی بیج بوئین اور جب پیداوار تیار ہو تو کھیت والے کے نذر کرین (نیوگ) اور قدموا لانفسکم مین یہی فرمایا ہے

(حقوق نسوان)

ہمنے یہ بھی اعتراض سنا ہے کہ مسلمان عورتون کو مردون سے کمتر درجہ مین خیال کرتے ہین

اور یہ تعلیم کرتے ہین کہ عورتون مین روح نہین اور وہ بہشت مین نہین داخل ہوسکتین ۔ یہ ایسے لغو بہتان و افترے ہین جو بالکل جاہل لکھنے والونکے قلم سے نکلے ہین محمدی طریق تمدن مین عورتونکا درجہ یورپ اور امریکہ کی عورتونسے بدرجہا زیادہ ہے ۔ اور اہل ازمنہ متوسط[1] کے سردار اگرچہ عیسائی تھے عورتونکا مطلق پاس نہین کرتے تھے ۔ قبل اسکے کہ عربون نے عیسائیونکو عورتون کا ادب سکھایا ہمارے زمانہ قدیم کے امرا اور جنگجو اونسے بہت ہی بری طرح سے پیش آتے تھے مشرق کے ... ان کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ (شارلمین[2]) کے عہد مین عورتون کے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا تھا ۔ اور خود ”شارلمین“ اونکے ساتھ کیا برتاؤ کرتا تھا ۔ شارلمین نے ایکدن بہن کے ساتھ مباحثہ مین اوسپر حملہ کیا اسکے بال پکڑکے اوسے خوب مارا ۔ اور اپنے لوہے کے دستانہ سے اُسکے تین دانت توڑ ڈالے البتہ اس ہاتھا پائی مین خود اسکے بھی دو چار گھونسے لگے ۔ ہمارے اس زمانہ کا کوئی گاڑیبان ۔ بھی کسی عورت کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے گا ۔

اور قبل اسکے زمانہ جاہلیت مین عورتین انسان و حیوان کے درمیان مین ایک قسم کی مخلوق سمجھی جاتی تھین جسکا مصرف محض ترقی نسل اور مردونکی خدمت تھا ۔ لڑکیونکا پیدا ہونا ایک بدنصیبی خیال کیجاتی تھی اور اونکو زندہ دفن کردینے کا حق اوسیطرح حاصل تھا ۔ جیسے کتیا کے جھول کو پانی مین ڈبو دینے کا ۔ یہ ہولناک رسم قبیلہ قریش اور قبیلہ کندہ مین جاری تھا ۔ اور اسکے ساتھ یہ رسم قبیح بھی تھا کہ عرب مثل قدیم اور اقوام کے بچون کی قربانیان اپنے معبودونپر چڑھاتے تھے ”موسیو دسان دی برسوان“ نے آنحضرت صلعم اور قیس شیخ بنی تیم کے مکالمہ کو نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربونکا خیال لڑکیونکے بارے مین کیا تھا ۔ آنحضرت اوسوقت ایک لڑکی کو زانون پر بٹھاے کھلا رہے تھے ۔

قیس نے پوچھا ”یہ کس جانور کا بچہ ہے جسے آپ کھلا رہے ہین“

[1] ازمنہ متوسط یا ازمنہ مظلمہ یورپ کی تاریخ مین وہ زمانہ ہے جس مین مذہبی تعصبات اور حکومتی مظالم کیوجہ سے تمام خلقت ایک ابتر حالت مین تھی اور ہر قسم کی ترقی رکی ہوئے تھی یہ زمانہ سنہ ۵۲۶ء سے سنہ ۱۴۵۹ء تک محسوب ہے اور اسکے بعد بھی یورپ موجودہ ترقی کی جسے نشأۃ الثانیہ کہتے ہین ابتدا ہوئی ہے ۱۲

[2] شارلمین (یعنے چارلس بزرگ) فرانس کا مشہور بادشاہ اور مغرب کا شاہنشاہ تھا اسکا ملک نہایت وسیع تھا اور اسنے اطالیہ تک فتح کیا تھا ۔ علاوہ ملک گیری کے شارلمین نے علوم و مذہب کی ترقی مین بڑی کوشش کی اور معاشرتی اور مذہبی قوانین کے مجموعہ شایع کئے سال ولادت سنہ ۷۴۲ء ۔ سال وفات سنہ ۸۱۴ء ۔ ۱۲

آنحضرت نے جواب دیا ''یہ میرا بچہ ہے''
قیس نے کہا ''باللہ العظیم میری بہت ایسی لڑکیاں ہوئیں لیکن مینے اون سب کو زندہ دفن کردیا کسیکو بھی نہ کھلایا'' آنحضرت نے فرمایا ''اے بدبخت معلوم ہوتا ہے خدا نے تیرے دلمین کسی قسم کی محبت انسانی نہین پیدا کی - تو ایک نعمت عظیم سے جو انسان کو دی گئی ہے محروم ہو''
عرب مین بھی اور اون یہود مین بھی جو جزیرہ ہاے عرب مین سکونت پزیر تھے عورتونکی حالت افسوسناک تھی - عبرانی زن باکرہ اپنے باپ کے گھر مین کنیزی کی حالت مین رہتی تھی (ملاحظہ توریت گنتی) اور اگر وہ نابالغ ہوتی تھی تو اوسکے باپ کو اوسکے بیچ ڈالنے کا اختیار تھا اوسکا باپ اور باپ کی وفات کے بعد اوسکا بھائی جو چاہتا تھا اوسکے ساتھ سلوک کرتا تھا - بجز کسی خاص صورت کے بیٹی بالکل محجوب الارث تھی -
عورت مشرکین عرب مین صرف ایک جائیداد منقولہ سمجھی جاتی تھی اور اپنے باپ یا شوہر کی ملکیت کا ایک جزو اعظم تصور کیجاتی تھی - اور ہر شخص کی بیبیاں مثل اور ترکہ کے اوسکی بیٹی یا بیٹوں کو بطور ترکہ پدری ملتی تھین - اسوجہ سے سوتیلی ماؤن کی شادی اکثر سوتیلے بیٹوں کے ساتھ ہوجاتی تھی اور جب یہ رسم قبیح اسلام مین حرام کردیا گیا تو اسکا نام نوہتنا نکاح المقت رکھا گیا یعنے بیجا نکاح -
اسیطرح قانون انگلستان مین نکاح کے بعد بہت سے احکام مین عورت کی ذات سے قایم نہین رہتی وہ گویا اپنے شوہر مین مستھلک ہوجاتی ہے - وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہین کرسکتی اور اوسکی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی وہ بھی شوہر کی ملک مین ہوجاتی ہے اور اوسے اختیار ہوتا ہے کہ جیسے چاہے اوسے صرف کردے - عورت کو اتنا بھی حق نہین ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنے ذات خاص سے ضروریات خریدلے - یا منگوا بھیجے گو مرد پر نان نفقہ عورت کا واجب ہے مگر رسم انگلستان اوسکے تعمیل کرانے کا کوئی صاف ذریعہ نہین ہے اور نہ عورت کو نالش کرسکنے کا حکم ہے مگر کچھ ضمنی صورتین نکالی گئی ہین مرد یہ راہ ڈھونڈھتا رہتا ہے کہ کسیطرح میری عورت زنا مین پھنسے اور طلاق کا بہانہ ملے - اور ہر عورت مرد کی ہلاکت کی خواہان ہوتی ہے - اپنی حاجت نفسانی بجز زنا کے پوری نہین کرسکتی - اور ہر مرد اپنی کارروائی بجز زنا کے نہین کرسکتا -
ویدکے نزدیک بھی لڑکین گویا اولاد نہین - نہ کسی وقعت کے قابل - ۔

(۱) منوجی مہاراج ۹/۸ فرماتے ہین کہ اگر کوئی عورت صرف لڑکیان پیدا کرتی ہو تو گیارہوین سال مرد دوسری عورت سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلیوین۔
اگر لڑکیان اولاد اور وارث سمجھی جاتی اور کسی قابل ہوتین تو نرینہ اولاد کے لیے نیوگ کا کیون حکم ہوتا۔
(۲) پرویدمین لکھا ہے کہ اگر عورت بدزبان ہو تو اوسکی اصلاح وغیرہ نہ کرے۔ نہ درگذر کرے بلکہ فوراً بیوفا ہو کر کسی دوسری عورت سے تعلق کرلے۔ اسکے حقوق پر کچھ بھی خیال نکرے اور پھر یہ کہ نیوگ اور بیاہ صرف اولاد کے لیے ہی ہے اور کچھ حقوق و تعلقات نہین ہین۔
(۳) اور منو کے دھرم شاستر مین لکھا ہے کہ بدفعلی عورتون کی جبلی عادت ہے۔ اسواسطے کہ دیکھنے والا اونکو کہکر خاموش ہورہے کہ اس عورت کے پیٹ مین اگر نطفہ قرار پاگیا تو اسکا خصم اسکو پاک کرے اور اگر نطفہ نے قرار نہین پکڑا تو حیض کا خون آتے ہی وہ آپ ہی پاک ہوجاویگی۔ گویا عورتون کی عفت و عصمت کچھ خیال ہی نہین کی گئی۔
(۴) رات دن عورتون کو شوہر وغیرہ کے وسیلے سے بے اختیار کرنا مناسب ہے۔ جو عورت بشیون مین لگی ہے اوسکو اختیار مین رکھنا چاہیے (منو ۹/۲)
(۵) لڑکپن مین باپ اور جوانی مین شوہر اور بڑھاپے مین بیٹا عورتونکی حفاظت کرے کیونکہ عورتین خود مختار ہونے کے قابل نہین ہین (منو ۹/۳)
(۶) تھوڑی صحبت سے بھی عورتونکی حفاظت کرنے چاہیے عورتین غیر محفوظ رہنے سے دونون کل (خاندان شوہر و خاندان والد) کو رنج پہونچاتی ہین (منو ۹/۵)
(۷) جس قسم کے مرد کا استعمال عورت کرتی ہے ویسا ہی بیٹا پیدا کرتی ہے اس لیے اولاد پاک ہونیکے لیے حتی المقدور عورت کی حفاظت کرنی چاہیے (منو ۹/۹)
بخلاف اسکے ہمارے مذہب مین عورتونکے حقوق کو مثل مردون کے قرار دیا ہے اسلام نے حقوق نسوان کیسے مصنفانہ حکیمانہ اور فطرت نسوان کے موافق قائم کئے ہین جسکے برابر دنیا کی کسی کتاب مین نہین۔
قرآن مجید مین خدا نے صاف فرمادیا ہے کہ من عمل صالحا من ذکر او انثی

وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم ما کان یعملون ،، جو شخص نیک کرگیا مرد ہو یا عورت درانحالیکہ خدا کو مانتا ہو۔ ہم اوسے ایک نئی پاک زندگی عطا فرماوینگے اور اونکے اعلے درجہ کے کاموں کی اونکو جزا دینگے۔

پس جبکہ خدا نے صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ کوئی عورت ہو یا مرد جو نیک کام کریگا ہمارے نزدیک برابر ہے اور ہم اوسے ضرور ایک پاک زندگی عطا فرماوینگے تو اب یہ کیسا جھوٹ ہے کہ مسلمان عورتوں مین روح کے قایل نہون۔

اور پھر خدا نے سورہ احزاب مین مردون کو عورتون کے ساتھ مساوی طور پر بیان فرمایا ہے ،، ان المسلمون والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والقائمین والقائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ مغفرۃ واجرا عظیما ،، اور اسیطرح کی بیشمار آئتین قران شریف مین مرد و عورت کے حقوق کے مساوات اور دونون کو مرنے کے بعد یکسان اجر ملنے کی بابت مذکور ہین اب رہے مرد کے حقوق عورت پر اور عورت کے مرد پر اسکی نسبت خدا کا یہ پاک ارشاد ہے ،، ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ،، مردون پر بھی عورتون کے ایسے ہی حقوق ہین جیسے کہ عورتونکے مردون پر۔ اور پھر یہانتک کہ اگر تمھین اپنی عورت کی کوئی بات ناپسند آتی ہو تو بھی اوس سے خوش سلوکی کرو۔ اور یون فرمایا ،، وعاشروا ھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ،، اور تم عورتون سے نہایت خوش سلوکی سے گذران کرو اور اونکی کجیون اور بدخلقیون سے بھی درگذر کرو اگر تمکو عورت کی ایک بات پسند آتی ہے تو اوسپر کوئی بات بہتر بھی ہوگی اور ممکن ہے کہ اسمین خدا بھلائی رکھدے یعنے اوسے صاحب اولاد کردے یا اوسمین کوئی اور خوبی ظاہر ہو۔

اور پھر فرمایا ہے کہ ،، ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ،، عورتین تمھارے لیے لباس کے مانند ہین اور تم اونکے لیے بجائے لباس کے ہو۔ اب اس سے بڑھ کر مرد و عورت کے باہم تعلق اور ارتباط و اختلاط اور عزت و حرمت وغیرہ کے ظاہر کرنے

اور کیا طریقہ ہے۔ آپ جانتے ہین لباس کیا چیز ہے انسان کے لیے باعث زیب وزینت عزت وجلال کا موجب۔ انسان کی زیب وزینت سب لباس سے ہے۔ اس استعارہ مین جسمین خدا نے مرد وعورت کو ایک دوسریکا لباس فرمایا ہے۔ ایک دوسرکی عزت وحرمت زیب وزینت حقوق وغیرہ سب آگئے۔ کیونکہ ساری دنیا لباس کو اپنے لیے زینت عزت وحرمت اور اظہار جاہ وجلال کا باعث خیال کرتی ہے۔ اور کوئی شخص بغیر لباس کے ننگا پھرنا نہین چاہتا بغیر لباس کے کچھ اوسکی عزت نہین ہوتی اور لباس سے جسطرحسے جسمانی راحت وآسایش ہے اوسیطرحسے عورت کو مردسے اور مرد کو عورت سے راحت وآرام ہونا چاہیے۔ اوران سب سے بڑھکر یہ ہے کہ خدا نے سورہ روم مین عورت ومرد کے اخلاص کو اپنی رحمت وقدرت کا نشان بیان فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے ،، ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل منکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون ،، اور خدا کی قدرت کے نشانون مین یہ ہے کہ اوسنے تمھین سے تمھارے لیے بیویان بنائین تاکہ تم اوسنے چین حاصل کرو۔ اور اس نے تمھارے درمیان اخلاص محبت اور رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس بیانمین اون لوگونکے لیئے جو خدا کی آیات مین فکر کرتے ہین ایک بڑا نشان قدرت ہے کہ کس طرح بیگانے مرداو بیگانی عورتمین سچا اخلاص پیدا کردیتا ہے۔

اوراس سے زیادہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی روسے عورت اپنے مال کی جدا مالک قرار پائی ہے۔ اور مرد جدا۔ قرض داری مین مرد کے عورت کا مال قرق نہین ہوسکتا ہے اور نہ عورت کے قرضہ مین مرد کا ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنی جائیداد کا مالک ہے عورت جدا تجارت کرسکتی ہے۔ زراعت کرسکتی۔ اپنے مال کو جسطرحسے چاہے بڑھا سکتی ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے ،، للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن ،، مردونکے لیے اونکی کمائی کا حصہ ہے اور عورتون کے لیے اونکی کمائی کا یعنے مرد اپنی کمائی کا مالک ہے اور عورت اپنی کمائی کی۔ اور پھر عورت ہر جگہ برابر میراث مین ترکہ کی وارث قراردی گئی ہے اور اولاد کے ساتھ اوسکو بھی حصہ ملتا ہے۔ ہان بوجہ گھر کے مالک حاکم اور اہل سیاست ہونے کے مردون کو عورتون پر ایک قسم کی ترجیح ہے۔ اور عورت کو حکم ہے کہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ جو ہر ایک مذہب مین ضروری

اور فطرت کے موافق ہے کیونکہ دو شخص گھر کے حاکم اور مالک نہین ہو سکتے۔ مرد اگر گھر کا بادشاہ ہے
تو عورت اوسکی وزیر۔ لیکن حقوق معاشرت مین دونون مساوی ہین۔ البتہ مرد کا معاشرت مین
کسیقدر عورت سے زیادہ درجہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے وو وللرجال علیھن درجة "مردونکو
عورتو پر ایک قسم کا درجہ ضرور ہے انجیل مین بھی ایسا ہی عورتون کو مردون کی تابعداری کرنے کا
حکم ہے اور مرد کو عورت کی تابعداری کرنے کا حکم نہین ہے بلکہ صرف محبت کرنیکا حکم ہے دیکھو
(متی ۵/۲۲) اسطرح مردون کو تعلیم دینے کا حکم ہے مگر عورتون کو حکم ہے (افرنتی ۳۴-۳۵/۱۴).
(امطاؤس ۲/۱۱-۱۲) علاوہ اسکے آجکل عورتون کو مردونکے برابر رکھنے کا بہت زور
لگایا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی قدرتی تفاوت دور نہین ہو سکتا۔ مرد عورت کو بیاہ کر جہان چاہے
لیجاوے۔ عورت مرد کو جہان چاہے نہین لیجا سکتی۔ مرد عورت کو نفقہ دینے کیوجہ سے
اوسپر حاکم ہے اور حق برتری رکھتا ہے۔ عورت کے لیے ایسا نہین ہے۔
پھر خدا فرماتا ہے " ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف فالصالحات قانتات
حافظات للغیب "پس نیک بخت بیبیان خاوندونکا حکم مانتی ہین اور مردون کے
پیٹھ پیچھے گھر کی رکھوالی اور انتظام کرتی ہین۔ اور اپنی عصمت کو تھامتی ہین عورت کے
حقوق کی نگہداشت کی اسلام مین یہانتک تاکید ہے کہ وفات کے وقت تک بھی
اس بارہ مین آنحضرت برابر تاکید فرماتے رہے عورت کے حقوق و امتیاز و اختصاص کی اس سے
بڑھکر دلیل کیا ہوگی کہ جناب رسولخدا کی نسل عورت یعنے جناب فاطمہ سے ہوئی ہے
یہ بھی خدا کی ایک حکمت تھی۔ عرب مین اسلام سے پیشتر عورات کی بڑی خرابی تھی۔
اوسکے حقوق وغیرہ کچھ بھی نہ تھے۔ اسلام نے پہلے مرد و عورت کے یکسان حقوق معین کیے
اور اونکی تعمیل فرض کی اور عملی طور پر عورتونکی عزت و حرمت کا یہ نمونہ دکھلایا کہ جناب
رسولخدا کی نسل بھی ایک عورت کے بطن سے قایم کی۔ تاکہ تمام دنیا کو معلوم ہو جاوے
کہ مسلمانونمین عورتونکے حقوق و عزت مرد سے کسی صورت مین کم نہین سمجھے جاتے۔
یہانتک کہ حضرت سرور کائنات کی نسل سادات ہے ایک عورت یعنے حضرت
فاطمہ زھرا سے ہوئی ہے۔
خدا نے قرآن مجید مین عمران کی بیوی کی نذر مین عورت ہی کو قبول کیا۔
اور حضرت مریم کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے بجاے لڑکے کے قبول فرما کر دنیا کی

عورتون پر اونھین چن لیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ”فتقبلھا ربھا بقبول حسن“ ”خدا نے اوسے اچھی قبولیت کے ساتھ چن لیا“ وان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی نساء العالمین ”خدا نے حضرت مریم کو برگزیدہ اور مقدس ٹھرایا اور جہانکی عورتون مین چن لیا۔

اور پھر یہ کہ سورت تحریم مین مسلمان مردون کے لیے حضرت آسیہ اور حضرت مریم کو مثالاً بیان کیا ہے۔ اور ایک نمونہ ٹھراکر اونکی تقلید کا حکم دیا۔ اس سے بڑھکر اشرفیت وفضلیت عورات کی اور کیا ہوگی۔

اور آنحضرت کا یہ قول ”مینے اپنے بعد کوئی فتنہ جو زیادہ ضرر پہونچانے والا ہو مردون کو عورتون سے نہیں چھوڑا“ اس سے عورت کی حقارت مقصود نہین بلکہ مردون کو اونکی بیجا اطاعت اور زیادہ اختلاط سے جو بیدینی کی حدتک پہونچاکر انسانکے لیے موجب فتنہ ہوجاوے۔ ڈرایا گیا ہے۔ اور تمثیلا اونکے فریفتہ کرنیکے اثر کی نسبت ایسا کہا گیا ہے۔ یعنے اونکی فریفتگی کا اثر ایک فتنہ ہے جس سے کئی مصیبتین برپا ہوتی ہین یہ ایک تمثیل ہے نہ حقارت۔ صرف اسکے نتیجہ اور اثر سے تعلق ہے امثال وحکمت مین کسی شئے کو اوسکے اثر وغیرہ کے لحاظ سے فتنہ وغیرہ کہدینا یہ کوئی اعتراض کا موجب نہین ہے حضرت مسیح نے خود تمثیلاً بعض لوگون کو سور۔ کتا۔ بندر بنایا ہے۔ لیکن کوئی نہین کہسکتا کہ فی الواقع انسان سور یا بندر یا کتا ہے صرف اونکے طبایع کی خاصیت یا اثر کے لحاظ سے ایسا کہدیا گیا ہے۔ اسیطرح سے حضرت رسول کریم نے عورت کو ”حبائل الشیطان“ ”شیطان کے پھندے۔ فرمایا ہے تو اس سے بھی اونکی فریفتگی کے اثر کو ان الفاظ سے استعارہ کیا ہے۔ کہ جسطرح انسان کو مکر وحیلہ کے پھندے مین پھنساتا ہے اسیطرح سے عورتونکا حسن ایک قسم کا جادو ہے جسمین انسان پھنس کر نہ دنیا کا رہتا ہے نہ دین کا۔ پس انسان کو عورتون پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اور عورت اور گھر اور گھوڑے مین نحوست کا ہونا آنحضرت نے فرمایا ہے اوسکے معنی بھی یہی ہین کہ اگر گھوڑا شریر سرکش۔ بد لگام ملجاوے۔ یا عورت نافرمان سخت مزاج نکل آوے۔ یا گھر کی ہوا صحت کے خلاف ہو یا اور کوئی بدی ہو۔ پس یہ حکیمانہ قول ہے اس سے عورت کا بالعموم منحوس ہونا کہان پایا گیا۔

اور عورتون کا زیادہ گنہگار یا دوزخی ہونا۔ یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ اکثر خاوند کی نافرمانی اور ناشکری کرتی ہین۔ پس ایک امر واقع کے بیان کرنے سے کسی فرقہ کی توہین مقصود نہین ہوتی ہے بلکہ اونکو متنبہ کرنا ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ انسان بڑا سرکش ہے بشر بڑا خطا کار ہے تو اس سے اوس کی توہین مقصود نہین ہوتی بلکہ ایک امر واقعی کا اظہار اور سرکشی و گناہ سے انذار ہے ہان بیبل مین عورت کو گنہگار ضرور کہا گیا ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ آدمؑ نے آپ نہین کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ مین پھنسے (تمطاوس ۲/۱۴) اور پھر عورت کی تحقیر مین یہانتک مبالغہ کیا گیا ہے کہ اوسکے پیٹ سے نکلنے والے انسان کو بھی ناپاک اور ناراست باز کہا گیا ہے جیسا کہ (ایوب ۱۵/۱۴) مین لکھا ہے کہ کہ انسان کون ہے جو پاک ہو سکے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیا ہے کہ صادق ٹھہرے ؟ اور عورت کی نجاست اور ناپاکی مین یہانتک غلو کیا گیا ہے کہ ارشاد ہوا کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔

شرع محمدی مین عورت کی حیثیت انگلستان کی عورتونکی حالت سے بہتر و برتر ہے جبتک وہ نا کتخدا رہتی ہے اپنے مان باپ کے گھر مین رہتی ہے اور جب تک نابالغ رہتی ہے لیفقدہ اپنے باپ کے یا اوسکے قایم مقام کے اختیار مین رہتی ہے جو نہین وہ بالغ ہوجاتی ہے تمام حقوق شرعی اوسکو حاصل ہوجاتے ہین جو بالغ و رشید انسان کو ملنے چاہیین وہ اپنے بھائیونکے ساتھ مان باپ کے ترکہ مین حصہ پاتی ہے اور اگرچہ بیٹے اور بیٹی کے حصہ مین فرق ہے مگر یہ فرق بھائی اور بہن کے حالات کا منصفانہ لحاظ کر کے رکھا گیا ہے۔ شادی سے کبھی بھی اوسکی تشخیص مین کچھ فرق نہین آتا اور وہ ایک جداگانہ منفرد شخص سمجھی جاتی ہے [illegible] اور اوسکا وجود اوسکے شوہر کے وجود کے ساتھ آمیختہ نہین ہوجاتا اور اوسکا مال [illegible] شوہر کا مال نہین ہوجاتا بلکہ اوسکا مال اوسی کا رہتا ہے اور وہ ایک ذاتی حق اپنی ملکیت مین رکھتی ہے۔ وہ اپنے قرضدار و نیز علانیہ عدالت مین نالش کر سکتی ہے اور کسی ولی کو شریک کرنے یا اپنے شوہر کے نام سے نالش کرنے کی ضرورت نہین رکھتی جب وہ اپنے باپ کے گھر سے اپنے شوہر کے مکان مین جا چکتی ہے تب بھی اوسکو سب حقوق شرعی وہی حاصل رہتے ہین جو مردون کو حاصل ہین۔ تمام مراعات و حقوق جو ایک عورت اور زوجہ کو حاصل ہونے چاہیین اوسکو صرف مروت و اخلاق کے

روسے نہین حاصل ہین جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ نص قرآن کے بموجب حاصل ہین۔ وہ اپنی جائداد کو بلا اجازت شوہر منتقل کرسکتی ہے اور وصیت کرسکتی ہے۔ وہ اوروں کی جائداد کی منتظمہ اور وصیہ مقرر ہوسکتی ہے اور اوقاف کی متولیہ بھی مقرر ہوسکتی ہے۔

معاہدہ نکاح سے مرد کو عورت کی ذات پر اوس سے زیادہ اختیار نہین حاصل ہوجاتا جتنا شرع مین لکھا ہے اور اوسکے مال واسباب پر تو مطلق اختیار حاصل نہین ہوتا زوجہ مسلمہ اپنے شوہر کے گھر مین اون سب حقوق پر قابض رہتی ہے جو شارع ؑ نے اوسکو بطور ایک ذمدار ممبر یعنے شریک سوسائٹی کے عطا فرمائے ہین۔ اوسپر جداگانہ اور بلا شرکت غیر نالش ہوسکتی ہے۔ وہ بلا واسطے امین یا ولی کے جائداد لے سکتی ہے اور ایک خاص حق اپنے شوہر کی جائداد مین رکھتی ہے جو قبل وقوع نکاح طے ہوجاتا ہے اوسکے حقوق مادری کا تسلیم ہونا خاص خاص ججون یا قاضیون کے نازک مزاجی پر موقوف نہین ہے وہ اپنی شوہر سے معاہدہ کرکے درصورت خلاف ورزی معاہدہ اوسپر نالش کرسکتی ہے جو کچھ وہ اپنی محنت ومشقت سے کماتی ہے اوسکو اوسکا فضول خرچ شوہر اوڑا نہین سکتا اور نہ کوئی بیرحم وسنگدل شوہر بلا خوف سزا اپنی زوجہ کو زدوکوب کرسکتا ہے ایک مورخ کا قول ہے ''البتہ ممکن ہے کہ ایشیا مین بھی امریکہ کی طرح پوشیدہ ظلم ہوتا ہو مگر مسلمان شوہر کو اپنی زوجہ پر زیادتی کرنے کا حکم شرع محمدی مین کہین نہین لکھا ہے اگر وہ گناہ کرتا ہے تو اوسکو گناہ سمجھکر کرتا ہے اور اپنے دلمین عذاب آخرت سے ڈرتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے حرم پر کوئی ظلم کرتا ہے گو وہ ظلم کیسا ہی خفیف ہو تو وہ خوب جانتا ہے کہ مظلوم کا انتقام لینے کے لیے قاضی صاحب موجود ہین'' (ہیورتھ ڈکسن صاحب کی تاریخ امریکا ملاحظہ ہو) یہی مورخ پھر لکھتے ہین ''ہمارے عام قانون کے بموجب زوجہ شوہر کے اختیار مین بالکل آجاتی ہے یہانتک کہ جو عورت شادی کے وقت گرجا مین نوجوان اور حسین اور متمول آئی تھی وہ عورت اپنے شوہر کی جور وجفا سے جسکے مکافات قانوناً کچھ نہین ہوسکتے چند سال کے بعد گرجا سے ذلیل وخوار نحیف وزار اور مفلس ہوکر نکلتی ہے'' تمام تاریخ اسلام قیامت تک اون لوگونکی تکذیب کو موجود ہے جو کہتے ہین کہ شرع محمدی مین عورتونپر نہایت سختی ہے قرآن مجید نے عورتونکی حالت مین انقلاب عظیم پیدا کردیا ہے۔ اور مشرقی قانون سازی کی

تاریخ مین مرد وعورت مین مساوات کا اصول اول مرتبہ تسلیم کر لیا گیا ہے اور عمل مین لایا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہے وہ عورتون کو اپنے شوہرون سے ویسا ہی سلوک کرنا چاہیے جیسا اونکے شوہرون کو اونکے ساتھ کرنا چاہیے (سورہ بقر آیہ ۲۲۸) اس آیہ کریمہ کی تائید خود رسولخداؐ نے اوس خطبہ بلیغ مین فرمائی ہے جو حجۃ الوداع کے بعد آپنے جبل عرفات مین فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہین ایہا الناس تمھارے حقوق تمھاری بی بیون پر ہین اور تمھاری بی بیون کے حقوق تم پر ہین " اس ارشاد کے مطابق شوہر وزوجہ مین مساوات تمام تعلقات وانتظامات خانگی کا اصل اصول قرار دیا گیا ہے۔ اور طرفین کو تاکید کی گئی ہے کہ تعلق زوجیت مین ایک دوسرے سے وفاداری کرے اور بیوفائی کے نتائج شوہر وزوجہ دونون کے حق مین ایک ہی رکھے گئے ہین مرد اور عورت دونون کو عفت اور پاک دامنی کا حکم ہے شوہر پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کو نفقہ دے زوجہ کے نفقہ مین ہر چیز داخل ہے جو اوسکے گذارہ اور راحت سے متعلق ہے کھانا کپڑا امکان وغیرہ اور یہ سب زوجہ کے خاندانی مرتبہ کے موافق مہیا کرنا چاہیے۔ ہان البتہ جب زوجہ اپنے شوہر کے گھر کو بغیر کسی سبب معقول کے چھوڑ دے تو وہ نفقہ کی مستحق نرہے گی اور اگر شوہر کی زاید بدسلوکی سے گھر کو چھوڑا ہو تب بھی وہ نفقہ کی مستحق رہے گی یا حج واجب کے واسطے شوہر کے گھر سے چلی گئی ہو تب بھی نفقہ کی مستحق ہے شوہر کی ذمہ داری نفقہ دینے کی کل مدت عدہ مین بھی باقی رہتی ہے شوہر وزوجہ کی سکونت کے بارے مین بھی شریعت اسلام رومیون کے قوانین پر گوئی سبقت لیگئی ہے۔ یہود کی شریعت مین جو عورت اپنے خاوند کے ہمراہ جانے سے انکار کرتی تھی جہان کہین وہ اوسکو لیجانا چاہتا تھا تو اوس عورت کا مہر ساقط ہو جاتا تھا اور جو چیز وہ اپنے مان باپ کے گھر سے لائی تھی وہ ضبط ہو جاتا تھا اور اوسکے تمام حقوق شرعی زائل ہو جاتے تھے رومیونکے قانون کے بموجب زوجہ شوہر کے ہمراہ بے عذر چلی جاتی تھی اور نہ ابھی مجال انکار نہ رکھتی تھی یہی اصول اس زمانہ کے قانون انگلستان مین نقل ہو آیا ہے۔ مجموعہ قوانین نپولین (آرٹیکل ۲۱۴) مین لکھا ہے کہ عورت پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہا کرے اور جہان وہ رہنا چاہے اوسکے ہمراہ چلی جاوے اس سے

یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چاہے وہ مقام کیساہی مخدوش ہو عورت مجال انکار نہین رکھتی ہے مگر شرح محمدی مین اکثر اصولون مین عورت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اوسکے خاوند نے جو مقام سکونت پسند کیا ہو اوسپر اعتراض نکرے غرضکہ اسلام مین جسقدر حقوق نسوان کا لحاظ ہے کسی شریعت وملت مین نہین ہے ہان البتہ وہ مساوات جسکے لیے آپ حضرات نیچری جان پر کھیلے ہوے ہین اور جس مساوات کی حمایت مین سرگرم ہین وہ آپ ہی کو مبارک ہو اسلام ہرگز اوس مساوات کو جائز نہین رکھتا اور بالکل بےحیائی اور بدتہذیبی اور بےغیرتی سمجھا ہے یعنے پردہ کی آزادی مثل مردون کے - یہ آپ ہی کو مبارک ہو خداوند کریم مسلمانون کو ہمیشہ اس سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین -

(پردہ)

پردہ کے دستور کی برائیان بہت کچھ سنی جاتی ہین جسکے سبب سے عورتین مردونکی مجالست سے خارج ہوگئین - اور بہت کچھ خیالی گھوڑ دوڑ اسلامی عورتون کی اس غم انگیز حال پر کی گئی ہے - اور بہت سے اعتراض ہوتے ہین جنکو ہم بیان کرتے ہین (پہلا اعتراض) عورت ومرد دونون افراد انسانی ہین - اور انسانی آزادی مین دونون مساوی ہین - پھر کیا وجہ خلاف انصاف مرد کو پردہ سے آزاد کیا جاوے اور عورت قید کیجاوے -

(جواب) ہرگز مرد پردہ سے آزاد نہین بلکہ جسطرح سے عورتونکو مردونسے پردہ کا حکم ہے اوسی طرح سے مردون کو عورتون سے - ضرور زن ومرد پردہ مین مساوی ہین عورت ومرد دونون کی آزادی عقل صحیح روکتی ہے پس اب نہ خلاف انصاف ہوگا نہ خلاف عدل - عام اس سے کہ پردہ مین حسن ہو یا قبح ہو زن ومرد دونون اس حکم مین مساوی ہین - مگر مرد کو کسب معیشت وپرورش اہل وعیال کیوجہ سے خانہ نشینی ناممکن ہے اس بنا پر اُسکو آزاد کیا گیا ہے اور عورت کو خانہ نشین بنایا ہان جو عورات لاوارث ہین اور کوئی شخص اونکا ہمدرد نہین ہے کہ کاروبار وا ونکا امانت ودیانت سے کرے اوسوقت ان عورتون کو عقل وشریعت اجازت دیتی ہے کہ مثل مردون کے باہر نکلین لیکن پردہ ضرور مدنظر رہے یہ شریعت کا حکم ہے جسمین مردوزن برابر ہین اب اگر تمکو عورت کی روٹی کھانا پسند ہو اور گھر مین بیٹھ سکو اور تمام دنیا کے مرد

پردہ نشین بنجاوین تو اوسوقت عورت کو اجازت ہے کہ وہ خود بازارونمین پھرے اور جو امور اسوقت مردون سے متعلق ہین اونکو انجام دے۔ عورتونکا بازارونمین پھرنا ممنوع نہین ہے بلکہ یہ ہے کہ عورت و مردمین پردہ ہو اور یہ نہین ممکن ہے پورے طور پر مگر جبھی کہ ایک ان دونومین سے خانہ نشین بنایا جاوے۔

اور چونکہ مردونکا خانہ نشین ہونا ناممکن ہے اور عورتونکا کسب معیشت کرکے مرد کو واجب النفقہ بنانا صریحی ظلم اور خلاف عقل ہے اسوجہ سے شریعت نے اور نیز عقل نے مرد کو آزاد بنایا اور عورت کو پردہ نشین ثبوت ہمارے دعوے کا بچند وجوہ ہے۔

(۱) انسانی فطرت مقتضی اسی کی ہے کہ وہ دوڑا دوڑا پھرے قیام و سکون اوسکی جبلت مین نہین ہے۔ بعد طوفان حضرت نوحؑ کے انسان کی حالت کو نظر کرو کہ خواہ نخواہ کس طرح سے دوڑا دوڑا پھرتا تھا اور ایکدم ایک مقام پر کسیکو قیام نہ تھا۔ اس سے بھی قطع نظر کرو مطلق حیوان پر نظر کرو جسکی ایک نوع انسان ہے۔ جملہ حیوانات کو کہین قرار نہین ہوتا۔ پس مقتضاے طبیعت بشری یہی ہے کہ وہ کہین تسلی سے نہ بیٹھے۔ بشریت مین اگرچہ زن و مرد مساوی ہین لیکن مردمین بہ نسبت عورت کے یہ مادہ زیادہ ہے فطرتاً دوسرے اسواسطے کہ مرد مین تولید خون زیادہ ہوتی ہے۔ اور عورت مین اگرچہ تولید خون مثل مرد کے ہونا تسلیم بھی کرلین لیکن عورت کا خون حیض و نفاس کے ذریعہ سے خارج ہوتا رہتا ہے بچہ کی ساخت مین صرف ہوتا ہے شیر بنکر پستان سے خارج ہوتا ہے۔ بخلاف مرد کے۔ اسکے جسم مین جسقدر تولید ہوتی ہے اوسکے اخراج کا کوئی ذریعہ نہین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد سخت و درشت متحمل و پرطاقت بہ نسبت عورت کے ہوتا ہے" بہرحال افراط خون ازدیاد حرارت کا موجب ہے اور ترقی حرارت سے تلون طبع کا ہونا بھی خلاف عقل نہین اور یہ تلون طبع تسلی کے ساتھ انسان کو ایک جگہ مقیم رہنے کا مانع ہے۔ پس جب مرد کی فطرت مقتضی پھرنے پھرانے کی تھی تو اوسکو خانہ نشین بنانا اسپر نہایت ظلم ہے اور ہرگز یہ متحمل خانہ نشینی کا نہین بخلاف عورت کے۔ اسوجہ سے خدا نے اس تلون طبعی سے مرد سے وہ اچھے اچھے کام لیے جو باہر نکل بیٹھ اور چل پھر سے متعلق ہین۔

(۲) عورت کا حاملہ ہونا لڑکا جننا دودھ پلانا اولاد کا پالنا خانگی انتظام کرنا اور کسب معیشت کی بھی تکلیف ڈالنا اسپر اوسپر ظلم ہے اور ہرگز عورت ان صعوبتونمین مبتلا ہوکر صحیح و سالم

نہین رہ سکتے ضرور اوسکی ہلاکت کا خطرہ ہے اور قطع نظر اسکے ایک وقت یہ امور جمع بھی نہین ہوسکتے زچائیت کی حالت مین خواہ نخواہ مرد کو گھر سے نکلنا پڑے گا۔ پھر پہلے ہی سے مرد کیون نہ باہر نکالا جاوے۔

(۳) خدا ارشاد فرماتا ہے "الرجال قوامون علے النساء" مردون کو فطرت نے عورتون پر صاحب اختیار پیدا کیا ہے۔ مرد کو اپنی قوت و توانائی سے اختیار ہے کہ جسقدر چاہے کما کر لاوے اور بال بچون عورتون پر تقسیم کرے اور جسقدر چاہے اپنے واسطے اندوختہ کرے۔ عورت اگر کمانے دھمانے کے واسطے ہوتی تو وہ ہرگز یہ نہ کرسکتے بلکہ مرد اوس سے ہاتھ مروڑ تروڑ کر چھین لیا کرتا اور عورت پھر بیکار محض مفلس و نادار رہ جاتی یا یہ کہ بیزار ہو کر کمانا چھوڑ دیتی پھر مرد کو نکلنا پڑتا۔ اور یہ امور اسوجہ سے ہوے کہ مرد بہ نسبت عورت کے توانا ہے اور جو شخص صاحب قوت و اختیار ہوگا وہی حکومت کے واسطے سزاوار ہے قوی کبھی ضعیف کی حکومت نہ سہنے گا پس مرد عورت کا محکوم ہرگز نہین رہ سکتا آخر مین اسکا نتیجہ یہ ہوگا جبکہ عورت ہی کی کمائیکی عادت ہوگی کہ جسطرح جیسے انسان اسپ۔ وگاو وخر سے زبردستی کام لیتا ہے اوسی طرح صبح ہوتے ہی عورتونکی ہنکائی ہوتی اور کسب معیشت وکاروبار کے واسطے مثل بیلونکے جوتی جاتین جو موجب اونکی ہلاکت کا ہوتا۔ کیا انصاف وعدل ہے خداے پاک کا کہ اوسنے عورت ضعیف البنیان کے لیے مرد کو مسخر فرما کر کسب معیشت کے واسطے مقرر کیا یہ مصلحت خداوند کریم کی لائق صلوات ہے اللھم صلی علے محمد وال محمد۔

(۴) مرد کے خانہ نشین ہونے اور عورت کے نکلنے سے انتظام عالم مین برہمی ہوجاتی اسلیئے کہ بہت سے امور ہین کہ جو مرد ہی کے شایان اور عورت کے اختیار سے باہر ہین مثل جنگ وپیکار تعمیر عمارات حمالی وغیرہ اور اکثر ایسے امور ہین جنمین عقل کامل اور قوت دماغی پوری خرچ کرنی پڑتی ہے۔ چونکہ عورت مین اصول علم "فیسولوجی" اور "فرنیالوجی" کے روسے بہ نسبت مردون کے بہت کم ہے لہذا حکمت الٰہی اسی کی مقتضی ہوئی کہ مرد چونکہ درشت اور طاقتور اور بنظر اعضا کے جسمانی وقواے نفسانی کامل تر ہے۔ لہذا اسکو سخت کام سپرد کیا جلوے اور خانگی امور کا بندوبست عورات کرین اور جو کام گھر کے بیٹھنے سے انجام پاتے ہین وہ عورت سے

متعلق ہون مثل پرورش اطفال اونکی نگرانی تا زمانہ صغرسنی یہ اصول کیا عدالت مے بھرپور ہے۔
(۵) فطرت عورت کی مقتضی نہین کہ وہ اون کامونکو انجام دے سکے جو مرد کے ہاتھ سے ہوتے ہین۔ اس زمانہ کو جانے دو خلقت انسان کے وقت سے نظر کرو۔ عورت بھی مثل مرد کے انسان ہے مگر ہمیشہ سے یہ ناقابل اون امور کے ہے جو مرد کی قابلیت سے ظہور مین آتی ہین اگر عورت مین بھی مثل آپکے مادہ ترقی و قابلیت فطری ہوتی تو کیا آپ وسکو روک بھی سکتے تھے ابتدائے آفرینش انسان سے اسوقت تک بہت زمانہ ترقی کا گذرا ہے۔ جس طرح سے خودبخود آپکی طبیعت مین کاروکسب معاش کی امنگ پیدا ہوگئی اسیطرح سے عورت کی فطرت بھی اگر اسکی مقتضی ہوتی تو پہلے ہی سے مثل مرد کے وہ بھی کماؤ اور کارکن ہوتی۔ اوسوقت آپ کہ سکتے ہین کہ شریعت اسلام نے عورت کو پردہ بٹھلایا۔ ہم پوچھتے ہین کہ جب کوئی شریعت لونکو روکنے والی نہ تھی اوسوقت بتائے کہ عورت عادتاً مرد کو کماکر کھلاتی پلاتی تھی۔ یا مرد عورت کو۔ ہمیشہ سے مرد قوّام اور سرپرست عورت کا سمجھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ فطری اقتضا ہے جسکو ہماری شریعت نے حکم دیکر ظاہر فرما دیا۔ مرد پر عورت کا نان و نفقہ واجب کرکے اُسکو عورت کا کارندہ قرار دیا۔ دیکھیے ہمیشہ سے مادہ ترقی اور قابلیت ذاتی جسقدر مرد مین ہے اوسکا عشر عشیر بھی عورت مین نہین ہے جس کام کو دنیا مین آپ پیش کرین اوسمین ہم مرد کی قابلیت کو بیان کرکے دکھانے کو موجود ہین ایک اسی امر کو دیکھیے ہر ملت و مذہب مین ہادیان قوم وریفارمر مصلحان وواعظان مرد ہے گذرے ہین عورت اس امر مین بھی ناقابل رہی ہے۔ پس جسکی فطرت ناقابل ہو کیونکر آپ اوسکو مرد سے زیادہ قابل بناسکتے ہین ؎ ہر کسے را بہر کارے ساختہ۔

اب اگر آپ پردہ کی ضرورت پوچھتے ہین تو اوسکو ہم آیندہ بیان کرینگے۔

(دوسرا اعتراض) پردہ پر یہ ہے کہ حفظان صحت کے قاعدہ سے عورت ہوا خوری کی زیادہ محتاج ہے اسلیے کہ یہ نسبت مرد کے زیادہ نازک ہے۔

(جواب) یہ ہے کہ محتاج ہوا خوری وہ ہے کہ دن بھر کسب معیشت مین تعب اوٹھاوے مضمحل ہے شاقہ سے گھبراکر کثرت کاروبار سے دل تنگ آکر مکان مین بیٹھی۔ اب چونکہ خالی ہے اور کوئی کام اوسکو نہین رہا ہے تو سیر و سپاٹا تفریح اسکے لیے ضروری ہے عورت کو ہرگز اسقدر کاروبار نہین جن سے وہ مشقت و تعب مین مبتلا ہوا ور اوسے ضرورت

ہواخوری کی ہو - کیا ہماری ہندوستانی عورت سے کچھ زیادہ آپکی یورپین سیاح عورتین صحیح وتندرست ہوتی ہین ہرگز نہین باوجود اس گوشہ نشینی کے کوئی صحت مین خرابی نہین ہوتی ہے کیونکہ وہ عادی گوشہ نشینی کی ہین - باوجودیکہ میم صاحبہ صبح وشام ٹمٹم پر خواہ فقط ولایتی کاٹھی پر اور کبھی بائی سیکل پر سیر وسپاٹا کرتی ہین غذا مین اون گوشتون کا استعمال ہے جو سب گوشتون مین قوی تر ہوتا ہے شراب کا بھی استعمال رہتا ہے - باوجود ان سب حفظان صحت کے طرق برتنے کی پھر بھی کسیطرح سے پردہ نشین سے یورپین زیادہ صحیح وتوانا نہین ہوتی ہین ابھی نئے تہذیب یافتہ لوگون نے ہندوستانی عورت کو گاؤ گجراتی کا لقب عطا کیا ہے پھر آپ ہی انصاف کرین کہ بکری[1] مین کہین قوت وتوانائی مین گاؤ گجراتی کا مقابلہ کر سکتی ہین ہرگز نہین یہ آپکا محض دھوکا دینا ہے ہرگز عورت کو حفظان صحت مین سیر وسپاٹے کی ضرورت نہین ہے اور کسی مرض کے علاج مین انحصار اسی سیر وسپاٹے پر ہو تو واجبی پردہ کے ساتھ بوقت ضرورت اونکے واسطے بھی منع نہین ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ عادت جسکو حکیم طبیعت ثانیہ کہتے ہین - جبکہ عورت کو ابتدائے عمر سے خانہ نشینی کی عادت ڈالی جاوے اور گھر مین پردہ سے رہنے کی وہ عادی اور خوگر ہو جاوے جب سے وہ ہوش سنبھالین گھر مین رہنا اور پردہ کرنا دل ودماغ عقل اور خیال اعضائے بدنی سب اُسکے مشاق ہو جاوین اپنے کو بھی ہمیشہ خانہ نشین دیکھین - مان بہن خالہ پھوپھی اور تمام کنبہ کو بھی پابند اسی رسم کا پاوین تو اگرچہ براہ فطرت خانہ نشینی انکو ناگوار بھی ہو مگر عادت کے دوسری طبیعت پیدا کر دینے سے اونکو پردہ نشینی ہرگز ناگوار نہ ہوگی بلکہ اُسکے خلاف بے پردگی کمال ناگوار ہوگی اور ترک عادت سے بنظر قواعد حفظان صحت جو خرابیان پیدا ہوتی ہین وہ بے پردگی اور ہواخوری مین پیدا ہونگی ”والعادۃ طبیعۃ ثانیۃ“ عادت کے خلاف ہر امر مین نقصان ومضرت ہے یہی دیکھو بعض فلاسفر تو اسی کے قائل ہین کہ جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے سب عادت ہی سے ہوتا ہے - دراصل نہ کھٹا ہے نہ میٹھا ہے - نہ مزہ دار نہ بدمزہ - نہ بو نہ خوشبو کچھ نہین سب کا مدار عادت پر ہے - اگرچہ یہ قول بالکل خلاف عقل ہے تاہم عادت سے ضرور آثار بدل جاتے ہین پس جبکہ ہماری عورتونکو پردہ داری کی کمال عادت ہے تو ضرور انکو

[1] نوٹ - مین محاورہ ہند مین بکری کو بھی کہتے ہین ۱۲ -

خانہ نشینی سے کوئی مضرت نہین ہو سکتی بلکہ ہوا خوری موجب نقصان ہوگی اور خلاف قاعدہ حفظان صحت۔

(تیسرا اعتراض) تدبیر خانہ داری اور حکمت منزل محتاج تجربہ پر ہے اور تجربہ بدون سیر و سیاحت کے ناممکن ہے پس پردہ نشینی سے کاروبار خانگی مین ابتری ہوتی ہے۔

(جواب) یہ ہے کہ عورتونسے گھر کا وہ کام متعلق نہین ہوتا ہے جسمین زیادہ تجربہ کی ضرورت مثل مردون کے ہو۔ کھانا۔ پکانا۔ سینا۔ پرونا۔ مرد کے مال کی حفاظت۔ بچون کا پالنا یہی کام اسلامی عورتونسے متعلق ہین۔ ان کامون مین ہرگز زیادہ تجربہ کاری کی ضرورت نہین ہے۔ ہم امور خانگی مین پردہ نشین عورت کو ایسا واقف و ماہر دیکھتے ہین اور اونکو اپنی ہمجنس عورت کی صحبت سے ایسی آگاہی اپنے امور مین ہوتی ہے کہ کوئی ضرورت سیر سیاحت کی باقی نہین رہتی اور کسی امر مین خلاف تجربہ کوئی امر عورت سے ظہور مین آتا ہے تو ایک تجربہ کار اُستاد یعنے گھر کا مالک (مرد) ہر وقت اوسکو تعلیم دے سکتا ہے اور اپنی دور و دراز کے تجربون پر گھر بیٹھے عورت کو مطلع کرسکتا ہے پس ہرگز عورت کو بغرض تجربہ سیر و سیاحت کی ضرورت نہین ہے۔

(چوتھا اعتراض) پردہ نشینی پاکدامنی کو عورت کے روکتی ہے اسلیے کہ انسان جس بات سے روکا جاتا ہے اوسکے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے۔

(جواب) یہ عجب بات ہے اگر یہ کلیہ ہے تو فطرت کو ہرگز یہ لازم نہین کہ کوئی قانون جرائم سے روکنے کے واسطے مقرر کرے۔ نہ ریفارمرون مصلحان قوم کو وعظ و لیکچر سے عام خلایق کو کسی بری بات سے روکنا چاہیے۔ تمام قوانین ملکی و اخلاقی و طبی لغو و بیکار ہوجاوین۔ ایسا ہرگز نہین ہے بلکہ اصلاح کا قانون اسواسطے ہے کہ وہ خواہش حیوانی اور حرص بیجا کو روکے۔ بلکہ یہ بھی خیال کرنا لازم ہے کہ جسطرح سے آدمی ازراہ جہالت جس امر سے منع کیا جاوے اوسپر حریص ہوتا ہے اوسی طرح سے فطرتی امر انسان کا یہ ہے کہ اپنی بہبودی اور عزت کی جو بات ہو اوسکا بھی حریص ہو۔ اور چونکہ عورت کے واسطے حفظ آبرو اور نگہداشت عزت خاندانی کی ایک بہبودی اور عزت کی بات ہی جو پردہ مین بخوبی ہے پس ضرور ہے کہ عورت اسکا خیال کرکے حریص عزت کی ہو اور وہ پاک دامنی کا سبب ہوجاوے۔

علاوہ اسکے پردہ مین رہنا محض تحفظ عصمت وعظمت ہے کے واسطے نہین ہے بلکہ دیگر امور بھی شامل ہین مثل باعزاز خاندانی اور انتظام امور خانگی وپرورش اطفال وغیرہ کے ۔

(پانچوان اعتراض) سزا ہی بعد صدور جرم ہوتی ہے پس عورتون کو حبس دوام کی سزا قبل ارتکاب جرم کیون دیجاتی ہے ۔

(جواب) اسکا یہ ہے کہ خانہ نشینی سے اونکی بیحرمتی یا کسی قسم کی اذیت پہونچانا ۔ یا یہ کہ اونکی جانب بیجا بدگمانی کرکے اس پابندی کا التزام کرانا اگر مقصود ہوتا اوسوقت یہ اعتراض صحیح ہوتا ۔ اور پردہ نشینی سزا جرایم کی قرار پاتا ۔ ایسا ہرگز نہین ہے بلکہ پردہ کے جو فواید ہین اونکے لحاظ سے یہ رسم جاری کیا گیا ہے نہ اسمین کوئی اذیت ہے عورت کے واسطے بلکہ موجب خوشنودی اور کمال راحت ہے جیساکہ وہ عورات جنکی تعلیم وتربیت اسی طور کی ہوتی ہے وہ خود پردہ داری کو کمال عزیز رکھتے ہین اور اگر اتفاقاً کسیوجہ سے خادم وخادمہ کی سہل کاری سے سقہ یا حلال خور یا کسی اجنبی مرد کا سامنا ہوجاتا ہے تو وہ باعفت وعصمت عورتین خود کمال برہم وخفا ہوتی ہین اور اس بے پردگی کو اپنی بے عزتی کا باعث قرار دیتے ہین پس اسکو قید اور جیل خانہ سے تشبیہ دینے بجز فریب دہی کے اور کیا سمجھا جاوے وین ہیمر صاحب مورخ جرمنی کا قول ہے کہ مسلمانون مین حرم سرا نہ وجہ شوہر کے راحت کا گھر ہے غیرون کو حرم مین جانے کی ممانعت اسوجہ سے نہین ہے کہ عورتون کا اعتبار نہین ہے بلکہ اس سبب سے ہے کہ قدیم سے یہی دستور چلا آتا ہے ۔ ایشیا کی اعلیٰ قومون (مسلمانون) مین اور یورپ مین جو اعزاز واحترام عورتون کا کیا جاتا ہے اوسکا ثبوت باسانی مل سکتا ہی زوجہ وشوہر کی باہمی معاشرت اور بے تکلفی قایم رکھنے کے لیئے پردہ کا رسم نکالا گیا ہے جسکو شوہر بیجا نہین اوٹھا سکتا ۔ لفظ حرم کے معنی عربی مین عورتون کا کمرہ یا مکان ہے جسکو اہل یورپ غلطی سے عورتونکا قید خانہ سمجھتے ہین ۔ زنانہ (جسکو ایرانین اندرون کہتے ہین) کے مقدس حدود کے اندر اہلخانہ کی حکومت ہوتی ہے اوس دائرہ کے اندر شوہر کی کچھ نہین چلتی بلکہ بغیر اجازت زوجہ کے وہ گھر کے اندر جانے بھی نہین پاتا ؎

(چھٹا اعتراض) قرآن مین کہین پردہ کا حکم نہین ہے ۔

(جواب) دیکھو رسولخدا کی بیبیان مسلمانون کی مان جنکی شان مین خدا نے فرمایا ہے وازواجہ امہٰتہم ۔ پھر ان ماؤنکو بھی عام طرح سے نکلنے کا حکم نہین بلکہ گھر میٹھے رہنے کا

حکم کیا گیا کہ " وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی الآیہ "
تو عام طرحسے عوام عورتین کسطرحسے بے پردہ باہر نکل سکتی ہین۔ اور خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ کو ارشاد ہوا کہ اپنی بیبیون اور بیٹیون اور عام مسلمانون کی بیبیون کو کہدیجئے کہ اپنے منہ پر چادر کا کونا ڈال لیا کرین " یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین ید نین علیھن من جلابیبھن الآیہ " یہ پردہ نہین تو کیا ہے۔ اور حکم ہوا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ کے ازواج طاہرات سے جو کچھ مانگنا ہو وہ پردہ کے باہر سے مانگو " واسئلوھن من ورآء حجاب " یہ پردہ نہین تو کیا ہے۔ ایسی روشن آیات قرآنیہ سے چشم پوشی کرنا اور بیدھڑک بول اٹھنا کہ پردہ قرآنی نہین ذرا غور فرمائے کہ کسقدر بیباکی ہے۔
جس زمانہ مین خاندان نبوت پر سخت مصیبت آئی تھی اور ظالمان بے دین نے اہلبیت اطہار کو پیاسا شہید کیا اور اونکی عورتون کو بے پردہ اونٹون پر بٹھا کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق تک پھرایا جسپر ابن ابی الحدید اور دعبل خزاعی نے پردرد ابیات کہے ہین اور خود اون مخدرات عظمت نے اس بے پردگی پر نوحہ وبین کیے ہین دعبل کا ایک شعر یہ ہے " وابی زیاد فی القصور مصونۃ ۔ وال رسول اللہ فی الفلوات۔ مسلمانون اگر پردہ کوئی شے نہین تو خاص کر اس بے پردگی پر کیون عام مسلمانون نے ماتم کیا۔ پس اول پردہ دری جو اسلام مین ہوئی وہ یزید کے لوگون نے کی۔ اب جنکا جی چاہے اون لوگونکا ساتھ دے۔
اب ہم فواید کو پردہ کے بیان کرتے ہین۔ نظر انصاف سے ملاحظہ کیجیے۔
(۱) صحبت ہمجنس و ناجنس کا اثر اچھا ہو یا برا ضرور ہوتا ہے اور یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ ناجنس کے مغایر اخلاق ہوتے ہین اور صحبت ناجنس سے اسکے اخلاق بھی ویسے ہی ہوجاتے ہین چنانچہ جو لڑکے ابتدائے سن سے عورتون کی صحبت مین رہتے ہین وہ زنانہ مزاج ہوجاتے ہین اور جو اخلاق عورتونکے مثل جبن وبخل وغیرہ کے ہین وہ لڑکو نمین پیدا ہو کر اونکی خلقت جس غرض سے ہوتے ہی وہ مفقود ہوجاتی ہے۔ کیا جو لوگ زنانہ مزاج ہوتے ہین۔ اونسے آپکو اون امور عظام کی انجام دہی کی امید ہے جو مردون سے انجام پاتے ہین۔ ہرگز نہین۔ اسیطرحسے لڑکیون کو اگر مردون کی صحبت مین پالا جاوے۔ اگرچہ وہ محارم بھی ہون تو ضرور وہ لڑکیان مردانہ اخلاق سیکھ کر اوس

طبیعت پر باقی نرہین گی جو عورتونکے واسطے ضروری ہے اور بے باک وطرار ہوجاوینگی اور امور خانہ داری کے انتظام مین دشواری ہوگی۔ لہذا مرد عورت سے اور عورت کو مرد سے جدا رکھنا لازم ہوا۔

(۲) عورت ومرد مین جو نسبت فعل وانفعال کے فطرتی ہے اوس سے ہر شخص آگاہ ہے پس اگر مرد وعورت دونون مہذب ہین تو ایک دوسرے کی صحبت سے متاذی ہوگا اور خواہ نخواہ نفس کشی ہر لحظہ کرنا پڑے گی۔ پس اس ایذاے بیجا کو کون عقلمند پسند کریگا۔ اور اگر ایک غیر مہذب ہے تو دوسرا مہذب اوسکی بدتہذیبی سے متاذی ہوگا اور کیا عجب ہے کہ اثر غیر مہذب غالب آجاوے اور اثر مہذب مغلوب ہوجاوے اور اگر دونون غیر مہذب ہین تو پھر فرمایئے اسصورت مین ارتکاب فجور کا کون روکنے والا ہے۔ لہذا ہم صحبت ہونا ان دونون کا غیر مناسب ہوا اور سہل وآسان طریقہ رفع تکلیف وایذا کا یہی قرار پایا کہ دونون علیحدہ رہین۔

(۳) عورت مین فطرتاً مرد سے حیا ہے۔ اور بشدت حیا مقتضی ہے علیحدگی کا مرد سے اور حیا حسن ہے۔ پس عورت کو علیحدگی مرد سے یہ بھی حسن ہوگی۔

(۴) اگر ہم پردہ کے نتائج پر جیساکہ ممالک مشرقی مین ظاہر کیا گیا ہے غور کرین تو یہ خیال ہمکو ذہن نشین کرلینا پڑے گا کہ حتی الامکان یہان زناکاری وشوہری بے اعتباری کا تدارک کیا جاتا ہے۔ لیکن ان تو ام برائیونسے مقابلہ کرنے مین گرجاکے قوانین تمام تر بے بس ہین۔ یہ برائیان اسلامی ممالک مین کلیتہً ناپدید ہین بجز اون مقامات کے جہان کے یورپ کی رسوم وخیالات نے اپنی بنا قایم کرلی ہے۔ یہ واقعہ اون لوگونکے واسطے مسلمہ ہے جنھون نے مشرق مین آنکھ کھولکر قیام کیا ہے اور جن مقامات پر یورپ کے اثر نے نفوذ کرلیا ہے وہان جملہ قبائح کے امواج نے اصلی عفت وپارسائی کو معدوم کردیا ہے۔

ہندوستان مین مسلمان کسبی کا دستیاب کرنا اگر یہ نہ کہا جاوے کہ ایک مایوسانہ کام تھا۔ تو نہایت درجہ مین مشکل ضرور تھا۔ لیکن برٹش گورنمنٹ نے ایک فیاضانہ تعداد اپنی سالانہ بجٹ مین منضبط کی تاکہ دیسی عورتین انگریزی سپاہیون کے واسطے بہم پہونچائی جاوین۔

امریکہ اور یورپ کے کسی شہر مین جاؤ اور اون بداعمالیون اور بدکاریون کے بلاتعرض سیلاب کی شہادت تو نکو ملاحظہ کرو جو تمدنی عمارت کے ذریعہ سے بلاتحاشا دوڑ رہے ہین اور جوش زن ہین - کسی جلسہ رقص و دربار - یا مجلس دعوت مین چلو اور اون امیرزادیون کی حیثیت کو جو خدا کی ایک اعلی ترین صنعت مین سے ہین دیکھو کہ اس صدیکی تہذیب کے رسم و رواج نے اونھین کہانپر جگہ دی ہے - ذی عزت - دولت مند - تعلیم یافتہ عیسائیون کے ازواج اور عصمت مآب بیٹیون کو دیکھو کہ وہ کسطرح اون اشخاص کی مدنظر ہین جنکے خون مین بخارات شراب شعلہ زن ہو رہے ہین - اخبارون کو ہاتھ مین لیکر طلاق کی فہرست تمدنی اتہامات - اور شوہری آلام کو دیکھو جنسے ہم شرمندہ و متنفر ہو رہے ہین - اب لکھو کہ جو مسیحی قوانین اور مسیحی دستور لکھے جاتے ہین اچھے ہین - اور ان سب ارتکابات کا کیا علاج ہے -

محمدی قوانین و ضوابط و اسلامی اصول مین مسیحی قوانین و ضوابط کی چند صدی تک آزمایش کی گئی لیکن یہ تمام تر ناقص ثابت ہوئے - نامحرم لوگون کو - جوان عورتونکا بوسہ لینا جائز ہی نہین - بلکہ یورپ کی نئی تہذیب مین ایک امر مستحسن قرار دیا گیا ہے - کوئی دعوی سے نہین کہہ سکتا کہ انگلستان مین کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جسکا عین جوانی کے دنون مین کسی نامحرم نے بوسہ نہ لیا ہو دنیا پرستی اسقدر ہے کہ (آرایل گرنیٹ صاحب) ایک چٹھی مین لکھتے ہین کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک مین پائے جاتے ہین انھین سے ایک شخص میری نظر مین ایسا نہین جسکی نگاہ آخرت کیطرف لگی ہوئی ہو - بلکہ سب دنیا مین ڈوبے ہوئے ہین - یہ سب اسی بے پردگی اور شرب خمر کا نتیجہ ہے جس کی وبا عیسائیونمین ایک سرے سے پھیلی ہوی نظر آتی ہے - اسکا علاج اگر ہے تو یہی پردہ - پردہ سے مراد صرف اجنبی مردون سے خلا ملا - اور میل جول رکھنے سے احتیاط کرنا ہے اور غیر مردون کے ساتھ عورتون کی خلوت کرنے مین جسقدر خرابیان ہین اوس کے اظہار کی کوئی ضرورت نہین - شرعی پردہ کے وجود اور عورت مرد کی خلوت مین اکٹھا ہونے کی روک ہے جو زنا کی سد راہ ہو سکتی ہے ورنہ جن اقوام مین پردہ کا پاک دستور نہین اونمین زنا کی وہ کثرت ہے کہ الامان - زنا سے زیادہ بچے ہوئے اگر کوئی قوم ہے تو وہی ہے جنمین پردہ کا پاک دستور ہے - جو شخص شرعی پردہ کے

خلاف ہے اوسکو یہ ضرور غور کرنا چاہیئے کہ پردہ کے نہونے سے اونکی سوسائٹی کہانتک زنا سے بچی ہوئی ہے اوسوقت اونکو پردہ کی خوبیان ٹھیک ٹھیک معلوم ہو جاوین گی۔
پردہ سے مراد اسلام مین صرف (غض بصر) ہے یعنے غیر مرد کو آنکھ اوٹھاکر نہ دیکھنا اور ایسا ہی غیر عورت کا کسی اجنبی مرد کو آنکھ اوٹھاکر نہ دیکھنا جیسا کہ قرآن مجید مین فرماتا ہے ؎ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظہر منھا ولیضربن بخمرھن علے جیوبھن ؎ اے نبیؐ تم مومن مردونسے کہدو کہ اپنی آنکھین اجنبی عورتونکی طرف دیکھنے سے نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہون کو تھامین۔ اور ایسا ہی مومن عورتونسے کہدو کہ اپنی آنکھین غیر مردونکے دیکھنے سے نیچی رکھین۔ اور اپنی عصمت کو تھامی رکھین۔ اور نہ دکھائین اپنا سنگار مگر جو اسمین سے (بہ مجبوری) کھلا رہے اور چاہیے کہ اپنے گریبانون پر اوڑھنیان اوڑھین۔

پس یہی اسلامی پردہ ہے (یعنے غض بصر) جسکی خوبیان تمام جہان جانتا ہے اہل ہنود کی شریف قوم بھی اس دستور پاک کی پابند ہو رہی ہے جسکو آریہ لوگ اوٹھاکر یورپین اقوام کے مساوی بننا چاہتے ہین اور غیر مرد و عورت کا خلا ملا جائز رکھنا چاہتے ہین۔ لیکن یورپین کے اس قبیح دستور مین تقلید جس کی وہ خوشامد کی ہین آریون کو مبارک رہے۔ مسلمان کی عورات کو چار دیواری مین قید ہونے کا حکم ہرگز نہین ہے البتہ غیر مردون سے خلا ملا کی سخت ممانعت ہے جو زنا کا سرچشمہ اور فساد کا سرمایہ ہے۔ عورت فقط چادر پیچھے سے شرعی پردہ کر سکتی ہے لیکن ہندوستانکا رسم کہ مکانون سے جب نکلین تو سواری مین اور چادر پیچھے کی بھی اجازت نہین۔ یہ محض ہندوستانی رسم ہے۔ اور بمصالح ایسا قرار دیا گیا ہے۔

(۱) اسواسطیکہ سب عورتین نہ تو اسقدر شریعت کی پابند ہین جنکو عموماً اپنے مذہب کا پاس ہو نہ سب ایسی ہی غیرت دار ہو سکتی ہین۔ اور پھر ملک ہندوستان خود ہی سرچشمہ فسق و فجور کا ہو رہا ہے اکثر قومین۔ اور بہت سے مذہب والے جنمین قید مذہبی بالکل نہین ہے اونمین اپنی عورتونکو چھوڑ دینا از حد حماقت و بے وقوفی ہے اپنی عورتونسے تو مسلمانو نکو ضرور اطمینان ہے لیکن ملکی اوباشون اور بدمعاشون کے

خوف سے پردہ مین زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔
(۲) ہمارے ملک مین یہ رسم شریف اور رذیل مین امتیاز اور تفرقہ کی نظر سے ہے اور جو رسم امتیاز قومی خواہ اعزاز خاندانی کے سبب سے جاری ہوا ور کوئی مضرت عقلی بھی اوسمین نہ ہو بلکہ ترجیح عقلی اوس مین ہو جیساکہ سابقاً مذکور ہوا تو ضرور وہ لائق تعمیل ہے۔
تاریخ ہند کو ملاحظہ کیجئے راجپوت کی قوم جو ہندوستان کی رئیس (رامااوتار) کے زمانہ سے ہے اونکی عورتونمین اعزازی پردہ آج تک ہے راجپوتانہ کے ملکون مین جودہ پور۔ اودی پور۔ بھرتپور۔ دھولپور۔ اور پٹیالہ۔ نابھہ۔ وغیرہ کی رانیان اب بھی نہ سربازار پھرتی ہین نہ ہوا خوری کو نکلتی ہین بہی نالکی پالکی۔ محافہ وغیرہ بند سواریان اونھین کے واسطے بنائی گئی ہین۔ بلکہ جاٹ وگوجر وغیرہ جو بدقومی ہین اونکو بھی جب ریاست ہوجاتی ہے تو یہ بھی اعزازی پردہ جاری کرتی ہین۔ اہل اسلام ہندوستان مین فاتح بنکر آئے رئیس کہلائے اور پردہ کا حکم انکے مذہب مین بھی پہلے سے موجود تھا پس انکو ضرور ہوا کہ یہانکے رئیس اور حکم انکے اوضاع اطوار کو اختیار کرین چونکہ اونکی عورات اعزازی پردہ کی پابند تھین اور اہل اسلام کی شریعت اور عقل سلیم سے یہ پردہ منافی بھی نہ تھا لہٰذا اُنھون نے بھی اپنی عورتونمین اسکو جاری کردیا اور یہی اعزازی پردہ عرب مین جاری تھا معزز عورتین عماریون اور کجاؤن مین جو پردہ دار ہوتی تھین نکلا کرتی تھین دیکھو تاریخ عرب کو۔
سوائے پردہ کے باقی سب احکام مین عورتین مساوی ہین علم کا سیکھنا دونون کے واسطے یکسان ہے جیساکہ جناب رسولخدا نے ارشاد فرمایا ہے ,,طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة،، علم کی تلاش ہر مرد مسلمان و عورت مسلمہ پر فرض ہے۔ پھر عورت کو جمعہ جماعات۔ مین مناسب پردہ سے اور احتیاط کے ساتھ جانے مین کوئی گناہ نہین۔ عالمان دین کے وعظ سنے کی کوئی ممانعت نہین مسایل دریافت کرنے کی کوئی روک نہین۔ ذرا یہان سے نکل کر عراق وایران وحجاز کی سیر وکرو تو پھر عورتون کے اصلی پردے کے ساتھ طرز معاشرت کو دیکھو۔
ہندوستان مین بھی مسلمانون کی عورتین اگرچہ چاردیواری مین ہین۔ تاہم گھر کی

بادشاہ ہوتے ہین سارا گھر انھین کے اختیار مین ہوتا ہے مرد جو کچھ کماتا ہے اونھین کے ہاتھ مین رکھتا ہے وہی گھر کا سب انتظام کرنے والی اور بچونکی خبرگیری کرنے والی ہین غرضکہ اونکو ہرطرح اختیار حاصل ہوتا ہے اور وہ گھر کی ایک ملکہ ہوتی ہین۔ جس کے آگے مرد بھی ایک اجنبی سا معلوم ہوتا ہے مسلمانونکی تواریخ کو دیکھو۔ ہزارون عورتین بڑی بڑی فاضل اور علوم وفنون مین ماہر وکامل گذر چکی ہین۔ حضرت خدیجہ۔ حضرت فاطمہؑ۔ اسما۔ حضرت حفصہ جنہون نے بیس برس کامل ہربات کا جواب قرآن مجید سے دیا ہے۔ حضرت ام سلمہ۔ حضرت زینب بنت امیرالمومنینؑ۔ حضرت ام کلثوم بنت امیرالمومنینؑ وغیرہ کے نام سے دنیائے اسلام فخر کرتی ہے۔

نورجہان۔ زیب النسا۔ وغیرہ وغیرہ سیکڑون عورتین آپ مردون کے برابر نامی ہو وین ہےگے۔

زمانہ قدیم مین بھی پردہ نشینی کا رسم بہت سی قومون مین تھا یہانتک کہ اہل اتھنس بھی اس دستور کے سخت پابند تھے توریت مین بھی پردہ کا ذکر ہے وہ اور اوس نوکر نے کہا تھا کہ یہ میرا خاوند ہے۔ اسلیے اوسنے نقاب لیا اور اپنے تئین چھپایا۔ ما ما (پیدایش باب ۲۴) تب اوسنے اپنی بیوگی کے کپڑون کو اوتار پھینکا اور برقع اوڑھا اور اپنے کو لپیٹا" (پیدایش ۳۸) اگر انصاف سے دیکھو تو انجیل مین بھی پردہ کا حکم موجود ہے۔

(خط پولوس بنام قرنیتان ۱۱/۵) اور ہر عورت جو سر ین ڈھانپے دعا یا نبوت کرتی ہے اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے کیونکہ سر منڈے ہوے کے برابر ہے۔ (۶) سو اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو اوسکی چوٹی بھی کٹ جاوے۔ اور جو عورت چوٹی کٹنے یا سر منڈنے سے بے حرمت ہوتی ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔

اگرچہ ظاہر ان آیات کا یہی ہے کہ دعا کے وقت اوڑھنی اوڑھنے کا عورتونکو حکم ہے لیکن ان آیات سے اسکی مخالفت کہانسے ثابت ہوئی کہ جسوقت دعا نہ مانگو اوسوقت برہنہ سر پھرو نہ کسی اور آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے بلکہ اسمقام سے یہ معلوم ہوا کہ سر ڈھانپنا چونکہ اچھا ہے اسیوجہ سے دعا کے وقت بھی حکم ہوا اگر برا ہوتا تو دعا کے وقت سر ڈھانپنے کا کیون حکم ہوتا بلکہ اگرچہ لفظ دعا اوپر کی آیت

مین مذکور ہے لیکن اسمقام سے عام طور پر سر ڈھانپنے کا حکم ثابت ہوتا ہے - ہم اس سر ڈھانپنے کی بابت پہلے اس خطہ کے چلہ جملہ کے الفاظ نقل کرتے ہین -
(۳) عورت کا سر مرد ہے (۵) ہر عورت جو سر ننگے ڈھانپے دعا یا نبوت کرتی ہے اپنے سر کو بیحرمت کرتی ہے (۷) پر عورت مرد کا جلال ہے (۸) کیونکہ مرد عورت سے نہین بلکہ عورت مرد سے ہے (۹) اور نہ مرد عورت کے لیئے بلکہ عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی ہے (۱۰) اسلیئے عورت کو چاہیے کہ فرشتونکے سبب اوسکے سر پر (مرد کا) اختیار ظاہر ہو (۱۳) تم آپ ہی انصاف کرو کیا مناسب ہے کہ عورت سر ننگے ڈھانپے خدا سے دعا مانگے (۱۴) یا کیا طبیعت آپ تمکو نہین سکھلاتی ہے کہ اگر مرد چوٹی رکھے تو یہ اوسکی بیحرمتی ہے (۱۵) پھر اگر عورت کے لنبے بال ہون تو یہ اوسکی زینت ہے کیونکہ بال اوسے پردے کے عوض دیے گیے (۱۶) لیکن اگر کوئی تکراری معلوم ہو تو (جان لے کہ) نہ ہمارا نہ خدا کی کلیساؤنکا یہ دستور ہے - ۱۱

ان آیات کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جو عورت سر نہین ڈھانپتی اپنے شوہر کو بیحرمت کرتی ہے کیونکہ مرد ہی عورت کا سر ہے اور عورت مرد کی عزت و جلال ہے اگر سر نہ ڈھانپیگی تو مرد کی بے عزتی ہوگی پس عورت مرد کے اختیار مین ہے اور اپنے شوہر ہی کیواسطے پیدا ہوئی ہے - غیر مردونکو کیون اپنے تیئن دکھاوے بلکہ فرشتون تک کی نظر اوسپر دعا کرنے مین نہ پڑے - اور فرشتون کو یہ معلوم ہو جاوے کہ مرد کا اسپر اختیار ہے جبھی تو اوسنے اُسکا سر ڈھانپا ہے - اور جسطرحسے مرد کو چوٹی رکھنے اور بال بڑھانے مین بیحرمتی ہے اوسیطرحسے عورت کو سر برہنہ رہنے مین بیحرمتی ہے - عورت کے لنبے بالونمین بھی قانون فطرت یہی ہے کہ وہ بجائے مقنع اور پردہ کے ہین جس سے اپنے چہرہ کو ضرورت کے وقت چھپاوے یعنے جسوقت کوئی کپڑا اوسکو سر ڈھانپنے کے واسطے میسر نہ ہو تو اپنے بالونسے سر کو چھپاوے اور خلاف اسکے جو بے ستری ہونا انصافی و تکرار و نزاع کرے وہ نہ پولوسی مذہب کا ہے نہ خدا کے کلیسا کے دستور کے موافق کرتا ہے -

بھلا انصاف تو یہ ہے کہ جس رسم مین ایسا حسن ہو کہ دعا کے وقت اوسکی پابندی کا حکم کیا جاوے - اور جس پردہ کا یہانتک حکم ہو کہ فرشتون تک سے پردہ کیا جاوے اور بال بڑھانے کا جب بھی فطرتی منشا ہے کہ اوس سے سر چھپایا جاوے -

توکیا اب یہ پسندیدہ رسم اور وقتون مین (جب دعا نہ مانگتی ہون) متروک کرنا اچھا ہوگا ہرگز نہین فرشتونکے سامنا کرینکی تو ممانعت ہو جو ہر طرحسے خواہشہاے نفسانی سے مبرا ہین اور مردونکو دکھانا جائز ہو ہرگز عقل اسکو باور نہین کرتی۔ اور اس سے بھی قطع نظر مرد کو چوٹی رکھنے مین بیحرمتی قرار دی گئی ہے اگر یہ محض دعا ہی کے وقت ہے۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جسوقت مرد دعا نہ کرتا ہو اوسوقت اگر سر پہ چوٹی رکھے تو کوئی بیحرمتی نہین ہے۔ حالانکہ مردونکے واسطے ہر وقت مین چوٹی رکھنا برا ہے خواہ دعا کرتا ہو یا نکرتا ہو۔ اوسیطرحسے عورتون کو بھی ہر وقت چوٹی رکھنی چاہیے۔ اور عورتون کی چوٹی اوسیوقت تک رہ سکتی ہے جب تک وہ سر ڈھانپے رہین کیونکہ لکھا ہے (جو اپنے سر کو بیحرمت کرتی ہے وہ سر منڈی ہوئی کے برابر ہے اور جو عورت اوڑھنی نہ اوڑھے وہ سر منڈی ہوئی کے برابر ہے) تو جسطرحسے مرد کو اس حکم سے کسیوقت چوٹی رکھنے کا حکم نہین۔ اوسیطرحسے عورت کو کسی وقت سر برہنہ ہونے کا حکم نہ چاہیے کیونکہ ایک ہی مقام پر دونون حکم دے گئے ہین۔ علاوہ اسکے جبکہ چوٹی کا فطرتی منشا یہ ہے کہ بال پردے کے عوض مین ہین تو جب تک سر پر بال رہین عام اس سے کہ عورت دعا مین مشغول ہو یا نہ ہو ہر وقت وہ پردہ ہی کے عوض مین سمجھے جاوینگے۔ پس جسطرحسے دعا مین پردہ کا حکم ہے اوسی طرحسے علاوہ دعا کے بھی پردہ کا حکم ہے اور اسیکو پولوس نے کلیسیا کا دستور اور اپنا آئین قرار دیا ہے۔

ہان اگر یہ کہو کہ ان آیات سے محض سر کے بال چھپانا ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ چہرے کا ڈھانپنا ضروری ہو۔ تو جواب اسکا یہ ہے۔ کہ حاجب و محجوب ساتر و مستور مین فرق ہے پردہ اور شے ہے جو پردہ مین ڈھانپی جاوے وہ اور شے ہے۔ بال جبکہ پردہ کے عوض مین دیے گئے اور بجاے پردہ کے ہین تو اس سے ہمکو سر ڈھانپنا چاہیے اور ان بالون کو اوڑھنی اور چادر سے چھپانا چاہیے (کیونکہ جو عورت چوٹی کٹنے یا سر منڈنے سے بیحرمت ہوتی ہے تو وہ اوڑھنی اوڑھے) پس اوڑھنی کی تخصیص سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے کل جسم کو پوشیدہ کرے اور چوٹی جو کہ اکثر کولونسے نیچی ہوتی ہے پوری ڈھانپے۔

اگر فقط سر ہی پوشیدہ کرنے کا حکم ہوتا تو مثل مردون کے ٹوپی یا دستار۔ و پگڑی

کافی تھی۔ اوڑھنی کی تخصیص کیون ہوئی اس تخصیص سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سارا جسم پوشیدہ کیا جاوے۔

علاوہ اسکے فقط سر ڈھانپنے کی فلاسفی کو دیکھو کیا ہے۔ اگر سر نہ ڈھانپے تو عقلاً کون سا ضرر ہے۔ اور محض سر ڈہانپنے مین کونسا نفع ہے۔

اگر کوئی نفع ہے تو اسمین کہ سارا جسم پوشیدہ کیا جاوے تاکہ نظر نامحرم سے بچے۔ فقط بالون کے چھپانے مین کیا نفع جوکہ اکثر کنگھی چوٹی کرنے سے ٹوٹ کر گلیونمین اوڑتے پھرتے ہین اور ہرکس وناکس اوسکو دیکھتا ہے۔

الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان

حُسنِ طلاق

طلاق زمانہ سابق سے جائز ہے حضرت عیسیٰ نے بھی طلاق کو حالت زنامین۔ جائز رکھا ہے۔ پس اگر ایک مخصوص حالت مین (یعنے زنا) کے وقت یہ تعلق ٹوٹ سکتا ہے توکمال نشوز و اعراض و باہمی نااتفاقی کیوجہ سے۔ جبکہ مرد و زنمین نباہ کی کوئی صورت نہین رہتی اور ایک دوسرکي ہلاکت کے خواہان ہوتے ہین۔ یہ تعلق کیون نہین ٹوٹ سکتا۔ کیا ایسی ضیق اور تنگی کی حالتمین طلاق مستحسن نہین ہے یا یہ کہ عورت کہین اور مرد کہین ہو طلاق کیون نہین ہوسکتی اب مرد و عورت کو سوائے زنا کے طرف جھکنے کے اور کوئی چارہ نہین کیونکہ تقاضائے طبعی کو تو کوئی روک نہین سکتا سوائے بدکاری اور زنا کے فطرت کا تقاضا اور کسطرحسے پورا ہوسکتا ہے۔ پس عیسائیونکے خدا کے بیٹے کا یہ حکم کسقدر ناقص اور ناعاقبت اندیشی کے ساتھ ہے کہ اونھون نے زنا کی حالت مین تو طلاق کا حکم دیا۔ جو شامت نفس سے اتفاقیہ عورت سے وقوع مین آجاوے اور دائمی نااتفاقی کہ جو اکثر وقوع مین آتی رہتی ہے اوسکا کوئی علاج نہ بتایا۔

پس کیا یہ تعلیم ناقص نہین ہے مین حیران ہون کہ جب مسیح کا کفارہ موجود ہے اور مرد و زن کے سارے گناہ معاف کرچکا ہے۔ اور عیسائی لوگ محض اعمال سے (نہ اعمال حسنہ سے) راستباز ٹھہر چکے ہین۔ اور سبکے سب نجات پاچکے ہین تو کیا زانیہ عورت کا یہ گناہ معافی کے مد مین نہین آسکتا (کیونکہ نجات صرف ایمان سے

ہے نہ اعمال بدسے پرہیز یا عبادات کی کیا دلیل ہے کہ عیسائی آپ تو زنا کرین اور انھین کوئی نہ پوچھے۔ مگر جب عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہو تو اوسے طلاق دیا کرین۔ اب تو جس مرد کو عورت ناپسند ہو یا چھوڑنا ہو۔ مرد عورت کو خود زنا کا موقع دیگا تاکہ کسی طرح یہ بلا گلے سے اوترے پھر سب سے بڑھکر حسرت اس بات کی ہے کہ انجیل نے مرد کے لیئے تو یہ رعایت رکھی کہ اگر اوسکی عورت زانیہ ہو تو مرد طلاق دیدے لیکن عورت کے لیئے اسبات کا کوئی خیال نہ کیا کہ اگر اسکا مرد زانی ہو تو وہ بھی مرد سے تعلق قطع کرسکے اور طلاق لیلے کیا یہ صریح بے انصافی اور ظلم نہین ہے۔

اور پھر یہ تو بتلایئے کہ مرد اپنی جورو کا زنا کسطرح ثابت کرے جسنے اپنی عورت کو ایک مرد کے ساتھ ناگفتنی فعل کرتے ہوئے پکڑا۔ اور دوسرا اوسوقت کوئی گواہ و شاہد نہین۔ اب بتلائے کہ ایسی حالت مین وہ اوس عورت سے سلوک کیا کرے۔ قانوناً تو اوسکو چھوڑ نہین سکتا۔ کیونکہ زنا کا ثبوت اور شہادت نہین۔ یون چھوڑدے تو عورت پہلے زنا کا قانونی ثبوت مانگی گی تو اب فرمائے کہ ایسی حالت مین وہ زانیہ عورت ہی کے ساتھ صحبت کرتا رہے گا؟ یا نہین۔ پس یسوع کا یہ ناقص حکم یہان بھی کسی کام کا نہین رہا۔

اگر یہ کہو کہ وہ عورت کو بلا ثبوت و شہادت چھوڑدے۔ تو پھر تمام عیسائیون کے لیئے بڑی گنجایش ہوجاوے گی جس عورت کو چھوڑنا چاہا جھٹ زنا کا الزام و اتہام لگادیا اور چھوڑدیا اس بات سے روکنے والا اونکے لیئے کون آدمی ہوسکتا ہے اگر یہ جواب ہو کہ کوئی شخص مسیح کا سچا پیرو کہلا کر اپنی عورت کی نسبت جھوٹا الزام نہین لگا سکتا۔ تو یہ محض حیلہ و تسلی ہے۔ جب کہ ہر ایک عیسائی کا یہ خیال ہے کہ نجات کے لیئے تقوی و طہارت اور اعمال حسنہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہین۔ اور اور صرف مسیح پر ایمان لانے سے سارے گناہ معاف ہوچکے ہین۔ اب کوئی گناہ نہین ضرر کرسکتا۔ پاکون کے لیئے سب کچھ پاک ہے۔ پر ناپاکو نکو (یعنے غیر عیسائیونکے لیئے) کوئی شے پاک نہین۔ تو پھر عیاش طبع عیسائی کیون نہ جھوٹے الزام عورتون کو لگا کر نکالنا چاہے گا اور نئی عورت سے مزے اوڑاتا جاوے گا۔

پر مین کہتا ہون کہ جو طلاق کو زنا ہی کے وقوع پر منحصر رکھتا ہے۔ اگر کمال نشوز اعراض کی حالت مین بھی طلاق کی اجازت ہوتی تو کوئی شخص نہ سمجھ سکتا کہ زنا سے طلاق ہوتی ہے یا اور کوئی وجہ سے۔ اور عورت کا اسمین پردہ ڈھکا رہتا اب عورت کی طلاق صرف زنا پر منحصر ہے۔

مطلقہ عورت کی نسبت زنا کا اعتراف اور اوسے زانیہ کرکے پکارنا سب سے مقدم ہے وہ ستار العیوب خدا ہو تو ایسا ہو۔ اور احکام ہون تو ایسے ہون۔

چنانچہ ڈاکٹر ہملٹن صاحب ،، نے زنا کی حالت مین طلاق کے جائز ہونے اور باہمی نااتفاقی کی حالت مین ناجائز ہونے کی نسبت جو ریمارک کرتے ہین وہ اس بارہ مین بالکل اسلامی مسئلہ کیطرف جھکے ہین۔ چنانچہ فرماتے ہین۔

اگر کوئی عورت اذیت و مصیبت کا باعث ہو۔ تو ہرگز خیال نکرنا چاہیے کہ خدا ہم سے ایسی عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ہوگا۔ مین دلکی سختی کو اس شخص سے منسوب کرتا ہون جو اوس عورت کو اپنے پاس رہنے دے نہ اوس شخص سے جو اوسکو ایسی صورتمین اپنے گھر سے نکال دے۔

ناموافقت سے عورت کو رکھنا ایسی سختی ہے جسمین طلاق سے زیادہ بیرحمی ہے طلاق ایک مصیبت ہے جو ایک بدتر مصیبت کے عوض اختیار کیجاتی ہے۔ تمام معاہدے بدعہدی سے ٹوٹ جاتے ہین۔ پھر اسپر کونسی معقول دلیل ہے کہ نکاح کا معاہدہ نہین ٹوٹ سکتا اور کیا وجہ ہے کہ نکاح کی نوعیت تمام معاہدونسے مختلف ہے جیسے نے زنا کے وقت مین طلاق کی اجازت دی ہے۔ نکاح ملاپ کے لیئے ہے اسلیئے نہین کہ ہم دائمی تردد اور نزاع کے باعث سے پریشان رہین۔

عیسائی مذہب مین زنا کی حالت مین تو طلاق ہے جسمین ذرا بھی حکیمانہ عقل نہین برتی گئی مگر کمال نااتفاقی کی حالت مین طلاق بالکل نہین۔ جسکا نتیجہ تمام عیسائیون کو معلوم ہے کہ بیسیون مرد و زن بوجہ بے اتفاقی کے سخت ضیق اور مصیبت کی حالت مین ہین مرد کہین عورت کہین نیا نکاح نہین کر سکتی باہمی نباہ نہین ہو سکتا۔ سوائے اسکے کہ بدکاری کیطرف جھکین اور کوئی سبیل نہین مل سکتی ہندو سوسائٹی مین بھی طلاق کا وجود ہے۔

(۱) نفرین کے لائق اور آفت آمیز اور مکار اور سخت عورت کو شاستر کے طریق سے دواہ کرکے ترک کرنا چاہیے (منو ۹/۸۰)
(۲) امنت اور اپنے ورن کے دھرم کو نہ کرنے والا و محنت و کسی بیماری کی وجہ سے نطفہ نہ رکھنے والا و پاپ روگی ایسے شوہر سے فساد کرنے والی عورت کو ترک کرنا مگر اوسکی دولت نہ لینا (منو ۹/۷۹)
(۳) مرد ایک سال تک لڑائی جھگڑا فساد کرنے والی عورت کا انتظار کرے اوسکے بعد بھی اگر لڑائی جھگڑا فساد کرتی رہے تو زیور وغیرہ جو دہن دیا ہے اوسکو واپس لیکر اوسکے ساتھ جماع ترک کرے مگر کھانا کپڑا دیئے جاوے (منو ۹/۷۷)
(۴) جس عورت کے اوپر دوسرا دواہ شوہر نے کیا ہو اور وہ عورت غصہ ہوکر گھر سے نکلی جاتی ہو تو اوسکو روک کر گھر مین رکھنا خواہ خاندان کے روبرو ترک کرنا چاہیے (منو ۹/۸۳)
قرآن شریف نے مسئلہ طلاق کے بارے مین وہ حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے جس سے بڑھکر کسی انسان کے خیال مین نہین۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ کلام ربانی کا بڑا رجحان اسطرف ہے کہ طلاق نہ دیجاوے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جاوے۔ چنانچہ ہمارے رسول کریم نے بھی بہت سے احادیث مین طلاق کو بلاضرورت ناپسند فرمایا ہے اور خدا کو غصہ دلانے والی چیز ارشاد کیا ہے۔ غرضکہ شریعت اسلامی مین طلاق بلاضرورت نہایت ناپسندیدہ بات ہے۔ لیکن مرد کو مطلقاً اسکا اختیار نہ دیا جاتا تو بعض صورتوں مین بڑے بڑے فسادات کا احتمال تھا جیسا کہ دوسری قومون مین دیکھا جاتا ہے کہ اونکے مذہب مین طلاق نہین مگر بمجبوری اونکو اسلامی قاعدہ کیطرف رجوع کرنا پڑتی ہے۔ اسلام نے طلاق جائز رکھی ہے مگر بڑے مضائقہ اور احتیاط کے ساتھ تاکہ حتے الامکان طلاق کی نوبت نہ آوے۔ اور آوے تو زن و شوہر مین کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔

احکام طلاق اور اوسکے اقسام

زمانہ سلف مین طلاق کا حق سب تو مونین نتیجہ ضروری و لابدی حق نکاح کا سمجھا جاتا تھا طلاق بلا اختیار در اصل شوہر کو دیا گیا تھا اور زوجہ کسی حال مین طلاق مانگنے کی مستحق نہ تھی۔

تہذیب وشائستگی کی ترقی اورخیالات کا عروج عورتونکی اصلاح حال کا باعث ہوا اور اونکو بھی ایک مقید حق طلاق حاصل ہوگیا اور اس حق کو عمل مین لانے مین اونہون نے کبھی دریغ نہین کیا یہانتک کہ قیاصرہ روم کے عہد مین جس آسانی سے نکاح وطلاق ہونے لگا وہ تواریخ مین ضرب المثل ہے۔

یہود کی شریعت مین شوہر کو اختیار تھا کہ جب کسی سبب سے زوجہ سے ناراض ہو فوراً اسکو طلاق دیدے اور اختیار طلاق کو خود را یا نہ اور بلاوجہ عمل مین لانے کا کوئی مانع ومزاحم مرد کو نہ تھا۔ اور قدیم یونانیون اور رومیون مین بھی شوہر کا اختیار طلاق ویسا نا محدود اور غیر مفید نہین تھا جیسا کہ بنی اسرائیل مین تھا۔ آخر زمانہ مین یہود کے فرقہ شمعیہ نے اختیار طلاق سے عمل درآمد کو چند قیود کیساتھ مقید کر دیا مگر فرقہ جلیل نے شریعت موسوی کے احکام طلاق کو اوسی حالت اصلی پر قایم رکھا۔ شارع اسلام کی بعثت کے زمانہ مین فرقہ جلیل کے مسائل عرب کے قبایل یہود مین جاری تھے۔ اور اونمین بھی مشرکین عرب کی طرح طلاق کا رسم بشدت اور بکثرت جاری تھا۔

مشرکین عرب اور یہود مین یہ تھا کہ چند خاص صورتونمین عالی خاندان عورتین اپنے شوہرونکو طلاق دینے کا حق اپنے لئے مخصوص رکھتی تھین اور جب وہ اس حق کو عمل مین لانا چاہتی تھین تو صرف اتنا کرتی تھین کہ اپنے خیمون کو ایک جگہ سے اوکھاڑ کر دوسری جگہ پر نصب کرتی تھین جس سے اونکے شوہرونکو معلوم ہوجاتا تھا کہ ہمکو طلاق دیدیا ہے۔

(ملاحظہ ہو پرن صاحب کی تاریخ نسوان عرب)

شارع اسلام نے جو اصلاحین فرمائین اونسے مشرقی قانون سازی کا ایک نیا عنوان پیدا ہوگیا۔ مسلمانون کا قانون طلاق ایک نتیجہ معقولی نکاح کا ہے۔ چونکہ شرع محمدی مین نکاح محض ایک دنیاوی معاملہ ہے لہذا متناکحین کو فسخ نکاح کا اختیار حالات مخصوصہ مین دیا گیا ہے ظاہراً شوہر کو زوجہ سے زیادہ اختیار طلاق دیا گیا ہے مگر ضمناً اور عملاً اس اختیار کے عمل درآمد مین بہت سے قیود لگا کر اور احادیث پیغمبر سے استدلال کرکے اوسکو معقول حدود کے اندر محدود کر دیا ہے۔

قبل شیوع اسلام جو رسم طلاق عرب مین جاری تھا اوسکا جواز کسی صیغہ وغیرہ پر موقوف نہ تھا اور چونکہ شوہر کے اختیار طلاق پر کوئی قید نہ تھی لہذا اوسکا صرف کنایتہ کہدینا

کہ نکاح فسخ کیا گیا طلاق کی صحت کو کافی ہوجاتا تھا۔
شارع اسلام نے جو قانون طلاق مقرر کیا تو چند شروط شوہر کے اختیار طلاق کے عملدرآمد مین اس غرض سے لگادی ہین کہ جہانتک ممکن ہو عورتونکی حفاظت ہو اور شوہرونکی تلون مزاجی سے وہ دربدر خاک بسر نہ ہونے پاوین اسیطرح سے بعض حالتومین عورتون کو بھی فسخ نکاح کا حق عطا فرمایا ہے جب فسخ عقد شوہر کیجانب سے ہو تو اسکو طلاق کہتے ہین اورجب زوجہ کیجانب سے ہو تو اسکو خلع کہتے ہین اورجب طرفین کیجانب سے ہو تو اسکو مبارات کہتے ہین۔ ان سب صورتومین طرفین کا فعل شرعًا کافی ہے بشرطیکہ تمام شروط ضروریہ طلاق کی تعمیل کیجاوے البتہ بعض صورتومین حاکم شرع کو فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے۔

طلاق

طلاق کی دو قسمین ہین۔ (۱) طلاق سنت (۲) طلاق بدعت بدعت کی لفظ سے ظاہر ہے کہ یہ وہ طلاق ہے جو بنی اُمیہ کے خلفاے جورنے دوسری صدی ہجری مین یہ سمجھکر جاری کیا تھا کہ جو قیود جناب رسالتمآب نے طلاق پر لگادئے ہین وہ نہایت سخت ہین اور اس سختی سے بچنے کی سبیل یہ نکالی کہ فقہا کو نرم آسامی پاکر ایک نئی شکل طلاق کی اپنے مطلب کے موافق مقرر کروالی۔
طلاق بدعت مین شوہر کا تین طلاق ایک ہی مرتبہ پڑھ لینا پے درپے یا حیض و نفاس کیحالت مین طلاق دینا۔ یا طلاق زن مدخولہ اس طہر مین جسمین ہمبستری ہوئی ہو طلاق سنت کی تین قسمین ہین۔ (۱) طلاق رجعی (۲) طلاق بائن (۳) طلاق عدی طلاق سنت کے واسطے کچھ شرایط ضروری ہین۔
(۱) حضوری دو عادلون کی۔ تاکہ جھگڑے اور نزاع کے وقت سہولت سے یہ بات طے ہوجاوے کہ کون اسباب مفارقت کے تھے اور کیا شرایط سے طلاق ہوا ہے بہ نسبت نکاح کے طلاق کے بعد جھگڑون اور فسادون کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے نکاح ایک معاہدہ ہے مثل دیگر معاہدات کے اوسمین گواہ کی ضرورت نہین ہے۔ اور طلاق فسخ معاہدہ ہے جسمین ضرورت گواہ کی ہے۔
(۲) حیض کے زمانہ مین طلاق نہ دینا چاہیے۔ اسلیئے کہ ان دنومین میان بی بی چاردناچار

علیحدہ رہتے ہین۔ عجب نہین یہ علیحدگی طلاق کی محرک ہو تو جسکو طلاق دینی ہو ضرور ہے
کہ عورت نہا دھو چکی ہو جس سے ظاہر ہو جاوے کہ داعیہ طلاق قوی ہے۔ اور یہ بھی
فائدہ ہے کہ شاید ان دونون کو اتنی مدت مین فرصت ملنے سے پھر صفائی ہو جاوے اور
نزاع برطرف ہو۔ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ حمل اس شخص کا تو نہین ہے
(۳) عورت کیلئے عدہ مین نہ ہو۔
تین مہینہ یا تین طہر گذر جانے کے بعد طلاق مستحکم ہو جاتا ہے اور لائق منسوخی نہین رہتا
اس مدت کو عدہ کہتے ہین جسکا بہت بڑا ایک فائدہ یہ ہے کہ نسب کی احتیاط ہے
عدہ کی مدت مین متواتر تین بار عورت کو دن نجاست کے گذر لین تو اچھی طرح اطمینان
ہو جاویگا کہ حمل نہین ہے۔ دوسرے یہ کہ عدہ مین مرد و عورت کو اچھا موقع ملے گا کہ
کہ پھر ملاپ کرین اور مرد اپنے طلاق کو واپس لے جسکو اصطلاح مین رجوع کہتے ہین۔
اس زمانہ مین شوہر کو اختیار رہتے کہ جب چاہے پر عورت سے میل کر لے۔ بعد تین ماہ کے
پھر طلاق مستحکم ہو جاتا ہے۔ طلاق رجعی وہ ہے جسمین رجوع جائز ہے بدون تجدید عقد اگرچہ
رجوع نہ کرے۔ طلاق عدی وہ ہے کہ طلاق دے پھر رجوع کرے قبل عدہ ہم بستری
کرے پھر طلاق دے اوسکو طہر ثانی مین پھر رجوع کرے اور پھر طلاق دے تو یہ طلاق
عدی آخر مین بائن ہو جاوے گی پس جو مرد اپنے سخت دلی کے باعث تین طلاق دے
اور رجوع کرے تو پھر رجوع نہین کر سکتا تا وقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح
کرکے اوس سے طلاق نہ لے سائیڑ صاحب اور سڈ لاٹ صاحب نے کہا ہے
کہ یہ قاعدہ اس غرض سے بنایا ہے کہ طلاق کثرت سے نہ وقوع مین آوے جیسا عرب
مین دستور تھا کہ بات بات پر زوجہ کو طلاق دیدیتے تھے۔ سڈ لاٹ صاحب نے اس
شرط کو لکھا ہے کہ وے نہایت حکیمانہ ہے تا کہ اوسکی وجہ سے مشرکین عرب اور یہود مین
جو بافراط طلاق وقوع مین آتی تھی اوسمین کمی ہوی۔ سائیڑ صاحب فرماتے ہین کہ یہ قید
اسیلئے لگادی گئی کہ وے ایک حاسد اور تنک مزاج اور نیم وحشی قوم کو عزت دامن گیر ہو
اور طلاق سے باز رہے ٭ اسیطرح سے مختلعہ اور مبارات اور زن بالغہ اور زن غیر مدخولہ
اور کم عمر عورت کو طلاق باین سمجھا جاویگا بشرطیکہ زمانہ عدہ مین رجوع کرے مختلعہ اور
مبارات سے اور زر خلع واپس نہ ہوا ہو پھر طلاق کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ طلاق

دہندہ عاقل وصحیح العقل ہو - بالغ ہو - برضا ورغبت بلا اکراہ و اجبار طلاق دے
اوسکا ارادہ صحیح طلاق دینے کا ہو طلاق بالکنایہ موثر نہین ہے - طلاق دہندہ مدہوش
اور نشہ مین نہ ہو غیض وغضب کی حالت مین طلاق نہ ہو - ایسا صیغہ طلاق کا پڑھا جاوے
جو متشابہ المعنی نہ ہو بلکہ قطعی الدلالۃ ہو -
طلاق کی ابتدا شوہر کیجانب سے ہوتی ہے بعد طلاق فوراً شوہر کو زوجہ کی جائداد کا حساب
کتاب دیدینا چاہیے اور اوسکی کل جائداد مع اوسکے مہر کے زوجہ کو دیدینا چاہیے -

طلاق المریض

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر عالم احتضار مین ہوتا ہے یا ایسے مرض مین مبتلا ہوتا ہے جو
آخر الامر اوسکی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور وہ اسیلئے زوجہ کو طلاق دینا چاہتا ہے کہ
اوسکے مرنے کے بعد اوسکی وارث نہ ہو سکے - ایسی صورتونکے لیئے چند قواعد مقرر کردئے
گئے ہین تاکہ اختیار طلاق کی ناانصافانہ تعمیل سے کوئی حرج یا نقصان نہونے پاوے
اسیلئے کہا ہے کہ مریض کو اپنی زوجہ کو طلاق دینا مکروہ ہے لیکن وہ اگر ایسا کرے تو
شرعاً جائز ہوگا - پس اگر کوئی شخص شدت مرض مین اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دے
اور قبل انقضائے عدہ مرجاوے تب بھی زوجہ شوہر کی میراث پاوے گی اور اگر طلاق
بائن ہے تو ایک سال تک زوجہ شوہر کی میراث پاسکتی ہے بشرطیکہ دوسرا عقد
نہ کرلیا ہو یا یہ کہ شوہر اوس مرض سے اچھا ہو کر پھر دوسرے مرض مین مبتلا ہو کر مرجاوے

خلع ومبارات

شرع اسلام جاری ہونے سے پیشتر زوجہ کو طلاق مانگنے کا حق کسی حال مین اور کسی
نہج سے حاصل نہ تھا خاص خاص صورتونمین اختیار طلاق معاہدہ کے ذریعہ سے
زوجہ کو حاصل ہو جاتا تھا - مگر عموماً یہود اور مشرکین عرب دونو کے نزدیک عورت
طلاق کا حق نہ رکھتی تھی - قرآن مجید مین نسوان عرب کو وہ حق عطا کیا گیا جو اونکے
ملک کے آئین وقوانین کے بموجب اونکو کبھی حاصل نہ تھا - (ملاحظہ ہو ڈی اوہسن صاحب
اور سالیسی صاحب اور سائر اصاحب کی کتابین -)

جب طلاق کی خواہش زوجہ کیجانب سے ہو اسوجہ سے کہ وہ شوہر سے نفرت رکھتی ہو یا اس سبب سے کہ شوہر کو فرائض زوجیت کو بجا لانا اوسے منظور نہو تو زوجہ اپنا مہر معین یا کوئی اور چیز ادا شوہر کو دیکر قطع تعلق کر سکتی ہے ایسے طلاق کو خلع کہتے ہین اور جب طلاق شوہر اور زوجہ دونو نکی طرف سے ہو اور ایک دوسرے سے بیزاری کیوجہ سے برائت کرے اوسکو مبارات کہتے ہین بعد انقضاے عدہ خلع و مبارات طلاق بائن ہوجاتی ہین مگر عدہ کے پہلے عورت اگر معاوضہ خلع واپس کرے اور رجوع چاہے تو ممکن ہے

ظہار

زمانہ سلف مین جزیرہ نماے عرب مین مشرکین مین یہ دستور تھا کہ اپنے ازواج کو مادر یا خواہر کے لفظ سے پکار کر طلاق دیتے تھے اور بیچاریان بے والی و وارث ہوجاتی تھین سائیر اصاحب مورخ فرانسیس لکھتے ہین کہ اس قسم کا طلاق شارع اسلام کی بعثت کے زمانہ مین کثرت سے جاری تھا اور اس سے قبائل عرب کے اخلاق ایسے خراب ہوگئے تھے کہ کسی رسم قبیح سے ایسے خراب نہوے تھے سواے نکاح "المقت" کے جسمین بیٹا اپنے باپ کی وفات کے بعد اوسکے ازواج کو اپنے تصرف مین لاتا تھا شارع اسلام نے زوجہ کو ایسے مضر تشبیہات دینا یا اسکو دشنام دینا حرام مطلق کر دیا اور جو شوہر اپنی زوجہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتا تھا اوسکو کفارہ دینا پڑتا تھا۔

زوجہ کو دشنام دینے کا معمولی کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا یا دو مہینہ کے روزے رکھنا تھا۔ اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کو اپنی مان یا بہن سے یا اپنی محرمات شرعیہ مین سے کسی عورت سے مشابہت دے تو کفارہ دینا اوسکو اوسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ اوسنے زوجہ کی توہین کے لیئے مشابہت دی ہو۔ ظہار کا رسم قبیح مشرکین عرب کے عادات و اخلاق مین داخل ہو کر بہت مضبوط و مستحکم ہوگیا تھا۔ پس اس رسم قبیح سے جو نتائج بد پیدا ہوتے تھے اونکو باطل کرنے اور باقتضاے زمانہ اونکے متروک ہوجانے کی غرض سے شارع اسلام نے چند قوانین مقرر کر دیئے ہین جو فقہ کی کتابون مین لکھدیئے ہین اور یہ سب احکام شرع اب صرف واقعات تاریخی رہ گئے ہین اور انسے شارع اسلام کے زمانہ کے رسوم و عادات کی کیفیت خوب

مغلوب ہوتی ہے۔ اس زمانہ مین لفظ ظہار سے اہل اسلام بھی اسیطرحسے لاعلم ہین جسطرح
اور لوگ ہین مگر فقہ کی کتابونمین احکام ظہار درج ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمان
اپنی بی بیون کو ہمیشہ گالیان دیا کرتے ہین ۔

ایلا

ظہار کیطرحسے ایلا کا رسم بھی مشرکین عرب اور یہود و نصارے سکنہ عرب مین جاری تھا
اور اب یہ رسم بھی بالکل متروک ہوگیا ہے پیشتر یہ رسم تھا کہ جب شوہر زوجہ سے مقاربت
نہ کرنے کی قسم کھاجاتا تھا اور کچھ عرصہ تک قسم کو نباہتا تھا تو وہ قسم طلاق بائن کا حکم
رکھتی تھی اور زوجہ کو اس مقدمہ مین کچھ اختیار نہ تھا یعنے رسم و رواج کی رو سے اوسکو
یہ اختیار نہ تھا کہ اعتراض کرے کہ شوہر اوسکو اس طور سے طلاق دینے مین اختیار
نہین رکھتا ہے ۔
شارع اسلام نے اس رسم کو زوجہ کی توہین کا باعث قرار دیکر بڑی مذمت فرمائی
ہے جیسے ظہار مین ہے ویسا ہی ایلا مین بھی شوہر پر کفارہ واجب ہوتا ہے اگر زوجہ سے
مقاربت نہ کرنے کی قسم کھانے کے بعد اوس قسم کی میعاد کے اندر اوس سے مقاربت
کر بیٹھے۔ ایلا کی میعاد چار ماہ ہے اس سے کم میعاد کی قسم شرعًا موثر نہین ہے
بعد چار ماہ کے وہ عورت مطلقہ سمجھی جاتی ہے ۔

لعان

شریعت اسلام مین جب شوہر زنا کی تہمت لگائے تو ثبوت زنا صرف چار گواہونکے
گواہی سے ہوسکتا ہے جنہون نے اپنی آنکھ سے دخول ہوتے دیکھا ہو۔ مگر یہ جرم
ایسا ہے کہ بہت کم صورتین ایسی ہوتی ہین جنمین صراحت کے ساتھ شہادت موجود
ہو اور بچشم دید ہو۔ لعان کی کارروائی شرع مین اوسوقت کے لیئے مقرر کی گئی جبکہ
شوہر زوجہ کے ارتکاب زنا کا یقین کلی رکھتا ہو مگر اوسکا ثبوت اون گواہون کی
گواہی سے نہ دے سکے جنہون نے اوس فعل کو بچشم خود دیکھا ہو یا فقط شوہر ہی
اوس فعل سے واقف ہو۔ پس لعان اس مصلحت سے مقرر کیا گیا ہے کہ صدہا

صورتین ایسی ہین جنمین زنا ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ سوائے شوہر کے اور کسی کو خبر نہین ہونے پاتی اور اگر شوہر کی دادرسی نہ کیجاے تو بہت برے نتائج پیدا ہون مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لعان مقرر کرنے مین شارع نے فقط شوہر کے حقوق کا لحاظ نہین رکھا ہے بلکہ زوجہ کے حقوق کی بھی رعایت کی ہے۔ شریعت مین جب ایک شخص دوسرے کو بدنام کرے یا تہمت لگائے تو تہمت لگانے والا حد قذف کا مستوجب ہے مگر جب کوی شوہر اپنی زوجہ کو بدنام کرے اور اوسکو زنا کی تہمت لگاے تو اکثر صورتون مین اتہام کی حد شرعی یعنے سزا سے بچ جاتا ہے پس اس غرض سے کہ تہمت لگانے والے کو تہمت بیجا لگانے کی کچھ تعذیر دیجاے اور اس غرض سے ہے کہ زوجہ رفع العار کرسکے یعنے تہمت زنا کا انکار بالاعلان اور بہ پابندی احکام شرع کرکے اپنی صفائی کرے اور اپنی بدنامی کو رفع کرے شارع نے یہ حکم فرمایا ہے کہ جب زنا کی تہمت کسی عورت پر لگائی جائے اور تہمت لگانے والا اور جسکو تہمت لگائی ہے وہ حاکم شرع پاس جاکر ایک دوسرے پر اوسطرحسے لعنت کرے جیسا کہ حکم شرع ہے۔ پس اون حاکم شرع کو نصیحت کرنا اور سمجھانا چاہیے جب نہ مانین تو صیغہ لعان پڑھواوے لعان کی نالش دو غرضون سے ہوتی ہے یا اس غرض سے کہ زوجہ کا زنا ثابت کردے۔ یا اس غرض سے کہ جو لڑکا اوس سے پیدا ہوا ہو اوسکی ولدیت کا انکار کرے شرائط لعان سے بلوغ و عقل ہے اور یہ کہ گونگا اور بہرا نہ ہو پس جب بطور شرعی حاکم شرع کے روبرو لعان ہوجاوے تو ایک دوسرے پر حرام ہوجاتا ہے۔

غرضکہ یہ مذکورہ صورتین زن و مرد کی نااتفاقی کی تھین مگر ان سب صورتون مین پہلے پہل میل اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش لازم ہے۔

جب نااتفاقی کیصورت پیدا ہو تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ پہلے نااتفاقی کے رفع کرنیکی حتی الامکان سعی کیجاوے۔ عورت کو تنبیہ و تہدید کرکے اوسکی سرکشی کی اصلاح کیجاوے عورت کی سرکشی اور کجی اور بدصورتی پر بھی فرمایا ہے "عسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا" شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا نے اوسمین بہت بہتری رکھی ہو۔ یعنے صاحب اولاد ہوجاوے یا اوسمین کچھ اور خوبی کی بات پائی جاے پس حتی الامکان قطع تعلق نہ کرو۔ ہان جب کوئی حیلہ۔ کوئی چارہ۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکے تو آخری

علاج طلاق اور قطع تعلق ہے اور یہ عین حکمت ہے۔ کیونکہ اتفاق اور محبت کی حالت مین توکوئی طلاق دیتا ہی نہین۔ اور جب حد سے زیادہ نا اتفاقی اور عداوت اور مخالفت پیدا ہوجاوے تو پھر قطع تعلق۔ اس سے بہتر ہے کہ دونون ایک جگہ رہ کر ضیق کیحالت مین بسر کرین اور دوسرے کی ہلاکت کے خواہان ہون۔ اب ہم قرآن مجید کے وہ آیات پیش کرتے ہین جس سے طلاق کی بابت جوکچھ اوپر لکھا گیا ہے سب کی تصدیق ہوجاوے خدا فرماتا ہے ﴿ واللتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا ﴾ یعنے جن عورتون کی سرکشی ونافرمانی سے تم ڈرتے ہو اونکو پہلے سمجھاؤ پھر خوابگاہون مین اونسے جدا رہو۔ پھر اونکو مار کر تنبیہ کرو اگر نہایت سرکش ومتمرد ہون تو اگر تمھاری فرمانبردار ہوجاوین تو تم بھی کوئی الزام کی راہ اور جدائی کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پرواہی نہ جتاؤ۔ کیونکہ بزرگ اور بلند تو خدا ہے۔ بلکہ عورتونسے سلوک اور صفائی کرو پھر اگر تمکو میان بیوی کی سخت مخالفت عداوت کا اندیشہ ہے۔ تو ایک منصف میان کیطرف سے مقرر کرو اور ایک بیوی کیطرف سے اگر وہ منصف کوشش کرینگے تو خدا اصلاح کی توفیق دیدے گا۔ خدا علیم وخبیر ہے پھر فرماتا ہے ﴿ للذین یولون من نسائھم تربص اربعۃ فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوا ھن ان ینکحن ازواجھن واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ذالک امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیاٰتہ ویعظم لہ اجرا ﴾ یعنے جو لوگ اپنی بی بیونسے جدا ہونے کے لیئے قسم کھالین اور طلاق دینے مین جلدی نہ کرین بلکہ چار مہینہ کا انتظار

کرین پس اگر وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجاوین تو خدا کو غفور الرحیم پاوینگے (وہ گذشتہ زیادتیون کو معاف کردیوے گا مرد کیطرف سے ہون یا عورت کیطرف سے بشرطیکہ آیندہ حالت کی اصلاح کرین اور حسن سلوک سے برتاؤ کرین اور اگر طلاق دینے پر پکا ارادہ کرین۔ تو سن رکھین کہ خدا سمیع وعلیم ہے اگر ناحق دینگے تو عورت کی فریاد کو سنکر مرد سے بازپرس کریگا اور چاہیے کہ جن عورتون کو طلاق دی گئی ہے وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار کرین اور تین حیضونمین جو قریبًا تین مہینہ ہین دو دفعہ طلاق ہوگی یعنے ہر ایک حیض کے بعد حالت طہر مین خاوند عورت کو طلاق دے حالت حیض مین نہ دے (کہ وہ نفرت کا وقت ہے اور جدائیکا زن وشوہر کے) طہر کا انتظار کرنا چاہیئے شاید موافقت ہوجاوے۔ اور جب تیسرا مہینہ آوے تو خاوند کو آگاہ ہوجانا چاہیئے کہ اب یا تو طلاق سے رک جاوے اور عورت کو حسن معاشرت کے ساتھ اپنے گھر مین آباد کریے یا احسان وحسن سلوک کے ساتھ ہمیشہ کے لئے عورت کو رخصت کرے۔ اور اگر تیسری طلاق جو تیسرے حیض کے بعد آتی ہے دیدے تو اب یہ عورت اوسکی نہین رہی دائمی جدائی ہوگئی۔ تا وقتیکہ وہ دوسرا خاوند کرے اور وہ مرضی سے نہ چھوڑے اور ایسے شخص کی سزا یہی ہے جو باوجود مذکورہ بالا انتظارون کے اور موقع ملنے کے نہ سمجھے اور جب تم عورتونکو طلاق دو اور اونکی عدت مقررہ گذر جاوے (تین حیض کے بعد تین طلاقین ہو چکین عدہ بھی گذر جاوے) تو وہ عورتین تمھاری نہین رہین۔ اونکو خاوند کرنیسے نہ روکو اور خدا سے جو تمھارا رب ہے ڈرو۔ اور اونکو عدہ کے دنونمین گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلین مصالحت واتفاق کے لیئے یہ بھی ایک موقع ہے۔ مگر یہ کہ اونسے علانیہ کوئی بدکاری ظاہر ہو اور جب اونکی مدت عدہ گذر جاوے تو یا تو اونکو خوش سلوکی کے ساتھ رکھو یا احسان کے ساتھ چھوڑ دو۔ اور تمکو یہ جائز نہین کہ جو مال طلاق سے پہلی عورت کو دیا تھا وہ لے لو اور جو کوئی ان معاملات مین خدا سے ڈریگا (کیونکہ زن مرد کے معاملات پرائیویٹ ہین اور پرائیویٹ معاملات مین خدا کا خوف ہے بدمعاملیون سے روک سکتا ہے) تو خدا اوسکو مشکلونسے رہائی دیگا اور اوسکو وہانسے روزی دیگا جہانسے اوسکو معلوم تک نہین ہوگا یہ خدا کا حکم ہے جو اوس نے تمپر نازل فرمایا اور جو خدا سے ڈریگا اور طلاق نہ دیگا خدا اوسکے گناہ معاف کر دیگا اور اوسکو

بہت بڑا ثواب عطا فرماے گا

یہ طلاق کے متعلق احکام ہین جس سے بڑھکر عمدہ اور احسن حکیمانہ نہین ہو سکتے اگر کسی اور مذہب مین ہون تو مقابلہ کرکے دیکھاوے۔

(اولاد سے حسن سلوک) قبل شیوع اسلام مشرکین عرب مین اولاد کو پرورش کرنا والدین پر فرض نہ تھا نہ صلہ رحم بجالانا یا ایک عزیز کو دوسرے عزیز کا تکفل واجب تھا۔ بلکہ برخلاف اسکے تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت مین جو قبل شیوع اسلام کے جزیرہ نماے عرب مین گذرا اور جسمین لوٹ مار اور خونریزی اس ملک مین شدت سے ہوتی تھی اولاد کے پیدا ہونے سے کچھ تکالیف فرایض والدین سے نہ متعلق ہوتے تھے بلکہ اولاد اناث یعنے لڑکی کا ہونا ایک بلاے عظیم سمجھا جاتا تھا اور لڑکیان زندہ دفن کردی جاتی تھین تاکہ وہ اپنے والدین کے قبیلہ پر ایک بار گران نہ ہوجاوین شارع اسلام نے اولاد کی پرورش کو مان باپ پر فرض کردیا اور ساتھی اوسکے یہ بھی فرمادیا کہ جب مان باپ سن رسیدہ اور ضعیف ہوں اور خود اپنی بسر نہ کرسکتے ہون تو اولاد اپنی خود فکر کرے۔ اولاد کو والدین کا اعزاز واحترام کرنا فرض کردیا گیا اور ہمیشہ رسولخدا یہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ مطیع و فرمانبردار اولاد اپنے مانکے قدم بقدم بہشت مین داخل ہوتی ہے۔،،

اس حدیث کو ایم بیرن صاحب عالم فرانسیسی نے لکھا ہے کہ بہت بڑی فارق ومیز ہے درمیان شرع محمدی اور شرایع سلف کے۔ ایسے ایسے احکام کی روسے اولاد کو پرورش کرنا اور انکو مناسب تعلیم دینا شرع مین مان باپ پر فرض ہے اور یہ فرض باپ سے بالطبع متعلق ہے باپ اگر غریب ہو اور دادا متمول ہو تو اولاد کے نفقہ دینے کی تکلیف دادا سے متعلق ہوتی ہے۔ اولاد کو نفقہ دینا اونکے بلوغ تک فرض ہے بعد بلوغ واجب نہین ہے مگر یہ کہ اولاد کسی بیماری یا نقص جسمانی مین مبتلا ہو لڑکیکی پرورش اوسکے نکاح کے بعد جاتی رہتی ہے باپ کو اپنی اولاد کی جائداد کی حفاظت فرض ہے۔ اسی طرح سے اولاد ذی مقدور کو اپنے والدین کی پرورش فرض ہے جبکہ وہ مفلس ہون۔ نفقہ دینے کی تکلیف یا زرداری کو اون اشخاص کی مقدرت اور استطاعت کے موافق قرار دینا چاہیے مثلا اگر بیٹی متمول اور بیٹا اوسکی نسبت غریب ہو تو بڑا جزو نفقہ کا مان باپ کے بیٹی کو دینا چاہیے یہی اصول الجیریا کے قافیون نے بھی پسند کیا ہے۔

حق الجبر

مشرکین عرب اور یہود کا اختیار اپنی اولاد پر بلکہ تمام اہل خاندان پر ایسا ہی تھا جیسا کہ رومیون مین تھا۔ اختیار پدری کی کوئی حد و پایان نہ تھی اور خود سر رئیسان خاندان کی تنک مزاجی اور تلون طبعی کے روکنے والی کوئی چیز نہ تھی۔ شریعت اسلام نے اس اختیار مطلق کو معقول حدود کے اندر محدود کر دیا۔ مسلمانون مین باپ کو بہ پابندی چند شرایط معینہ کے اختیار ہے کہ اپنی اولاد کی شادی جبراً کر دے یا ایک عمر معین تک اونکو اپنے گھر مین جبراً رکھے یا عند الضرورت اونکو تنبیہ و تاکید کرے حق الجبر اوس اختیار پدری پر مبنی ہے جو قدیم الایام سے قبایل عرب مین موجود تھا عرب مین دستور تھا کہ باپ کو بیٹون کی شادی جبراً کر دینیکا اختیار تھا جب تک وہ ہتھیار باندھنے کے قابل ہوتے تھے اور بیٹیون کی شادی جبراً کر دینے کا اختیار اوسوقت تک رہتا تھا جبتک وہ شادی ہو جانے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے اوسکے اختیار سے نکل جاتی تھین (ملاحظہ ہو پرانفنا کی تاریخ نسوان عرب صفحہ ۱۹۱ - ۲۲۶) یہود مین باپ کو اختیار تھا کہ دختر نابالغ کی شادی بغیر اوسکے رضامندی کے جسکے ساتھ چاہے کر دے اور دختر نابالغ وہ تھی جسکی عمر بارہ سال سے کم ہو۔ اسلام مین یہ اختیار باپ کو بیٹونکی نسبت اوسوقت تک عمل مین آسکتا ہے جب تک وہ حد بلوغ کو نہ پہنچین اور بعد بلوغ وہ باپ کی قید اختیار سے آزاد ہو جاتے ہین جہانتک اونکے حقوق شخصی متعلق ہین اور اونکو اپنی شادی خود کر لینی کا اختیار ہے جو لوگ بالغ و رشید نہ ہون وہ شریعت اسلام مین اوسیطرح معذور و مجبور ہین جسطرح سے اور شرایع مین وہ کوئی معاہدہ یا شرعی معاملہ بلا رضامندی اپنے اولیاے شرعی کے نہین کر سکتے عدم قابلیت جو عدم بلوغ کا نتیجہ ہے اصول عقلی پر اور اس مصلحت پر مبنی ہے کہ جو لوگ معاملات روزمرہ مین عقل سلیم سے کام لینے کے قابل نہون وہ اپنے افعال کے نتایج سے محفوظ رہین لہذا اولاد نابالغ بلا رضامندی اپنے ولی شرعی کے شرعاً نکاح نہین کر سکتی شریعت مین جو اختیار باپ کو دیا گیا ہے وہ باعتبار اصول کے غیر محدود ہے لیکن اس اختیار مین اتنے شرایط اور قیود لگا دیئے ہین کہ جو ضرر اس سے پیدا ہو سکتا ہے وہ عملاً کم پیدا ہوتا ہے۔ حق الجبر کا عملدر آمد بلوغ

ختم ہو جاتا ہے بعد بلوغ مرد ہو یا عورت اونکی صریحی رضامندی پر جو خوف ہوگا عورت باکرہ ہو خواہ ثیبہ اگرچہ حق اجبر عقلا ایک حق مطلق ہے مگر عملا اوسمین بہت سی شرطین لگائی گئی ہین باپ کو شرعاً ممانعت ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح مریض و غلام و فاتر العقل سے نکرے فی الواقع لڑکے کے خاص فوائد کا لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ خوب سمجھ لیا گیا ہے کہ حق اجبر صغیر السن لڑکے کے ضرر یا نقصان کے لئے بھی عمل مین نہ لایا جاوے اور باپ کا ہر فعل جس سے نابالغ کی حق تلفی یا نقصان کا گمان ہو نا جائز سمجھا جاوے گا جب باپ ناقص العقل ہو یا مرگیا ہو یا غائب ہو اوسوقت مین یہ حق اجبرا اوسکے قایم مقامون کو حاصل ہوتا ہے مثل دادا یا وکیل کے ہماری شریعت کا قاعدہ فرانس کے قانون سے بدرجہا بہتر ہے فرانسیس کے قانون کے بموجب کوئی مرد اٹھارہ سال کے سن تک شادی نہین کرسکتا اور کوئی عورت پندرہ برس کی عمر تک شادی نہین کرسکتی اور اگر بیٹے کا سن پچیس برس سے کم ہو اور بیٹی کی عمر اکیس برس سے کم ہو تو نکاح والدین کے اذن سے مشروط ہے اگر والدین مین اختلاف ہو تو باپ کی اجازت کافی ہوتی ہے اگر والدین زندہ نہ ہون تو جواز نکاح دادا۔ دادی کی اجازت پر موقوف ہے اور جب وہ بھی نہ ہو تو سارے خاندانی کونسل کی رضامندی حاصل کرنا ضرور ہے۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ قانون نپولین - ۱۸۲) جب مرد کا سن ۲۵ سال کا ہو اور عورت کا ۲۱ سال کا ہو تب بھی اون دونون پر فرض ہے کہ ایک باضابطہ اشتہار کے ذریعہ سے والدین کا اذن حاصل کرین اور جب تک مرد کا سن تیس سال کا اور عورت کا پچیس سال کا ہو جاوے اوسوقت تک یہ فعل ایک ایک مہینہ کے فاصلہ سے تین مرتبہ کرنا چاہیے اور تیسری درخواست کے ایک مہینہ کے بعد طرفین کو جائز ہے کہ بااجازت یا بلا اجازت والدین شادی کرلین - جب مرد کا سن تیس برس کا ہو جاوے تو پہلے دو رجسٹرارون یا ایک رجسٹرار اور دو گواہون کے ذریعہ سے والدین پر باضابطہ اطلاعنامہ جاری کرکے اوسکے مہینہ بھر کے بعد اوس مرد یا عورت کو بلا اذن والدین شادی کرلینا جائز ہے قانون انگلستان کے بموجب مرد اور عورت دونون بیس برس کے سن تک بلا رضامندی والدین شادی نہین کرسکتے۔

حضانت

مانکا حق حراست اولاد کا جب اولاد صغیر السن ہو تو اس حالت مین شریعت اوس حق کی تائید کرتی ہے جو مان کو حراست اولاد کا بالطبع حاصل ہے اور ایک مدت معینہ تک اوسکے حق کو باپ کے حق پر مقدم و مرجح رکھتی ہے جب اولاد کو مان کی حراست کی ضرورت نہ باقی رہے اوسوقت باپ اونکی تعلیم و تربیت اور نگرانی کا حق رکھتا ہے اور اونکی جان کی حفاظت کا مان سے زیادہ مستحق ہے مان اپنی اولاد کا حق حضانت دودھ بڑھنے کے زمانہ تک رکھتی ہے اس عرصہ مین اولاد کسی حال مین مان کی حراست سے بغیر اوسکی مرضی کے نہین نکل سکتی جب مان نہو تو یہ حق حضانت باپ یا اوسکے جب وہ بھی نہو تو دادا دادی اور دیگر اجداد کو ملے گا اور جب اجداد مین سے کوئی نہو تو یہ حق اون اقربا کو ملے گا جو لڑکی کے محارم شرعیہ مین ہون اور قریب بعید کا حاجب ہوگا حق حضانت کے لیئے ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے (۱) صحیح العقل ہونا (۲) اتنی مسن نہ ہو کہ حراست کماحقہ بچہ کی نہ کرسکے (۳) چال چلن اچھا ہو (۴) ایسے مقام پر رہتی ہو جہان لڑکے کو کوئی جسمانی یا اخلاقی ضرر پہونچنے کا خوف نہو جن وجوہ سے حق حضانت باطل ہوتا ہے وہ یہین (۱) بد وضعی و بداعمالی (۲) ارتداد (۳) سکونت ایسے مقام پر بدلنا جس سے باپ یا معلم لڑکے پر ضروری نگرانی نکرسکے (۴) عورت کا غیر شخص سے نکاح کرلینا۔ اسلیئے کہ جب عورت ایک نئے خاندان مین چلی گئی تو ویسی شفقت و نگرانی نہین کرسکتی جیسے پیشتر کرتی تھی البتہ فسخ نکاح کے بعد پھر یہ حق عود کرے گا خلاصہ یہ کہ لڑکے کی حفاظت کے لحاظ سے حضانت کا اصول مقرر کیا گیا ہے۔

نابالغی کی حالت

نابالغون کے موانع قانونی کچھ شرع اسلام ہی سے مخصوص نہین ہین۔ بلکہ اور قوانین مین بھی نابالغون کی ذات کی آزادی سن بلوغ کو پہونچنے پر موقوف ہے اور اوسوقت اونکو یہ بھی قابلیت حاصل ہوجاتی ہے کہ اپنی جائداد کو جو چاہین کرین۔ مگر شرع محمدی کے روسے ذات کی آزادی سے خوامخواہ مال یا جائداد کی آزادی لازم نہین آتی حقیقت حال یہ ہے کہ شرع مین دو مختلف زمانے بلوغ کے گویا رکھے گئے ہین۔

ایک وہ زمانہ جسمین نابالغ کی ذات اوسکی ولی کے قید سے آزاد ہوجاتی ہے۔ اور ایک وہ زمانہ ہے کہ جسمین اپنی جائداد کا انتظام خود اختیار کرتا ہے ان دونون زمانون کو سن بلوغ اور سن رشد کہتے ہین۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بلوغ ہوتا ہے اور رشد نہین ہوتا ایسی حالت مین بالغ کی ذات سے حق الجبر کو اوٹھالیتا ہے مگر خود اوسکا فائدہ کے لیئے اوسکی جائداد کے لیئے اوسکی جائداد کا انتظام اوسکے اولیاے شرعی کے سپرد رکھا ہے۔

دین اسلام جاری ہونے سے پیشتر یہ دستور تھا کہ نابالغ کے مال واسباب کا تحفظ وانتظام ولیونسے متعلق کیا جاتا تھا جو اونکے اہل خاندان مین سے مقرر کیئے جاتے تھے مگر چونکہ کسی حاکم کے حکم سے اختیار ولایت اوپر عمل مین لایا جاتا تھا لہذا نابالغونکے مال مین خیانت وتغلب وتصرف اس شدت سے ہوتا تھا کہ شارع اسلام کو بہت سخت احکام نابالغون کی حفاظت کے جاری کرنے پڑے قرآن مجید مین ادن بدعتون اور بے ایمانیون کی مذمت جابجا ہے جو پیغمبر اسلام کے بعثت کے زمانہ مین سارے عرب مین ہوتی تھین۔

ہر مسلمانون کا قانون ولایت مبنی ہے آیات ذیل مین کچھ احکام ولایت قرآنین بیان کیئے ہین جنسے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ چھٹے اور ساتوین صدی عیسوی مین اخلاق عامہ کی کیا کیفیت عرب مین تھی قرآن مجید مین ہے وہ اور دو تم یتیمون کو اونکا مال اور نہ بدلو اچھی چیز کو بری چیز سے اور نہ کہاؤ اونکی جائداد کو اپنی جائداد کے ساتھ تحقیق یہ بہت بڑا گناہ ہے (سورہ لنساء آیۃ ۲) اور حفاظت کرو یتیمون کی یہانتک کہ جب وہ شادی کی عمر کو پہونچین پس اگر تم انکو ذی شعور دیکھو تو دیدو اونکو اونکی جائداد اور نہ کھاؤ اونکو فضول خرچی اور خیانت کے ساتھ اور جو شخص مالدار ہو ہر آئینہ اوس سے بالکل پرہیز کرے اور جو شخص نادار ہو ہر آئینہ مقدار واجبی اوسمین سے لے پس جب تم اونکو اونکی جائداد مین حوالہ کردو تو دو گواہون کے سامنے حوالہ کرو اور کافی ہے خدا حساب لینے والا۔ اور وہ لوگ جو کھاتے ہین مال یتیمون کا ناحق نہین کھاتے اپنے شکمون مین مگر آگ کو اور قریب ہے کہ پہونچین گے آتش دوزخ مین (سورہ لنساء آیت ۵-۶-۷-)

حسنِ عقیقہ

ساتوین روز ولادت سے بچہ کا سر منڈانا۔ گوسفند قربانی کرکے غریبون کو تقسیم کرنا۔ بقدر موی سر چاندی وزن کرکے مسکینون کو تصدق کرنا۔ اسکا نام عقیقہ ہے۔ جو سنت نبوی قرار پائی ہے۔ اس رسم مین کون سا قبح ہے خیرات و تصدق کرنا ہر طرح سے اچھی بات ہے کوئی شخص اسکے حسن سے انکار نہ کرے گا۔

اب رہا سر منڈانا اسمین حسن عقلی ہے کہ سر ایک نازک مقام اور عقل کا گھر ہے۔ سر مین فاسفورس زیادہ ہے پس اسمقام پر زیادہ سردی وگرمی پہونچانا مضر صحت ہے اور رطبًا بال کی گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ چونکہ تالو کے اوپر سر کا بالائے سطح نہایت نازک ہے اور اسمقام کو ہوا کھلانا مناسب ہے۔ لہذا موتراشی کرنا ضرور ہوا تاکہ ابخرات دماغی نکل جاوین ہوائے لطیف دماغ طفل کو (جو کہ عرصہ سے ہوائے سرد کا خواہان تھا اور ایکمدت مدید کے بعد قید شکم سے چھوٹ کر دنیا کی ہوا کھانے کا طالب ہوا ہے) تفریح بخشے۔ اگر پیدا ہوتے ہی سر منڈا دیا جاتا تو بچہ دفعۃً ہوائے سرد پاکر مبتلا بامراض ہو جاتا سات روز مین رفتہ رفتہ ہوائے سرد کا عادی ہوتے ہوتے جب متحمل ہو گیا اوسوقت سر منڈانے کا حکم ہوا۔ علاوہ اسکے رطوبات لزجہ وکثافات غلیظہ شکم مادر کے اگرچہ غسل ولادت سے بہت کچھ دفع ہو جاتے ہین لیکن پھر بھی مسامات جسم مین وہ کثافات چسپیدہ ہوتے ہین۔ سر بسبب بالونکے منبع مسامات ہے اوسمین وہ رطوبات غلیظہ زیادہ تر چسپیدہ ہونگے اور بسبب بالون کے ازالہ اور دفعیہ بھی دشوار ہوگا بنا براین اون بالون کا دور کرنا ضرور ہوا تاکہ وہ مسامات کھل جاوین اور ہوائے لطیف سے اون رطوبات کی اصلاح ہو ورنہ حدوث امراض کا خوف تھا اگر یہ اعتراض ہو کہ سر کے بال منڈانے سے دماغ جذب ہوائے بد بسہولت کرے گا اور کوئی حاجب ومانع نہ رہے گا۔ علاوہ اسکے ہوائے سرد وگرم سے بھی زیادہ تر متاثر ہوگا۔

جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ جذب ہوائے بد اوسصورتمین اندیشہ ہوگا جبکہ سر مین رطوبات متعفنہ شکم مادر کے چسپیدہ ہونگے اور قابلیت انفعال دماغ مین زیادہ ہوگی بلکہ وہ رطوبات کثیفہ معین ہو کر اور زیادہ نقصان پہونچاوینگے لہذا صفائی سر کی ایسی

ایسی حالت مین ضروری ہوگی اور روک اوس ہوا سے بد و ہوا سے سرد و گرم کی کلاہ و سرپیچ وغیرہ سے بھی ممکن ہے جیسا کہ دستور عالم ہے کہ ایسے بچون کو خود مان اور دایہ اوڑھا ے اور ڈھانپے رہتی ہے۔

ختنہ

دنیا مین دو بڑی قومین ہین کہ جنمین ختنہ کرنا ضروری خیال کرتے ہین ایک مسلمان دوسرے یہودی۔

حقیقتاً اگر خیال کیا جاوے تو علاوہ مذہبی طریق کے عقلی اور طبی ضرورتین ختنہ کرنیمین بکثرت ہین ختنہ نہ کرنے سے حشفہ ہر وقت غلفہ سے مستتر و پوشیدہ رہتا ہے جسکے باعث سے اول تو ایک خاص قسم کی لعاب دار تری موجود رہتی ہے دوسری کثافت کچھ نہ کچھ ہر وقت ضرور موجود رہتی ہے۔ یہ دونون باتین ایسی ہین کہ جو امراض کے سرایت کرنے مین بہت کچھ مدد دیتے ہین۔ اور اگر مرض موجود ہو تو اوسکے دفع کرنے مین حارج و مانع ہوتے ہین۔ اسلیئے کہ بسبب غلفہ کے اوس مقام کی کما ینبغی صفائی نہین ہوسکتی خصوصاً وہ لوگ جنکو عارضہ تقطیر البول ہوا ونمین اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قطرہ بول اگر غلفہ ہے مین رہ جاتا ہے اور وہان رہ کر کثافت پیدا کرتا ہے یا یہ کہ علی العموم لوگ پیشاب کرکے پانی سے نہین دھوتے اونمین ہمیشہ کچھ نہ کچھ پیشاب یا اوسکے کثافات بسبب غلفہ کے باقی رہتے ہین۔ اور یہ بخوبی ظاہر ہے کہ اس قسم کی کثافت ہمیشہ زخم کے اندمال مین مانع ہوا کرتی ہے علاوہ اسکے جبکہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ اثر ایسی کثافتونکا باقی رہیگا تو وہ مقام اگرچہ خود اوس سے متاثر ہوکر ماؤف نہ ہو۔ تاہم اوسمین قبول امراض کی استعداد ضرور پیدا ہوجاوے گی۔ اور خفیف مرض کا بھی اثر جلد پہونچ جاوے گا اور قطع نظر اس امر کے کہ کثافت کے باعث سے استعداد امراض کی ہوجاتی ہے۔ یہ امر بھی لائق لحاظ ہے کہ جب ہر وقت حشفہ سے پوشیدہ رہا تو اوسپر خارجی ہوا کا اور سردی اور گرمی کا اثر بہت کم پہونچتا ہے بخلاف اوسکے کہ جسکا ختنہ ہوچکا ہو اوسپر خارجی ہوا اور گرمی و سردی کا اثر اچھی طرح پہونچتا ہے اور کپڑے کی رگڑ پہونچنے سے ایک قسم کی سختی پیدا ہوجاتی ہے جس سے اوسمین مرض کے مقابلہ کرنے کی اچھی استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی ہاتھ مین

چمڑے کے داستانے پنہا دیئے جائین اور عرصہ دراز تک ہر وقت پہنے رہے تو ظاہر ہے
اوسکی حس زاید ہو جاوے گی اور خارجی ہوا سردی و گرمی اور امراض کا اثر اوسپر جلد ہو گا
بہ نسبت اوسکے کہ جسکے ہاتھ ہر وقت کھلے ہون چنانچہ جو لوگ ہاتھ سے زاید اور سخت کام لیتے
ہین اونکے ہاتھ کی جلد موٹی اور مضبوط ہوتی ہے۔ اور خارجی ہوا سردی اور گرمی کا اثر اوسپر
بہت کم ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی صحیح شخص کے ہاتھ پر ۱/۱۰ انچھ کے فاصلہ پر دو سوئیون کی
نوکین رکھین تو وہ اونکو جدا جدا محسوس کرے گا بخلاف اسکے کہ کسی مزدور کے ہاتھ پر ۱/۸ انچھ
یا ۱/۴ کے فاصلہ پر دونون نوکین سوئیون کی رکھی جاوین تو وہ جدا جدا محسوس نہ کر سکے گا
پس ظاہر ہے کہ اسیطرح سے وہ ہاتھ بہ نسبت ذکی الحس ہاتھ کے مرض کا بھی مقابلہ زاید کر سکے
گا۔ اسی طرح جب حشفہ بسبب پوشیدہ رہنے کے ذکی الحس ہے اور اوسپر خارجی ہوا کا
اثر کم پہونچتا ہے تو وہ اوس سے کسی قسم کے اثر قبول کرنے مین تامل نہ کرے گا بلکہ ایسے
شخص کو ذکی الحس ہونے کی وجہ سے ابتداءً بوقت جماع سرعت انزال کا مرض پیدا ہو گا اور
بڑھتے بڑھتے پھر دخول ہوتے ہی انزال ہو جایا کرے گا اور جو امراض سرعت انزال سے
پیدا ہوتے ہین اونمین یہ مبتلا ہو جاوے گا۔

(۲) ڈاکٹر ہمینڈ،، کا خیال ہے کہ قدرت کا منشا یہ ہے کہ حشفہ ہر وقت پوشیدہ رہے
تاکہ اوسکی حس کم ہو اور لذت جماع مین نقصان نہ آوے (اسلیئے کہ لذت جماع حشفہ
ہی کے ذریعہ سے محسوس ہوتی ہے) مگر اسکا یہی جواب ہے جو اوپر بیان ہوا۔

اب رہا یہ امر کہ (۳) ڈاکٹر ہمینڈ صاحب،، کا خیال ہے کہ بسبب ختنہ کے باہ مین کمی
ہو جاوے گی اسلیئے کہ بسبب ختنہ ہو جانے کے حشفہ کی حس کم ہو جاتی ہے۔ یہ امر صرف
ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے اسلیئے کہ اگر ایسا ہوتا تو سب سے بڑھکر مسلمان ہی اس مرض مین
مبتلا ہوتے۔ حالانکہ ایسا نہین ہے اور مشاہدہ و تجربہ اسکی سخت تردید کرتے ہین۔
دیگر اقوام مین جسقدر اسکے مریض ملین گے اوسکا دسوان حصہ بھی شاید مسلمانون مین نہ
نکلے۔ اور اگر ہونگے بھی تو اونکے مرض کے دیگر وجوہ و اسباب ہونگے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے مشاہدہ اور تجربہ سے بالکل کام نہ لیا۔ بلکہ ہم کہتے ہین کہ
حشفہ مین حس بڑھنے سے سرعت انزال کا مرض ہوتے ہوتے قطع باہ کا باعث ہو گا
اور انسان بیکار محض ہو جاوے گا۔

اب رہا فطرت اور قانون قدرت سے مخالفت یعنی خدا نے نامختون پیدا کیا ہے ہم کیون اوسکی مخالفت مین مختونی کرین۔

جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ بسا بچہ مختون بھی پیدا ہوتے ہین اونکے مختون ہونے کی کیا لم ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ خدا نے ان چند مختونون کو پیدا کر کے ہمکو ختنہ کا سبق دیا ہو تو عجب نہین۔ دوسرے یہ کہ اگر ختنہ مین قانون قدرت کی مخالفت ہے۔ تو ناف تراشنے مین بچہ کے بھی قانون قدرت کی مخالفت ہوگی اسواسطیکہ اوسنے بچہ بے ناف بریدہ خلق کیا ہے پھر ہم کیون اوسکے قانون مین اصلاح دین جسطرحسے ضرورت نے ہمکو ناف تراشنے پر مجبور کیا ہے۔ اوسیطرحسے ضرورت نے ختنہ کا بھی حکم دیا ہے۔

اگر آپ یہ کہین کہ ناف بچہ کے واسطے شکم مادر مین تغذیہ کی ضرورت سے تھی بعد ولادت یہ ضرورت باقی نہین رہی اسوجہ سے ناف تراشنا ضرور ہوا۔ اور بچہ کے غلفہ دار ہونے کی کیا ضرورت تھی اور جو ضرورت پیش آئی تھی وہ بعد ولادت کیا دور ہوگئی جو اوسکو بھی قطع کرنے کا حکم ہوا۔

جواب یہ ہے کہ۔ اس مسئلہ کے حل کرنے کی ہمکو ضرورت نہین ہے کہ خدا نے بچہ کو اغلف کیون پیدا کیا ہے۔ بہت سے امور اوسکے اسرار حکمت ہین جو کسی سے ابتک حل نہین ہوے ہم نہین جانتے کہ اغلف پیدا کرنے کی اوسکو کیا ضرورت ہوئی لیکن ہان اسکا جواب دینے پر ہم آمادہ ہین کہ خدا نے کسی خاص ضرورت سے بچہ کو اغلف پیدا کیا جو ہمکو ابتک نہین معلوم ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اب قانون فطرت مین دست اندازی اور اصلاح کا ہمکو کیا حق ہے جواب اسکا یہ ہے کہ خدا نے فطرتا موے سر مین روئیدگی ناخونون مین نمو دیا ہے پھر ہم کیون اوسکی قطع و برید پر آمادہ ہین بالونکو بڑھنے دین خواہ وہ بسبب درازی زمین پر لوٹتے رہین ناخونون کو بڑھنے دین۔ لیکن مقتضا عقل بشری یہ ہے کہ ہم اوسکو حد سے زیادہ نہونے دین خدا نے ہمکو عقل خاص اسوجہ سے دی ہے کہ وہ باحمل تصرف کرے اور اصابت رائے اپنے احکام سے کی اگر خدا اپنے احکام کے ذریعہ سے ہماری اصابت رائے نفرماتا تو ضرور ہمکو خطا کا خیال ہوتا اب چونکہ عقل نے ہمکو ضرورت ختنہ کی تبائی اور خدا نے ہمکو بذریعہ خاص ملہم بندونکے حکم بھی دیا لہذا ہمکو قانون قدرت مین تصرف کا حق حاصل ہوگیا۔ لیکن ہم یہ

کہتے ہین کہ خدا نے جن حیوانات کو بول کی ضرورت نہین دی ہے اونکا قضیب اندرون جسم خلق کیا ہے جسوقت وہ اپنے مادہ کے قریب آتے ہین تو فقط نطفہ پہونچانے کی ضرورت سے قضیب اونکا باہر نکلتا ہے ورنہ ہر وقت پوشیدہ رہتا ہے اور یہ حیوانات پرند ہین۔ دوسری قسم حیوانات چرند کی ہے جنکو بول کی بھی ضرورت ہوتی ہے پس اونکے قضیب غلفہ دار پیدا کئے ہین اسطرح سے کہ تمام عضو انکا ایک کھال مین مخفی رہتا ہے جو واسطے ضرورت بول باہر نکل آتا ہے۔ انسان بھی اس دوسری قسم کے حیوان مین شامل ہے پس باقتضائے طبع حیوانی انسان کو بھی اغلف پیدا کیا لیکن۔ اسکا فقط حشفہ غلفہ دار بنایا گیا مثل دیگر حیوانات کے کل عضو غلفہ دار نہین بنا اور اس امر مین بھی انسان کو بالکل حیوانات سے مشابہت نہین دی بلکہ اس جنس مین داخل کرنے کی غرض سے فقط حشفہ کو غلفہ دار بنایا۔ پس حیوانات کے اغلف ہونے مین مصالح عقلیہ ہین۔

ہان ہم یہ نہین جانتے کہ غلفہ کو ساخت عضو مین بھی کچھ مداخلت ہے یا نہین۔ لیکن اتنا ضرور جانتے ہین کہ حیوان اگر غلفہ دار نہوتے تو ہر وقت عضو تناسل آویختہ رہتا اور صدمات ضرب وسقط سے متاذی ہو کر ہلاک ہو جاتا ہر وقت بیٹھنے اوٹھنے مین زمین سے رگڑ کر زخمی ہوتا۔ یا مثل دیگر اعضا کے سخت ہو کر بےحس ہو جاتا۔

اور یہ بھی مصلحت ہے کہ جسم حیوان کا کوئی ساتر و حاجب نہین ہوتا یہ امر موجب شرم و حیا ہے کہ ہر وقت نظر زن و مرد کی حیوانات کی شرمگاہون پر پڑے جو شاید کسیوقت موجب شہوت و ریب کا بھی ہو خصوصًا وہ زمانہ جاہلیت و وحشت کا جسمین جاہل قومون نے حیوانات کو بھی مباشرت سے نہ چھوڑا۔ اوس زمانہ پر کیا منحصر ہے اس تہذیب و شایستگی کے زمانہ کو ملاحظہ کیجیے اخبار و نکو پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو کہ اسوقت بھی معزز قومین کتو نسے گرفتار پائی گئی ہین۔

لہذا خالق کائنات نے مبرز کو دم سے اور عضو تناسل کو غلفہ سے پوشیدہ کیا تاکہ ہر وقت نظر مردم پڑنے سے محفوظ رہے۔

انسان کو مثل دیگر حیوانات کے نہ تو دم کی ضرورت ہے نہ غلفہ کی۔ بلکہ مضرت غلفہ ثابت ہو چکی لہذا مجانست حیوان کی وجہ سے جسقدر غلفہ تھا اوسکے قطع کا بھی حکم ہوا۔

اب ہم اسمقام پر ایک بہت بڑے محقق کی رائے لکھتے ہین جسکی تصنیف کو تمام عاملین

فن جراحی بڑی وقعت سے دیکھتے ہین - اسکی سرجری تمام یونیورسٹیون بطور درس داخل ہے ووے
اور وہ ڈاکٹر ایریکسن " ہے یہ ختنہ کے بڑے موئید ہین اور لکھتے ہین کہ کاش ہمارے ملک مین
اگر مذہبی طور پر ختنہ کرنا نہ ہوا کرے تو رواجی ہی طور پر شروع ہوجاوے تاکہ ہم اون آفات
سے بچین جو ختنہ نہ کرنے سے پیدا ہوتے ہین - دیکھیے اتنا بڑا کامل فن جراحی ختنہ کا کسقدر
حریص و موئید ہے صرف اسکے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ کیا کیا مضرتین ختنہ نہ کرنے سے
پیدا ہوتی ہین کہ جسکے علاج سے عاجز آکر ڈاکٹر موصوف نے ختنہ کرنے کی ایسی تمنا ظاہر کی
یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جماع مین ایک قسم کا حظ اور لذت پوشیدہ ہے جسکے باعث سے انسان جماع
کا حریص پایا جاتا ہے اور اگر لذت نہ ہوتی تو توالد و تناسل مین (کہ جو خاص منشائے قدرت ہے)
فرق آتا اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ لذت جماع حشفہ کے ذریعہ سے محسوس ہوتی ہے مگر بعض اوقات
ایسا ہوتا ہے کہ غلفہ اسقدر تنگ ہوجاتا ہے کہ بوقت جماع اوپر کو نہین چڑھ سکتا جس سے
لذت جماع محسوس نہین ہوتی - ظاہر ہے کہ ایسا شخص جسکو لذت جماع محسوس نہین ہوتی
جماع مین کمی بلکہ اس فعل کو عبث سمجھکر ترک کریگا جسسے آیندہ نسلونکا سلسلہ جو اوس سے
دنیا مین قایم ہونے والا تھا بند ہوجاویگا ایسا شخص اگر ختنہ نہ کرائے تو گویا اوس نے
قدرت کا ایک بہت بڑا منشا روکنے کا ارتکاب کیا اور ہرگز وہ شخص اس جرم سے
بری نہین ہوسکتا کیونکہ اوسنے اوس نسل کا سلسلہ جسکی تعداد معلوم نہین ہے بالکل بند کردیا
مرض ووے فائموسس " مین جو جو تکلیفین مریض کو ہوتی ہین اور معالج کو دقتین پیش آتی ہین
اوسکا لطف مریض اور معالج دونون کے دل سے پوچھئے آخر کو یہی انجام ہوتا ہے کہ ختنہ
کرنا پڑتا ہے - اور پھر اوس ختنہ مین بھی کیا کیا دقتین پیش آتی ہین اور مریض کو کیا کیا
تکلیفین برداشت کرنا پڑتی ہین اگر ختنہ ہوچکا ہوتا تو ظاہر ہے کہ آتشک وغیرہ کے
زخم مین یہ دقتین بوقت علاج نہ پیش آتین نہ مریض کو نہ معالج کو اچھا اگر فائموسس
نہ بھی ہو تو یہ امر کیا کم ہے کہ ایسے کثیف زخم جو آتشک کے باعث سے ہون اونکے
علاج مین غلفہ کسقدر حارج ہوتا ہے - بلکہ اوسپر بھی اثر زخم و مادہ کثیف پہونچکر
زخم وغیرہ پڑجاتے ہین اور اوسوقت مجبوراً ختنہ کرنا پڑتا ہے -
واقعًا ختنہ کرنا کوئی فضول نہین ہے نہ رواجی طور پر اسلام مین داخل ہے بلکہ
جہان ہر حکم شارع علیہ السلام کا حکمت سے بھرا ہوا ہے وہان ختنہ مین بھی

ہزاروں مصالح حکمیہ ہین۔
بچون کو اکثر بوجہ تنگی غلفہ از حد تکلیف پہونچتی ہے۔ جو گاہی خلقی گاہے خارجی و عارضی طور پر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہمنے بچشم خود ایک بچہ کا حال دیکھا ہے کہ جسکے غلفہ مین بسبب ضرب کے اسقدر ورم ہوگیا تھا کہ پیشاب بند ہوگیا یہانتک کہ قریب بہ ہلاکت پہونچا جسکا نتیجہ ڈاکٹر نے بحالت مجبوری اوسیوقت ختنہ کردیا حقیقت مین اس عضو خاص کو بھی حقتعالی نے کسقدر نازک بنایا ہے۔ چنانچہ اسکی نزاکت پر لحاظ کرکے قدرت نے کیسا انتظام کیا ہے فرج زن کے اندر جو پردہ ہے وہ کیسا نرم اور نازک اور لعابدار ہے اوسپر بھی اکتفا نہین کی بلکہ جب فرج زن مین دخول ہوتا ہے تو دو ہی ایک مرتبہ کے دخول وخروج مین ایک رطوبت مہبل سے خارج ہونے لگتی ہے۔ تاکہ دخول وخروج مین دقت نہ ہو اور حشفہ پر صدمہ نہ پہونچے۔
اس سے ثابت ہوا کہ یہ عضو بہت ہی نازک ہے جسکی حفاظت کے لیئے قدرت نے اسقدر اہتمام فرمایا ہے پس ایسا نازک عضو ظاہر ہے کہ ضرب وغیرہ سے بہت جلد متاثر ہوجاویگا جس سے بہت جلد غلفہ مین ورم پیدا ہوکر راستہ پیشاب کا بند ہوکر آدمی کو تکلیف دے گا اور جبتک ورم دفع ہوگا تو لامحالہ ختنہ کرنا پڑے گا۔
اگر آپ یہ اعتراض کرین کہ جب یہ عضو ایسا ہی نازک ہے تو پھر ضرور ہوا کہ بمزید احتیاط حشفہ غلفہ سے پوشیدہ رہے تاکہ خارجی صدمات کا اثر نہ پہونچے۔ یہانپر تین امر قابل لحاظ ہین
اوّل یہ کہ جب غلفہ سے حشفہ پوشیدہ رہا تو جو کچھ صدمہ پہونچے گا اول غلفہ پر جو متورم ہوکر راہ بول مسدود کردے گا۔
دوسرے۔ جیسا اوپر بیان ہوا کہ اگر حشفہ ہر وقت ملفوف رہے گا تو اوسمین استعداد قبولیت امراض زاید رہے گی۔
تیسرے جب ورم پیدا ہوگا تو چونکہ بسبب غلفہ کے اول تو خود ہی صفائی پورے طور پر ناممکن تھی دوسری بوجہ ورم کے قطرات بول سے غلاظت اور بھی پیدا ہوکر ورم عفونت اور زخم پیدا کردے گی جسکا اوسوقت مقدم علاج ختنہ کرنا قرار پاوے گا یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ اگر کسی شخص کا غلفہ اسقدر تنگ ہو قدرتی طور پر خواہ بسبب عارضہ کے کہ جو اوپر نہ چڑھ سکتا ہو۔ تو ایسا شخص ازالہ بکر پر قادر نہوگا بلکہ عام طور پر بھی جماع مین تکلیف ہوگی وجہ اسکی یہ ہے کہ جب شخص مذکور ارادہ دخول کریگا تو اوسی حالتمین

غلفہ ضرور اوپر چڑہنے کی کوشش کرے گا جو بوجہ تنگی کے ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امر بدون کسیقدر زور کے انجام نہین پاتا پس ایسی حالت مین نتیجہ اوسکا شقاق غلفہ ہوگا جسکی اذیت سے ماہ بھی جاتی رہے گی اور ازالہ بکر بھی نہو سکے گا۔

"کنیسر آف دی پینس"، ایک قسم کا سرطان ہے جو اکثر حشفہ پر دیکھا جاتا ہے حقیقت مین یہ مرض نہایت سخت ہے مگر اسکے بھی علاج مین بہ سبب غلفہ کے سخت دقتین واقع ہوتی ہین۔

"سوزش حشفہ"، یہ بھی ایک مرض ہے کہ جسکا سبب عدم صفائی حشفہ اور تنگی غلفہ اور دیگر اسباب بھی قرار دیے ہین۔ اب دیکھیے کہ یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ بسبب غلفہ کے صفائی حشفہ کما حقہ نہین ہوتی خصوصاً جب تنگی غلفہ بھی ہو پس ظاہر ہے کہ جسکا ختنہ نہین ہوا ہے۔ وہ ہر وقت اس مرض کے کر لینے کے لیئے تیار ہے۔

علاوہ برین جب کوئی شخص سوزش حشفہ مین مبتلا ہو اور اوسکے ساتھ تنگی غلفہ بھی ہو تو ایسی حالتمین غلفہ پر دنبل یا زخم ہونے کا قوی احتمال ہے اور بکثرت ہو بھی جاتا ہے۔ اور پھر اسی پر موقوف نہین بلکہ غلفہ حشفہ سے بسبب سوزش و زخم وغیرہ چسپیدہ بھی ہوجاتا ہے جسکا علاج ختنہ کرنے پر ہے بغیر اور زخمتون سے نہین ہوسکتا اور اگر ختنہ نہ ہو تو قریب بہ محال تو ضرور ہے۔

"زخم حشفہ"، اس عضو پر دو قسم کے زخم ہوتے ہین ایک سادہ دوسرے خاص سادہ قسم کی بابت ڈاکٹرون نے لکھا ہے کہ اسکا باعث یہی عدم صفائی و تنگی غلفہ ہے بلکہ خود تنگی غلفہ کا سبب اگرچہ مادر زاد بھی ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی یہ مرض اکثر بہ سبب سوزش و زخم حشفہ ہوتا ہے جسکا مقدم سبب عدم صفائی حشفہ ہے گاہے بہ سبب آتشک بھی ہوتا ہے۔ مگر اوسمین بسبب عدم صفائی اندمال زخم مین دقت ہوتی ہے

"بابو امولا رتن بیساکہ گری جونیٹ کلکتہ یونیورسٹی اسسٹنٹ سرجن ٹامسن ہاسپٹل آگرہ و مدرس جراحی مدرسہ طبی آگرہ"، اپنی کتاب "پراکٹس آف سرجری"، اوس ذکر مین جہان تنگی غلفہ مین ختنہ کا ذکر ہے تحریر کرتے ہین۔

کہ فوائد اسکے یہ ہین کہ حشفہ بآسانی صاف ہوسکتا ہے اسوجہ سے غلفہ کے قطع ہوجانے کے بعد امراض شہوانی و نفسانی بہت کم ہوتے ہین یہی سبب ہے کہ مسلمان لوگ اس قسم

کے مرض میں بہت کم مبتلا ہوتے ہین۔

(۲) فائموسس ،، یہ بھی ایک قسم کی تنگی غلفہ ہے۔ ایک قسم اسکی یہ ہے کہ بوجہ تنگی کے غلفہ اوپر نہ چڑھ سکے اور یہ وہ قسم ہے کہ جسمین بوجہ تنگی کے حشفہ پر سے غلفہ نیچے نہین اوتر سکتا۔ اسباب اسکے بچپن مین بوقت صاف کرنے غلفہ کے جوانی مین اکثر بسبب جلق۔ یا اکثر پہلی مرتبہ مباشرت کرنے مین۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ درد اور تکلیف بہت ہوتی ہے۔ حشفہ پر درد اور اجتماع خون اور اکثر حبس بول دیکھنے مین آتا ہے۔ آخر کار تو عنق حشفہ پر زخم ہوجاتا ہے یا گل سڑ کر حشفہ گر جاتا ہے اب ذرا آنکھ کھول کر غور کیجیے کہ غلفہ کے ہونے سے کیا خرابی پیدا ہوتی ہے۔

(۳) ہرپیز پروسس ایلیس ،، اس مرض مین غلفہ اور حشفہ پر پھنسیان نمودار ہوجاتی ہین جنمین ازحد کھجلی ہوتی ہے اور بعد پھوٹ جانے کے زخم ہوجاتے ہین اسکا سبب بھی منجملہ اور اسباب کے عدم صفائی ہے۔

پس جبکہ غلفہ مانع صفائی حشفہ ہے جس سے بکثرت امراض پیدا ہوتے ہین جن مین سے چند مرض ہمنے لکھدیے ذکر ان امراض کا مفصل اپنے مقام پر کتب طبیہ مین موجود ہے۔ لیکن اسیقدر بیان سے پورے طور پر واضح ہوگیا کہ غلفہ باعث امراض مہلکہ موذیہ ہے۔ اور ختنہ کرنے سے ان امراض کی پوری پوری روک ہوجاتی ہے۔ سبحان اللہ کیا شریعت ہے اور کیا بانی شریعت ہے اور کیسا رحیم و کریم ہمارا خدا ہے کہ ہمارے ہی فوائد جسمانیہ و روحانیہ کی غرض سے ہمکو حفظان صحت کے قواعد بتاتا ہے جسمین ہمارا ہی نفع ہے۔ اور پھر اون قواعد کے برتنے اور عمل کرنے پر ہمکو اجر و ثواب جو دار آخرت سے متعلق ہین عطا فرماتا ہے۔ یہ محض اوسکا تفضل ہے پھر امر شرعی ہمارا حکمت و عقل سے کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ اگرچہ دشمن عقل و انصاف اسکو باور نکرین اور اپنے تعصب و ہٹ دھرمی سے انکار ہی کرتے رہین۔

ختنہ زنان

اب ہم ختنہ زنان کے بابت لکھتے ہین۔ ہمارے بعض اکابر کی خدمت بابرکت مین تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک مسئلہ ضلع باندہ سے آیا تھا اور ہمنے اوسکا جواب لکھا تھا اوسیکو

اسمقام پر درج کئے دیتے ہین مع تھوڑے اضافہ کے۔
(سوال ۱۷) تحفۃ العوام کی یہ عبارت ،، واضح ہو کہ ختنہ پسر واجب ہے اور ختنہ دختر سنت ،، صحیح ہے یا غلط۔
(جواب) ختنہ پسر واجب ہے اور ختنہ دختر مکرمت ہے اجماعًا۔
(سوال ۱۸) بصورت صحیح ہونے کے وہ حدیث صحیح معہ ترجمہ بزبان اردو نقل فرمائی جاوے جسکی روسے اس مسئلہ کی سنت ہونے پر استدلال و اعتقاد کیا جاتا ہے۔
(جواب) چند حدیثین ختنہ زن مین مروی ہین منجملہ اونکے۔
ایک وہ حدیث ہے جو کتاب تہذیب الاحکام مین ،، امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا اون جناب نے۔ جب زنان مکہ نے ہمراہ رسولخدا صلعم مدینہ کو ہجرت کی تھی اون عورتونمین ایک عورت تھی ام حبیبہ ،، تھی جسنے اپنی لڑکی کا ختنہ کیا تھا۔ بعد ہجرت ایکروز رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے وہ ام حبیبہ سے ،، فرمایا۔ کہ کیا اب بھی تو وہ عمل کرتی ہے جسکی تو عادی تھی وہ
ام حبیبہ ،، نے عرض کی ہان یا رسول اللہ صلعم ابتک مین عادی ہون مگر یہ کہ اگر آپنے حرام فرمایا ہو اور مجکو منع فرماوین۔ اوسوقت البتہ ترک کر دونگی حضرت نے فرمایا نہین بلکہ حلال ہے۔ بعد اسکے حضرت نے ام حبیبہ کو قریب طلب کرکے طریقہ ختنہ زن تعلیم فرمایا ارشاد کیا کہ وہ اے ام حبیبہ ،، بیخ سے قطع کرکے استیصال نکرنا بلکہ فے الجملہ قطع کرنا کیونکہ یہ باعث آبروے زنان ہے اور موجب استلذاذ شوہران الحدیث۔
دوسری حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کان چھیدنا پسر کا اور اوس کا ختنہ کرنا ساتوین روز سنت ہے۔ اور عورتونکا ختنہ کرنا جسکو (خفض کہتے ہین) مکرمت ہے اور سنت نہین ہے۔ اور کون چیز بہتر و افضل ہے مکرمت سے۔
(سوال ۱۹) پھر اس امر کیوجہ ارشاد ہو کہ شارع علیہ السلام نے و نیز جملہ حافظان شریعت حقہ اعنی آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس سعادت سے کیون اجتناب کیا۔ اور علماء اہل حق نے مومنین کو اس سنت کیطرف ترغیب و تحریص کیون نہ دلای۔ اور خود کیون اوسپر عامل و کاربند نہ ہوے۔ اگر کہین آنحضرت کا فعل ثابت ہو تو اوس کا نشان دیا جاوے۔

(جواب) اگر اجتناب ہوتا تو یہ حضرات کیون حکم دیتے اور چونکہ ختنہ دختر واجب نہین ہے نہ سنت موکدہ ہے کیونکہ بروایت ؎ من لا یحضرہ الفقیہ ؏ قال علی علیہ السلام لا باس ان لا تختتن المرأۃ فاما الرجل فلا بد منہ ؏ یعنے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ حرج نہین اگر عورت کا ختنہ نہ کرو۔ مگر مرد کا ختنہ کرنا ضرور ہے اسلیئے کہ اوسمین فوائد کثیرہ ہین بخلاف ختنہ زن کے اسمین اسقدر فوائد نہین۔ اور عملی نظیر کا نہ پایا جانا اکثر اسکے سبب ہوتے ہین۔

(۱) ممکن ہے کہ یہ فعل مخصوص امت سے ہو اور یہ حضرات اوس فعل کے مکلف ہی نہون

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ اوس عملی نظیر کی کسینے ہمسے حکایت و روایت ہی نہ کی ہو۔

(۳) ممکن ہے کوئی روایت ہو ہماری نظر سے نہ گذری ہو۔

اور شرعاً ثبوت احکام مین تنہا قول معصوم کا حجت ہے یہ ضرورت نہین ہے کہ اثبات مسئلہ شرعیہ مین ہم عمل معصوم کو جبتک نہ دیکھین حکم دین۔ جیساکہ اکثر مسائل شرعیہ محض قول معصوم سے ثابت ہوے ہین۔ اور قول معصوم اوسیطرح سے حجت ہے جس طرح سے فعل معصوم حجت ہے۔ الغرض علماے دین کا کسی امر مین زیادہ کدوکوشش نہ کرنا اوس امر کی اباحت و استحسان کو دفع نہین کرتا ہے اگرچہ عرب مین ختنہ دختر کا رسم اسوقت تک ہے بلکہ عرب مین عرصہ سے جاری تھا۔ جیساکہ ؎ ام حبیبہ ؏ کے قول سے استنباط ہوتا ہے۔ کیونکہ ام حبیبہ ؏ حکم شرعی سے ناواقف تھی اوسوقت سے وہ ختنہ دختر کی عادی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبل صدور حکم شرعی یہ رسم جاری تھا جیساکہ ختنہ زن کو خفض کہتے تھے۔ اور ؎ قاموس مین لکھا ہے ؎ وخفضت الجاریۃ لختن الغلام خاص بھن ؏

(سوال) اگر بخیال تمسخر و استہزاے مخالفین و توہین شرفاے مومنین علماے اسلام نے احیاے سنت ختنہ دختر سے اعراض کیا تو ایسا ایک مسئلہ جو خلاف فطرت انسانی ہو اور انسان کو اوسپر عمل کرنے سے قدرتاً شرم معلوم ہوتی ہو مقدس مذہب اسلام مین جسکے تمام قوانین و احکام مطابق عقل اور فطرت انسان کے قطعی دلیلون سے ثابت کیئے جاتے ہین کیون روا اور قرین عقل ہو سکتا ہے۔

(جواب) جو امور شرعیہ ہین اونمین چند جاہلون کے تمسخر و استہزا کا خیال دیندار لوگون کو نہین ہوتا ہے۔ لیکن اس طریق حسنہ کی ترویج ہندوستان مین محض اسیوجہ سے نہ ہوی کہ ترک مین اسکے زیادہ مضرت نہ تھی اور بنا بر ارشاد جناب امیر علیہ السلام عدم مضائقت کے خیال سے ترک کیا۔ اور کتب فقہیۃ و اخلاقیہ مین علماے کرام نے تحریر فرما دیا ہے جس کسیکو توفیق نیک عمل حسن کی ہو اوسکو کہین پر ممانعت نہین فرمائی ہے۔

اب رہا خلاف فطرت انسانی ہونا۔۔ اور اس عمل سے قدرتاً شرم کا آنا۔ یہ دونون امر مہمل ہین۔ مخالفین اسلام وہ بجز یہود کے ختنہ مرد ہے کو کب موافق فطرت خیال کرتے ہین۔ نہ یہ کہ جو رسم جاری ہے نہ ہو اوسکو تو بالکل خلاف فطرت و شرم ناک خیال کرین گے۔ شرم کا آنا یہ بھی اسیوجہ سے ہے کہ رسم اسکا نہین ہے۔ حالانکہ زن و مرد شرم و حیا مین دونون برابر ہین۔ اگر ختنہ زن موجب شرم ہے تو ختنہ مرد بھی باعث شرم ہوگا۔ پس اس حیائے حیوانی کے خیال سے کسی امر مفید کو ترک کرنا بجز حیوانیت کے اور کیا ہے۔

واضح ہو کہ حیا کی دو قسمین ہین ایک انسانی دوسری حیوانی۔

حیای انسانی وہ ہے کہ عقلی ضرورت سے ناشی ہو یا ناموسی ضرورت سے۔ اسلئے کہ شرم و عقل مین تلازم ہے۔ اور ان دونون کے برخلاف جو شرم و حیا ہو خواہ رواج سے ناشی ہو یا خواہش سے، یا غصے سے، خواہ تکبر، وحشی، سے وہ سب حیاے حیوانی ہین اور قابل مذمت کے نہ تعریف کے۔ مثلاً کسی عورت کے سینہ مین کنکربیل ہوا اور علاج منحصر ہو جاوے حکیم کے دیکھنے پر۔ اور وہ فرط شرم سے اپنا مرجانا گوارہ کرے اور سینہ اپنا حکیم کو نہ دکھاے۔ یا اسیطرح اگر شرمگاہ مین کوئی بیماری ہو یا شرم کے مارے پہلے شوہر کے بعد کسی سے عقد نہ کرے۔ یا مرد اپنا مرجانا گوارہ کرے مگر کسی کے ہاتھ سے احتقان لینا گوارہ نہ کرے تو یہ سب حیائین حیوانی ہین۔ اور قابل مذمت نہ قابل تعریف۔ اور اسیطرح جتنی صفتین ہین اچھے اور جتنے عیب ہین برے ان سبکی جانچ عقل سے ہے۔ اور کسوٹی انکی کھری کھوٹے پن کی عقلی مصلحت ہے پس جبکہ۔ ختنہ زن مین ضرورت ناموسی و عقلی دونون ہین لہذا شرم اوس سے حیای حیوانی قرار پاویگی۔ علاوہ اسکے احکام شرعی تعبدی ہین اکثر اونمین وہی حسن عقلی ہے کہ جو حکیم و طبیب کے تجویز کر دینے سے فقط ہمکو امتثال کے لیئے عقلاً مجبور کرتا ہے۔ پھر اوس عقل سے کام لینا جو ناقص ہو اور ہمیشہ ہر امر مین خلاف

کرتی رہے ایسی عقل سے کسی حکم الٰہی اور شریعت نبوی کی لم دریافت کرنا بالکل خلاف عقل ہے۔ جیساکہ حضرت جبرئیلؑ کا امام حسینؑ کا کان چھیدنا۔ اور بعد ولادت پسر کا کان چھیدنا بظاہر بالکل عبث ہے کیونکہ فطرت مرد کی مقتضی اسکی نہین کہ وہ بالی پتہ پہنے مگر محض تزئین کے واسطے مستحب قرار دیا ہے۔ اسیطرح سے عادات عرب دیکھنے سے معلوم ہوتاہے کہ مردان عرب عورت مختونہ پر زیادہ راغب ہوتے تھے۔ اور رغبت ومیلان موجب قوت باہ ہے اور اسکا نتیجہ تولد وتناسل ہوتاہے۔ علاوہ اس کے مختونی کو زینت سمجھتے تھے عورت کیواسطے اسوجہ سے اس رسم کو جاری رکھا اگرچہ طبایع اہل ہند اسکے خلاف اور وہ اسکو عیب ونقص خیال کرین۔ لیکن ہم بمدد وتوفیق الٰہی فوایدعقلی کو ختنہ زن کے بھی لکھکر یہ دیکھائے دیتے ہین کہ چھوٹا سا چھوٹا مسئلہ بھی ہماری شریعت کا عقل کے خلاف نہین ہے اگرچہ عقل ہماری دریافت کنہ مین قاصر ہو ہم جس ملت ابراہیمی پر ہین ضرور وہ عقلی ہے۔

خداوندکریم سورہ بقر مین خود فرماتاہے (اورکون ہے جونفرت کھائیگا ابراہیم کے مذہب سے مگر جو احمق بنائے اپنے تئین۔ ہ الا انہ ضرور چن لیا تھا اوسے ہمنے دنیا مین اور بے شبہہ آخرت مین بھی وہ اچھو نمین۔ سے ہے) خدانے مخالف مذہب ابراہیم کو احمق قرار دیا ہے اسمقام سے صاف ظاہر ہے کہ ملت فطرت ابراہیم عقلی ہے جب تو اوسکے خلاف کرنا حماقت ٹھہرا۔ اورضرور یہی تعلیم اہلبیت رسالتؐ ہے کہ جو رازدار دین خدا کے تھے۔ ہمین بہت اچھی طرحسے معلوم ہے کہ مذہب حق عقلی ہے۔ اور اسی لیئے علم کلام واصول فقہ مین ہمارے بیان ہوا ہے کہ حسن وقبح اشیاء عقلی ہے۔ اور اسیوجہ سے وہ کتاب کافی ۱ مین منقول ہے کہ وہ حضرت جبرئیلؑ جب بحکم خداوند جلیل ہدیہ عقل وحیا وایمان حضرت آدمؑ کے پاس لائے اور حضرت آدم نے عقل کو چن لیا۔ اور حضرت جبرئیلؑ نے حیا وایمان کی بابت حیافت کیا اور ان دونون سے فرمایا کہ پھر چلو۔ تو اونھون نے عرض کی کہ ہمتو عقل کے خادم ہین اوس سے جدا نہین ہوسکتے"

اور اسی لیئے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ عقل وشرع جزو ان ہمنین ہین۔

اور فرمایا کہ شرع عقل ظاہری ہے اور عقل شرع باطنی۔

اورحضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حجت خدا دو چیزین ہین ایک ظاہری

کہ وہ پیغمبر و رسول ہین - دوسرے باطنی کہ وہ عقلین ہین -
اور اسی لیئے مستفیض حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ جسکی عقل ٹھیک نہ ہو اوسکی نماز اور روزے اور کسی نیک کام کا اعتبار نہین - اور اسی لیئے علم اصول فقہ مین یہ کلیہ لکھا ہے کہ جو حکم کرے گی عقل وہی حکم کریگی نقل اور بالعکس - اور اسیوجہ سے عقاید اور اصول دین مین ہم ہرگز اپنے اعتقاد کا عقل کو قرار دیکر آیات تجسم و دیدار اور نبیونکے گنہگار ہونیکی تاویل کر دیتے ہین -
اور مدار اس عقل کا مثل ہمارے دین کے برہان پر ہے - چنانچہ خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے "قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" لاؤ تم اپنی دلیل اگر تم سچے ہو - پس کسوٹی اس عقل و شرع کی برہان و دلیل ہے کہ اوسکی وجہ سے اس عقل خالص کا امتیاز ہو جاتا ہے اوس عقل سے کہ جسمین وہم و خواہش یا غصہ یا رواج وغیرہ کا لوث ہو اور یہ عقل قطعی ہے اور یونانیون کی عقل ظنی بلکہ جو غیب کے صیغے مین بیکار ہے اور یہین سے فرق ہمارے مذہب کا حکیمون کے مذہب سے ظاہر ہوتا ہے - بہرکیف سوائے ہمارے مذہب حق کے دنیا کا کوئی مذہب یہانتک کہ دہری مذہب بھی عقلی نہین اور دین خدا کا عقلی ہونا ضرور ہے اسلیئے کہ اوسکی تکلیف آدمی کو ہے اور آدمی کے گھٹے مین عقل پڑی ہے اور عقل ہی کی بدولت اوسے امتیاز اور حیوانون سے ہوا ہے تو اوسی غیر عقلی مذہب دنیا ویسا ہے تھا جیسے کوئی حبشی سے کہے کہ تو کھیسے سے رگڑ رگڑ کے اپنا منہ سفید براق اور گورا چٹا کر لے - حالانکہ یہ محال بات ہے - پس اگرچہ کسی کی لم ہماری عقل نہ دریافت کر سکتی ہو لیکن اوسکا عقلی ہونا ضروری ہے - چنانچہ ختنہ زنان مین بھی فائدہ عقلی موجود ہے اب جو کچھ ہم لکھتے ہین اوسکو بہ نظر انصاف ملاحظہ کیجیئے -
"بظرہ" اس عضو کو عورات مین شہوانی لذات کا آلہ سمجھنا چاہیے اس کی ساخت قریب قریب قضیب مرد کے ہے - چونکہ یہ عضو عورات کا آلہ شہوت ہے - اسلیئے خیالات و تصورات و ملامستے اسمین انعاظ بھی پیدا ہو جاتا ہے - طول اسکا ہر عورت اور ہر نسل مین مختلف ہے چنانچہ پانچ پانچ چھ چھ انگشت کا ہوتا ہے - بعض عورتین جنکا یہ عضو اسقدر دراز ہوتا ہے وہ مثل مرد کے عورتونسے جماع کرتے ہین - چنانچہ ایک عورت چونکہ متمول تھی اسلیئے اوسنے چند باکرہ عورتین نوکر رکھی تھین اور اونسے مثل مردون کے جماع کرتی تھی یہ مختصر کیفیت اس عضو کی بیان ہوئی - اس بیان مین چند امر قابل بیان ہین اول - یہ کہ جب یہ عضو اسقدر دراز ہو گیا تو ظاہر ہے کسقدر طرفین کو جماع مین دقت واقع ہو گی - اس لیئے

کہ چھ انگشت یا پانچ انگشت کی درازی ضرور سوراخ فرج کے لیئے واجب ہو سکتی ہے جس سے دقت جماع ظاہر ہے اب اگر اوسے حالمین (بظر) مین بھی الفاظ واقع ہو گیا تو اسوقت مین اور بھی دقت ہے اور مرد کو اوخال قضیت مین دقت اور عورت کو انعاظ دور کرنے کی ضرورت واقع ہوگی اور ایسی حالت مین ان خیالات کا فرو کرنا بہت مشکل ہے اور جو دقتین ایسی حالت مین واقع ہون گی وہ ظاہر ہین۔

دوم۔ جسوقت مین کہ (بظر) اسقدر طویل ہے تو اب اگر کوئی مرض فرج مین ہے تو بسبب قرب و ملامست کے اوسکا اثر بہت جلد (بظر) تک پہونچ سکتا ہے۔ جو وہانسے مثانہ اور وہانسے بذریعہ ان نالیون کے جو گردہ سے مثانہ مین آئی ہین گردہ تک پہونچکر درد گردہ یا دیگر امراض مثل ورم۔ سوزش۔ مثانہ۔ یا گردہ یا ان نالیونمین جو گردہ سے مثانہ مین آئی ہین خراش اور ورم پیدا کرکے حرقت بول۔ بول الدام۔ اور زخم وغیرہ ہونا بہت جلد ممکن ہے۔ یا اگر کوئی عورت مبتلائے سوزاک ہو تو اسے ملامست و قرب کے سبب سے اندرون فرج سوزش حاد و مزمن اور ورم وغیرہ ہونا بہت جلد ممکن ہے۔ اور جو جو خرابیان ان اورام و سوزش سے ممکن ہین محتاج بیان نہین۔ کیفیت انکی مفصل کتب طبیہ مین موجود ہے جسکا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ عورتین ہمیشہ کے لیئے (بانجہ) ہوجاتی ہین یا ادرار حیض اور وقت جماع بلکہ بوقت بول۔ بلکہ اکثر اوٹھنے بیٹھنے مین بھی تکلیف ہوتی ہے۔

سوم۔ قطع نظر ان سب کے جلق ایک ایسا فعل ہے جو مثل مردون کے عورتونمین بھی رائج ہے ڈاکٹری کتب مین بکثرت اسکا تذکرہ موجود ہے۔

عورتین اکثر خاص قسم کے آلات بنالیتی ہین اور فرج مین داخل کرکے اپنی خواہش دفع کرتی ہین اگرچہ یہ قسم بھی جلق مین داخل کی گئی ہے۔ مگر ہم یہانپر اسکا تذکرہ کرنا نہین چاہتے ہم اسمقام پر صرف اس فعل سے بحث کرینگے جو متعلق (بظر) کے ہے بعض عورتین جنکا (بظر) بڑا ہوتا ہے انکو تو کچھ دقت ہی نہین ہوتی۔ لیکن بعض عورتین جنکا (بظر) چھوٹا ہوتا ہے وہ جلق کرنے کے لیئے (بظر) کو کہینچ کہینچ کر بڑا لیتی ہین اور جلق کرتی ہین۔ یا بعض عورتین جنکا بیان اوپر گذرچکا ہے عورتونسے مثل مرد کے جماع کرتی ہین۔ ہمارے بعض ناظرین عورات مین جلق سنکر متعجب ہونگے مگر نہین یہ امر پورے طور سے ثابت ہوچکا ہے۔ چنانچہ ایک مشہور ڈاکٹر لکہتا ہے کہ میرے پاس اکثر یہ متعدد عورتین آئین جو سبب جلق مین مبتلا تھین

اور ایک عرصہ سے یہ عادت اونمین رائج تھی۔ مگر اونہون نے ایک کتاب مین اسکے نقصانات دیکھکر میری طرف رجوع کیا۔ اور میرے سامنے اقرار کیا۔ اوسکے بعد اوسنے لکھا ہے کہ افسوس مین نے بہت سی عورتین ایسے دیکھی ہین جو جلق کیوجہ سے ییٔ کوریا،، (ایک رطوبت کا رحم سے خارج ہونا اور ران وغیرہ مین جہان یہ رطوبت لگ جاتی ہے جلن اور خراش پیدا ہوتی ہی) ریڑہ کا درد۔ اعصابی درد۔ پشت کا درد۔ اندام نہانی کے بیرونی حصہ مین ورم۔ وغیرہ وغیرہ مین مبتلا تھین۔ اور خود اونھون نے میرے سامنے اسکا اقرار کیا۔ اور جب مینے بتلایا کہ یہ صرف اونکے ایک فعل یعنے جلق کا نتیجہ ہے تو اونھین ازحد تعجب ہوا۔ ایک اور مشہور ڈاکٹر لکھتا ہے۔ کہ جلق جسطرح مردونمین ہے اوس سے بڑھکر مستورات مین عام ہی نہین۔ بلکہ عالمگیر ہے۔

،، ڈاکٹر وودرڈ ،، نے ایک عورت کا ذکر کیا ہے جو سخت جنون کے مرض مین مبتلا تھی حالت بہت خراب تھی چہرہ زرد۔ اور پوست واستخوان رہ گیا تھا۔ ایکروز حسب اتفاق وہ کسیقدر ہوش مین تھی مینے موقع پاکر اوس سے جلق کا تذکرہ کیا اور اوسکو متنبہ کیا کہ اگر وہ مجلوق ہے تو ہرگز اچھی نہ ہوگی چنانچہ اوسنے اقرار کیا کہ وہ اِس بدعادت مین مبتلا ہے اور اوسنے اس فعل کو ترک کیا اوسوقت سے وہ اچھی ہوتی گئی اور چند ہفتہ مین بالکل مرض دفع ہوگیا۔

،، مسٹر گورڈ ،، نے اپنے لکچرونمین اسکی نسبت بہت کچھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہین کہ قریب آٹھ سال ہوئے اوسوقت سے مجھے ایک طبی کتاب دیکھکر اسطرف توجہ ہوئی جسمین میرے ہمجنس مبتلا ہوجاتے ہین۔ مجھے متواتر شہادتین ملتی رہین کہ یہ عادت بد نہایت خوفناک طور پر عورتونمین پھیلی ہوئی ہے اگر یہ بدی صرف غربا مین ہوتی تو اتنا تعجب نہ تھا۔ مگر افسوس اون امیرون مین اور شریفون مین بکثرت موجود ہے جو سوسائٹی کا فخر سمجھے جاتے ہین اور جب اسکے بعد اونھون نے ایک امیر اور شریف عورت کے خط کا خلاصہ درج کیا ہے جو بسبب جلق کے مختلف امراض مین مبتلا تھی اور جسنے انسے بذریعہ تحریر اپنا علاج چاہا تھا جسکی نقل پورے طور سے ہم درج کرنا نہین چاہتے صرف اسقدر لکھتے ہین کہ یہ عورت ایسے سخت امراض مین مبتلا ہوگئی تھی کہ اوسنے اپنے خط مین تحریر کیا تھا کہ بعض اوقات ان امراض سے تنگ آکر میرا دل چاہتا ہے کہ میرے باغ مین نیچے جو دریا بہتا ہے اوسمین

کود پڑون - اور اسیطرح اپنی جان دیدون -
اب یہ امر بھی بطور اختصار بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جلق سے کیا کیا امراض پیدا ہوتے ہین - چنانچہ -
اختلاج قلب - جنون - اختناق الرحم (ہسٹریا) آواز کا کم ہونا - طاقت کا زایل ہوجانا - بدہضمی - درد سر - بے قاعدہ اور بے سبب درد چہرہ کا زرد رنگ ہونا - آنکھو مین حلقہ - عصبی امراض صرع - ورم رحم - رحم کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا - بے قاعدگی حیض وراسمین تکلیف - نفسانی قوا اور اعضا کی سستی - اور آخر بش قطعی بیکاری - یہ سب جلق کے نتائج ہین - اب یہ امر قابل لحاظ و غور ہے کہ جسطرح مرد جلق سے اپنی خواہش رفع کرلیتا ہے اوسیطرح عورت بھی - خواہ بذریعہ جلق خواہ عورتون ہی سے - پس ایسی حالت مین جبکہ عورت اسیطرح اپنی شہوت فرو کرلے گی تو اوسکو کوئی ضرورت مرد کی باقی نرہے گی حقیقت مین یہ ہے کہ ایسی عورتین ہمیشہ مرد سے متنفر رہتی ہین خصوصًا وہ جوان عورتین جو بیوہ ہوگئی ہین اور اپنی عزت خاندانی - یا رسم ملک کے سبب سے دوسری شادی نہین کرسکتین - یا بعض عورتون کی طبیعتین آزادی چاہتی ہین اور شادی کرکے مصیبت مین مبتلا ہونا اور خانہ داری کے جھگڑے اور شوہر کی اطاعت مین پھنسنا پسند نہین کرتین وہ علے العموم اسمین مبتلا پائی گئی ہین پس جب اونھون نے اسطرح اپنی خواہش رفع کرلی تو اونکو مرد کی احتیاج باقی نرہی اور بہت بڑا رخنہ توالد و تناسل مین واقع ہوا جس سے ایک غرض خاص قدرت کی فوت ہوئی جاتی ہے - یا جن امراض کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہین جو درازی قضیب اور جلق سے پیدا ہوتے ہین ان سب پر لحاظ کرکے اگر عورتونکا بھی ختنہ کردیا جاوے تو وہ یقینًا ان امراض سے محفوظ رہین گی - اور نیز اس اہم ضرورت توالد و تناسل مین بھی نقصان نہ واقع ہوگا -
پھر سب سے بڑھکر درازی (بظر) مین صفائی مقام خاص کی بھی اچھی طرح نہین ہوسکتی کتب طبیہ مین یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ سوزاک مین عورتون کو بہ نسبت مرد کے کم تکلیف ہوتی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ بظر طول مین کم ہوتا ہے (اگر بظر) بڑا ہو تو ضرور ہے کہ تکلیف بھی زاید ہوجاوے - علاوہ اسکے بسبب ورم کے حبس بول بھی ہونا ممکن اور پھر بسبب درازی (بظر) ،،کیسیر،، (قناطیر) کے داخل کرنے مین بھی دقت واقع ہوگی - حبس بول سے جو نقصانات ہین محتاج بیان نہین - اور یہی وجہ ہے کہ حبی قومون مین مثل حبش و عرب

وغیرہ کے (لیطر) طویل ہوتا ہے ختنہ کی رسم جاری ہے اگرچہ اوسکے متعلق بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر ہمارے ناظرین شاید اتنے ہی بیان پر غور تونکے ختنہ کرنیکی ضرورت سمجھ لین۔

(سوال ۵) یہ بھی ارشاد ہو کہ یہ سنت اسلام کے صرف ایک فرقہ یعنے مذہب شیعہ ہے مین مانی گئی ہے۔ یا فرقہ اہل تسنن بھی اسکا قایل ہے۔

(جواب) ختنہ نسا حضرات اہل سنت کے نزدیک بھی مکرمت ہے اور احادیث عدیدہ اونکے طرق سے اس باب مین وارد ہین یہان صرف ایک حدیث پر اکتفا کیجاتی ہے وہ کنز العمال ہین "مذکور ہے " الختان سنة للرجال ومکرمة للنساء حم عن والد ابی الملیح یعنے اخرجہ احمد فی المسند عن والد ابی الملیح۔

رضاعت بچونکے دودھ پینے کی میعاد

انسان کی پرورش اور اوسکی حیات کے قایم رہنے کے لیئے جن جن چیزونکی ضرورت ہے اونکے جسم مین داخل کرنے کے لیئے حقتعالی نے جسم انسانیمین آلات مقرر فرمائے ہین ہر کام انجام دینے کے لیئے ایک عضو خاص ہے بعض فعل کے انجام دینے مین چند اعضا ملکر کام کرتے ہین۔ ہم یہان اور اعضا کے ذکر کو ترک کرکے صرف فعل ہضم کو ذکر کرتے ہین اور اوس کے بھی اوس جزو کو جو صرف دانتون سے متعلق ہے۔

انسان کے دہن مین جسقدر دانت ہین اونکو آپ غور کرکے دیکھین تو اونکی ساخت آپ مختلف پائیے گا۔ بعض چپٹی جنکے اوپر کے کنارے باریک ہین اونکی ساخت سے بخوبی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانت کسی شئے کے کترنے کے لیئے ہین اور ہر شخص کو تجربہ ہوگا کہ اس قسم کا کام انھین دانتونسے لیا جاتا ہے۔ یہ دانت سامنے ہی ہوتے ہین۔

اب دوسری قسم کے نوک دار۔ جوان دانتون کے پہلو مین واقع ہین یہ دانت کسی شئے کے چیرنے پھاڑنے کے لیئے ہین۔ یہ دانت علاوہ انسانکے اون جانورون مین بھی پائے جاتے ہین کہ جو گوشت کھاتے ہین مثلاً شیر۔ بھیڑیا۔ کتا وغیرہ۔ اس سے ثابت ہے کہ انسان کو بھی گوشت کھانے کی فطرتاً ضرورت ہے۔

اب تیسری قسم دانتونکی وہ ہے کہ جو ان دانتونسے مضبوط اور چپٹے ہوتے ہین یہ دانت پہلو مین واقع ہوتے ہین۔ ان دانتون کی ساخت اور اوس مقام کو دیکھکر کہ جہان یہ

نصیب ہین بخوبی سمجھ مین آسکتا ہے کہ یہ دانت چیزون کے توڑنے اور پیسنے کا کام دیتے ہین چونکہ پہلو مین واقع ہین اسلیئے سخت چیز پر انسان بخوبی ان دانتونسے زور لگا سکتا ہے۔ اور ادن جانورونمین جو صرف گہاس کہاتے ہین اسقدر دانت نہین ہوتے جیسا کہ گائے بکری۔ ہرن۔ وغیرہ مین دیکھا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ جس قسم کی ضرورت جسے ہی اوسکو ویسا ہی سامان قدرت کیطرف سے عطا ہوا ہے۔ اب ہم کہتے ہین کہ بچونکی پرورش مین ان امور کا لحاظ ضرور ہے اسلیئے کہ جبتک اونکے دانت نہین نکلتے تو ضرور وہ محتاج دودھ کے ہین۔ استنے عرصہ تک دانت نہ نکلنے سے صاف ظاہر ہے کہ منشاء قدرت کا یہ ہے کہ بچہ کو سیال غذا دیجاے۔ جسکے لیئے شیر مادر سے بہتر کوئی چیز نہین ہے۔ اس حالت مین چونکہ اونکے اعضا بیحد کمزور نظام عصبی انتہا درجہ کا نازک ہوتا ہے حتے اکہ ذراسی بات مین سخت تحریک ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بسبب فساد ہضم کے دورہ ہونے لگتا ہے۔ ایسی حالت مین ضرور لازم ہے کہ بچہ کے دودھ سے پرورش کی جاوے لیکن جسقدر کہ بچونمین اعضا کی ساخت مضبوط ہوتی جاوے اونکی غذا مین بھی تغیر ہونا چاہیے۔ چنانچہ جب اونکے دانت نکلنا شروع ہون تو ضرور علاوہ دودھ کے کسیقدر ثقیل غذا بھی دیجاوے۔ لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اول آگے کے دانت نکلتے ہین۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ غذا دینے کی ضرورت بچہ مین پیدا ہوگئی لیکن ابھی وہ غذا نہین دیجا سکتی کہ جسکو پہاڑنے توڑنے اور پیسنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم یہ کرین کہ غذای خارجی جسکی ضرورت بچون مین اب پیدا ہوگئی ہے۔ نہ دین تو لامحالہ یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ بچہ کمزور رہیگا اور ظاہر ہے کہ جب بچہ کمزور ہوتا ہے اور ابتدا مین اونکی پرورش اچھی نہین ہوتے تو اونکے اعضا کی ساخت پوری نہین ہوتی۔ اور وہ ہمیشہ کمزور رہتے ہین جنسے اولاد بھی کمزور اور مریض پیدا ہوتی ہے اور وہ خود بھی ہمیشہ ضعف ہضم۔ وضعف باہ۔ و دیگر عصبی امراض مین مبتلا رہتے ہین چنانچہ موافق تحقیقات جدید کے بچون کو سال بھر کے بعد دودھ پلانے کی ضرورت نہین اگر ضرورت ہو تو چودہ پندرہ مہینے بھی دیسکتے ہین اور شریعت نے سوا دو سال تک منتہا قرار دیا ہے زیادہ دودھ پلانے سے مرضعہ اور بچہ دونون کے لیئے مضر ہے اسلیئے کہ بچہ مین جسقدر قوت آتی جاوے اوسکی جسمی ساخت مین تبدیلیان

واقع ہون غذا مین بھی تبدیلی ضرور ہے علاوہ اسکے پھر دودھ بھی اچھا نہین رہتا کہ جسکے باعث سے مختلف امراض کے پیدا ہونیکا احتمال ہے۔

عورت کے پستان و رحم سے ایک خاص علاقہ ہے اگرچہ ہمیشہ نہین لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب تک عورت دودھ پلاتی ہے حیض نہین آتا۔ پس عرصہ تک کسی عضو کا اپنے کار متعلقہ سے معطل رہنا اوسکی قوت کھلی کا باعث ہے۔ چنانچہ اکثر فقرا اپنا ہاتھ کام لیکر خشک کردیتے ہین۔ پس اسیوجہ سے زیادہ عرصہ تک دودھ پلانے سے عورتین بکثرت امراض رحم مین مبتلا پائی جاتی ہین۔ اور ہمیشہ قابلہ کی پرستاری کرنا پڑتی ہے۔

یہ امر بھی بخوبی ظاہر ہے کہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے اوسکی طرف خون زیادہ رجوع کرتا ہے پس جب پستان سے زاید کام لیا جاتا ہے تو خون اوسکی طرف زیادہ رجوع کرتا ہے۔ اور وہان دودھ پیدا کرنے کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ جب زاید عرصہ تک دودھ پلایا گیا تو ضرور ہوا کہ خون سے اور اعضا کی پرورش مین کمی واقع ہو اسلیئے کہ اوسکا بہت کچھ حصہ دودھ بنانیمین صرف ہوجاتا ہے جس سے عام کمزوری اور ضعف نظام عصبی اور مرض اختناق الرحم۔ و دیگر امراض رحم وغیرہ کا احتمال ہے۔

علاوہ اسکے جسقدر عرصہ تک دودھ پلایا جاویگا اوتنے ہی عرصہ تک عورت کو حمل کی قابلیت نہ ہوگی۔ پس فعل رحم باطل ہوجانیکا بھی خوف ہے جس سے ممکن ہے کہ عورت آیندہ کے واسطے عقیمہ ہوجاوے۔ لہذا لازم ہوا کہ ایک میعاد رضاعت کی مقرر کیجاوے پس شریعت مین سوا دو برس تک میعاد لڑکے کیواسطے مقرر ہوی۔ اس سے زیادہ دودھ پلانیکی ممانعت ہے اور کم مین اختیار ہے جتنی مدت تک چاہے دودھ پلاوے۔

لیکن بنابر تحقیق جدید چودہ پندرہ ماہ کی میعاد بہت کم ہے۔ اس میعاد کے معین کرنے مین ضرور غلطی ہوی ہے۔ اس مدت کا بچہ۔ اور عام اطفال ہرگز اسکی قابلیت نہین رکھتے کہ وہ بالکل ٹوٹ پھوٹ کر غذا پر ڈالدیے جاوین۔ اور معدہ اونکا اوس غذا کا متحمل ہوکر ہضم مین فتور پیدا نہ کرے۔ کیونکہ بچہ جبکہ ایک عرصہ سے شیر مادر کا عادی ہورہا ہے تو دفعتاً غذا پر ڈالنا اور تبدیلی غذا کرنا اوسکے واسطے غیر مناسب ہے تا وقتیکہ رفتہ رفتہ غذا کا وہ عادی نہ کیا جاوے۔ اور دو برس سے کم مین بچہ کے دانت بھی پورے نہین ہوتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی دودھ پلانے کی مدت اور ضرورت باقی ہے کیونکہ

سوا دو برس سے کم مین اگر بچہ کی کچلی و ڈاڑھین نکلتی پس غذا کا پورا انتظام ایسے بچہ کے واسطے عام اقوام نہین کر سکتے۔ بسبب افلاس و ناداری کے۔ اور جبتک ڈاڑھ و کچلی نہ نکلے کوی ثقیل غذا ہضم نہین ہو پس خواہ نخواہ قدرتی غذا یعنے شیر مادر سے اوسکی اتنی عمر تک پرورش کرائی جا سکتی ہے۔ اور جب دانت کچلی و ڈاڑھ۔ نکل آوے پھر شیر کی۔ ہرگز ضرورت نہین۔ جبکہ ہم اون جانورون کو بھی دیکھتے ہین جنکی پرورش دودھ سے ہوتی ہے جبلی طور پر یہ حیوانات اپنے بچون کو اوسوقت تک دودھ پلاتے ہین جب تک اونکے دانت نکل آتے ہین تو قدرتی یہ انتظام ہے کہ وہ جانور بچونکو مارتے اور پاس نہین آنے دیتے ہین۔ بہرحال شریعت نے زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت لڑکے کیواسطے سوا دو سال۔ اور لڑکی کے واسطے دو سال مقرر کئے ہین کمی مین اختیار ہے اور زیادتی کی ممانعت ہے۔ بسبب حدوث امراض اور عبث ہونیکے۔

حسن میراث

مخالفین اسلام یہ بھی اعتراض کرتے ہین کہ۔ شارع اسلام نے میراث کا قاعدہ جاری کرکے بڑی بڑی ریاستون کو تباہ کرواکے غریب و محتاج بنا دیا۔ اگر کل خاندان کا ایک شخص سرقبض و متوتی ہوتا اور کل خاندانکی پرورش کرتا رہتا تو ریاست ٹکڑے ٹکڑے اور پرزے پرزے ہو کر تباہ نہوتی اور کوئی خاندان کبھی محتاج نہوتا۔

(جواب) بدین عقل و دانش بباید گریست۔ سبحان اللہ کیا خیر اندیشی ہے اور کیا عقل و شعور ہے جناب من ظاہر نظر مین تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے اگر ہمکو سرقبضی ملنے والی ہو تو چشم ما روشن دل ماشاد ہم آپکی تائید کرنے کو موجود ہین۔ لیکن دوسرے کو ملنا اور آپ کی ریاست و امارت بھی دوسرے کو اگر سپرد کیجاوے۔ تو پھر اوسوقت آپ خود کو اپنی رائے واپس کرنا ہوگی۔ اور بالفرض اگر آپ اپنی ریاست سے بات کے پیچھے ہاتھ دھو بیٹھین تو یہ فرض نادر ہے علاوہ آپکے کرورون نفوس ہرگز اسکو پسند نہین کرتے اب اپنی رائے کے معیوب و ناقص ہونے کو ملاحظہ فرمائے۔

(۱) ہر خاندان مین بعض طبایع کسی سے خوش ہوتے ہین اور بعض کسی سے آپ کسیکو سرقبض تجویز کرین دوسرا آپکی مخالفت کریگا۔ پہلے تو اس قانون مین بھی مخالفت

شروع ہوئی۔ اگر یہ مخالفت شروع ہو جاوے تو پھر آپ خیال کر سکتے ہین کہ یہ مخالفت کہان تک بڑھ سکتی ہے اور کسقدر جانی و مالی نقصانات متصور ہو سکتی ہین ۔ اور اگر کسیوجہ سے یہ جھگڑا سلجھ گیا۔ تو خواہ نخواہ چند طبایع ضرور قاعدہ کی پابندی سے مجبور ہوکر بظاہر راضی ہونگے لیکن فی نفسہ کد وکاوش اونکی بڑھ جاوے گی جسکیوجہ سے بسبب کمزوری یا تو خود ضرر اوٹھاوینگے ۔ یا دست ورس ہونے پر اورونکو مضرت پہونچاوینگے جسکی صدہا نظیرین موجود ہین۔

بھلا یہ جائداد تو مشترکہ ہے ہر شخص حق جتانے پر موجود ہے ۔ اون جائدادون کو دیکھے جنمین کوئی شریک وحصہ دار نہین ہوتا اوسپر بھی کتنون کے دانت لگے ہوتے ہین اپنے عزیز و اقارب اوسوقت اوجلے قزاق بنجاتے ہین باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو زہر دیتا ہے ۔ جب اس جائداد کی یہ حالت ہے تو جسمین اپنا حصہ ہے ہو اوس جائداد کے لیے کیسے کیسے مفسدہ برپا ہونگے ادھر اون شرکا کو کد وکاوش ہوگی کہ اس جائداد ہی کو نیست و نابود کر دین ۔ اودھر سر قبض دق و پریشان ہوکر اوس جائداد کے مٹا دینے پر آمادہ ہو گا نتیجہ مین تباہی وبربادی ہوگی اور پھر اوس جائداد کے مٹنے سے سب ہی ایکدم سے مٹ جاوین گے اور متروکہ مین یہ تو نفع ہوتا ہے کہ چند تباہ ہوتے ہین بعض ایسے بھی ہوتے ہین جو کچھ کھا پی لین۔

اسمقام پر آپ سلطنت ور اج گدیون زمیندارانہ قانون کو پیش کرینگے کہ ان گروہون مین جائداد تقسیم نہین ہوتی اور پھر کوئی خرابی نہین ہوتی ہے یہ بھی آپکے کہنے کی بات ہے سلطنتون اور ریاستون مین وہ نزاعین برپا ہوتی ہین کہ قابل بیان نہین ۔ صدہا سلطنتین اور ریاستین انھین باہمی نزاعون سے تباہ ہوگئین ۔ کتب تواریخ اوٹھا کر ملاحظہ کیجیے ۔ صدہا سلاطین و راجہ و تعلقہ دار کتنے ہی کی موت مارے گئے ۔ یہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب ہوا قتل عمد کا وقوع ہوکر یہ سب بداخلاق و گنہگار قرار پاوینگے۔

(۲) متولی و منیجر ہماری جائداد کا اگر خائن ہوا تو کل گھر بار ہمارا چپکے چپکے کاٹ کر اپنا گھر بھر لیگا اور ہم سب تباہ و برباد ہو جاوینگے ۔ اسکی نظیرین بھی بیشمار ہین صدہا گھر کارندون کی خیانت سے برباد ہوئے ہین ۔

(۳) ہماری جائداد کا منیجر اگر بدسلیقہ و بدشعور ہوا تو پھر اسطرح سے اوس کل جائداد کی تباہی لگی ۔ اور ایک کے ساتھ سب کی ناؤ ڈوبی ۔

(۴) خواہ نخواہ سب کو ایک شخص کا محکوم و دست نگر بنتا ہوگا۔ اور بیکار بیکار ظلم و انتظام مین پھنسنا پڑے گا جو بقول شخصے۔ نہ الّا الذی نہ اولا الذی ہے۔

(۵) ایسے روپیہ مین ترقی ناممکن ہے اور محدود ہے اوسی شخص کی ذات تک جو سر قبض اوس مال کا ہے اگر وہ شخص لائق وہوشیار ہے تو ترقی کی امید ہے ساتھی اوس کے اگر ہمدردی اوسکے مزاج مین ہے۔ تو پھر آپ بھی اوس ترقی سے لطف اوٹھا سکتے ہین۔ اور اگر ہمدردی اوسکے مزاج مین نہین ہے اور وہ طماع وحریص ہے۔ تو پھر آپ کو کیا۔ آپ کو اپنی ٹکیا روٹی سے مطلب ہے ترقی اور تنزل سے کیا بحث۔ بلکہ تنزل مین زبردستی آپ کو ساتھ دینا پڑے گا۔ روپیہ اور دولت آپ کے قبضہ مین نہین بندھا خوب مار کھاتا ہے آپ اوس دولتمند کا کیا بنا سکتے ہین۔

(۶) جبکہ ایک ہی شخص سبکی جائداد کا مالک وسر قبض ہوگا تو خواہ نخواہ پابند بنتا ہوگا۔ اور جس آزادی کے نیچرل صاحب ورآریہ صاحب خواہان ہین پھر وہ کہان نصیب ہوسکتی ہے اس بنا پر تو آپ کی ساری آزادی دیکھ لی اب کبھی بھولے سے آزادی کا نام نہ لیجیے گا۔

(۷) اسصورت مین مسافرت ومہاجرت وترک وطن۔ سیر وسیاحت کچھ بھی آپ کو نصیب نہین ہوسکتی۔ بھلا آپ ولایت مین ہون تو کیا ممکن ہے کہ ولایت چھوڑ کر ہندوستان مین مقیم ہوسکین۔ اور پھر آپ کو اپنی اوس جائداد سے انتفاع بھی ہوسکے۔ اگرچہ ریل وجہاز ٹیلیگرام کیوجہ سے اب آسان ہے۔ پھر بھی کمال دشوار ہے۔ نہ آپ نگران رہ سکتے ہین نہ حساب فہمی وجانچ اپنی جائداد کی کر سکتے ہین۔ اگر سر قبض سہلاکار یا خائن ہے تو وقت پر آپ کو روپیہ بھی نہین پہونچے گا۔ اگر وہ کل جائداد تھوڑی ہے تب تو بالکل محال ہے۔ کہ آپ دوسرے مقام پر بیٹھ کر اوس سے انتفاع اوٹھا سکین۔ ہان دولتمندون کے لیئے البتہ یہ امر ہے کہ وہ دور ودراز مقام پر بے فکر مقیم ہون اور وطن سے اون کے بے غل وغش روپیہ پہونچتا رہے چھوٹی حیثیت والون کے لیئے تو ناممکن ہے۔ خصوصًا ریل وجہاز۔ ٹیلیگرام کا نام بھی نہ تھا اوسوقت تو بالکل ہی ناممکن تھا پس قیدیون کی طرح سے آپکو زندگی بسر کرنا پڑتی اور جب اپنے ڈب مین روپیہ ہوا تو بیچ کھوچ کر نقد لینے کا اختیار ہوگا جہان دل چاہا جا سکتے ہین۔ بقول شخصے اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ کسیکو کسے سے مطلب ہی نہ رہا۔

(۸) ایک مقام پر سبکی جائداد ہونے سے اتفاقی امور کا اگر سامنا ہوا۔ مثل چوری۔ آتش زدگی۔ سیلاب۔ وغیرہ کے تو کل جائداد تباہ ہونے کا اندیشہ ہے اور متفرق ہونے مین کسی نہ کسی کا مال اگر بچ رہا تو وہ شخص اپنے غریب بھائیون سے صلہ رحم بھی کر سکتا ہے اور ایک جا ہی مین تو سبھی کے تباہ ہونے کا سامنا ہے۔ یہ مختصر فوائد میراث کے لکھے گئے اور بھی علاوہ اسکے ممکن ہین جو بخوف طول ہمنے نہین لکھے۔ اب ناظرین خود انصاف کرین کہ قانون میراث بھی ہمارا اسقدر عدل و انصاف و حکمت سے بھرا ہوا ہے جسکا مثل و نظیر دوسرے مذاہب مین آپ کو ملنا دشوار ہے بودھاین نے وید کے ایک منتر کی سند پر صراحتًا بیان کیا ہے کہ عورات ناقابل انتظام ہین اونکو وراثت مین جائداد نہین ملنی چاہیے (ملاحظہ ہو بودھاین باب (۱) فصل (۵) و (۱۱) فقرہ (۱) و (۱۴) و باب (۲) فصل (۲) فقرہ (۴۴) وفصل (۳) فقرہ (۴۶) مشرکین عرب کے دستور کے موافق متوفی کی میراث مین صرف ایک امر عظیم کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اوسکی جائداد اوسی کے خاندان مین رہے۔ اسوجہ سے میراث صرف اقربائے ذکور مین محدود و محصور کر دی گئی تھی اور اونمین بھی اون لوگون کو دی جاتی تھی جو ہتھیار باندہ سکتے تھے۔ بیٹیان اور بی بیان اور مائین اور نابالغ ذکور و اناث ضمنًا یا صریحًا محجوب الارث کر دی گئی تھی۔ بیٹیان اسوجہ سے محجوب الارث تہین کہ اونکا پیدا ہونا عذاب الٰہی سمجھا جاتا تھا اور یہ وجہ بھی تھی کہ جب شادی ہوگئی تو پھر اپنے خاندان سے اونکو کیا واسطہ رہا۔ زنان بیوہ اسوجہ سے محجوب الارث کر دی گئین تھی کہ وہ لونڈی سمجھی جاتی تھین اور اپنے شوہر ونکی جائداد کا ایک جز قرار پاکر اونکے ورثہ کے حوالہ کر دی جاتی تھین اور نابالغ اسوجہ سے محجوب الارث تھی کہ وہ اس قابل نہ ہوتی تھی کہ اپنے قبیلہ کے حقوق و مواجب کا تحفظ بزور شمشیر کر سکین لہذا اونکی جائداد اونکے معلونکی سمجھی جاتی تھی۔

قبایل یہود مین جو اپنے علما کی شرع پر چلتے تھے میراث سب سے پہلے بیٹون اور اولاد ذکور کو ملتی تھی اونکے بعد بیٹیون اور اونکی اولاد کو اونکے بعد باپ کو چوتھے درجہ مین بھائیون اور اونکی اولاد کو سا مد چھٹے درجہ مین دادا اور چچا اور پھوپھی وغیرہ کو اور متوفی کی اولاد مین بیٹے بیٹیون پر فضیلت رکھتے تھے بلکہ بھائیون کی اولاد کے بعد بیٹیونکا درجہ تھا۔ جب کوئی شخص اپنے مرنے کے بعد ایسے پوتے اور پوتیان

چھوڑ جاتا تھا جنکا باپ پیشتر ہی مرچکا ہو تو اوسکی جائداد اوسی طرح سے تقسیم ہوتی تھی کہ ہر ایک گروہ کو اوس شخص کا حصہ دیدیا جاتا تھا جسکے ذریعہ سے وہ متوفی کی توریث کا مستحق ہوتا تھا۔ دیگر اقربا کی نسبت بھی یہی قاعدہ جاری تھا۔ مان اپنی اولاد کا ترکہ کچھ نہ پاتی تھی اور جب حرامزادون کی ولدیت کا اقرار کرلیا جاتا تھا تو اونکے حقوق حلال زادون کے حقوق کے برابر ہو جاتے تھے ولد الحرام کا ترکہ پہلے باپ کو ملتا تھا اور جب باپ نہ ہوتا تھا تو حاکم وقت کو یا قومی سرمایہ مین دیدیا جاتا تھا مان کو کبھی ایک حبہ بھی نہ ملتا تھا۔ برادران خواہران اخیافی کوئی حق وراثت نرکھتے تھے۔

شارع اسلام نے زمانہ جاہلیت کے رسوم و قوانین مین اصلاح فرمائی شرع مین حقوق وراثت اون اشخاص کو دی گئی ہین جو آئین قدیم کے بموجب بالکل محجوب الارث تھے۔ اس شرع جدید سے ایک بہت بڑا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ تہذیب و شائستگی مین عورتونکا پایہ بلند ہوگیا اور اونکے اخلاقی اور تمدنی حالت مین ترقی ہوئی اور بی بی اور مان اور بیٹیون اور بہنون کو حقوق وراثت حاصل ہوے۔ اور تقسیم ترکہ بنا بر نظام عدل کے کی گئی یوللذکر مثل حظ الانثیین یعنی مرد کا دوہرا حصہ عورت سے قرار پایا اوسمین بھی بہت سے حسن ہین۔

(۱) مرد اپنے باپ ہی کی میراث پاوے گا اور عورت جس جا بیاہ کر جاویگی اپنے شوہر کے حصہ کی بھی مالک ہوگی۔ یعنے شوہر اوسکا جو اپنے باپ کی میراث پاوے گا وہ اوسیکے پاس رہے گی۔ اور مرد اپنی زوجہ کی جو وہ اپنے گھر سے میراث پاویگی مالک نہین ہوگا۔ اب دونون مساوی مالدار ہوگئے۔

(۲) عورت کا نفقہ اوسکے خاوند کے ذمہ مین ہے اب اسکو جو میراث ملے گی یہ اسکے واسطے کافی ہوگی اوسمین سے اسکو خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی اور مرد چونکہ پرورش عیال و اطفال مین صرف کرے گا اسواسطے اوسکو زیادہ روپیہ کی ضرورت ہے لہذا اوسکو مان باپ کے یہانسے دوہرا حصہ ملنا چاہیے۔

(۳) عورت کو اپنے شوہر سے مہر بھی ملے گا اور باپ کے یہانکا ترکہ بھی مرد کو فقط متروکہ ملے گا اس بنا پر بھی اسکو دوہرا حصہ کی ضرورت ہے۔

(۴) جو جتنی خدمت کرے وہ اوسیقدر اجرت کا مستحق ہوتا ہے باپ کے حقوق بیٹے پر بہت ہین بہ نسبت بیٹی کے۔ بعد باپ کے بیٹا ہے اوسکی نماز روزہ حج واجبی جو اوس سے فوت ہوا ہے بجالا ویگا پس دوہرا حصّہ اوس کی مزدوری ہے لڑکی کیون اسس حصّہ کی مالک ہوگی۔

اسی طرح شریعت نے زوجہ ذات الولد کو زمین مسکونہ مین حصّہ نہین دلایا ہے اور اس مین مصلحت عقلی یہ ہے کہ اگر عورت اپنا دوسرا نکاح کرے گی اور اپنے دوسرے شوہر کو لے کر اوس مکان مین مقیم ہوگی تو پہلی اولاد رنجیدہ اور کبیدہ ہوگی شوہر ثانی کی اولاد سے اکثر نزاع وفساد برپا رہین گے۔ اس مرد کو بھی زیادہ شفقت ومہربانی کی کوئی وجہ نہ ہوگی عورت کو بھی اپنی نئی اولاد اور نئے شوہر کا زیادہ چاہ پیار ہوگا جو موجب ظلم وانظلام ہوگا ایک جا رہکر ہر وقت کی کوفت ہوگی۔ اوسوقت اگر اولاد مان کو نکالدی یا دق وپریشان کرے تو بے اطاعتی ہوگی مان کی۔ اور اگر خود نکل گئی تو گویا بیٹی اوس حصّہ پدری سے محروم ہوسے۔ لہذا بقول شخصی آنکہ اوٹ پہاڑ اوٹ جب وہ عورت اوس مکان ہی مین رہیگی تو پھر اوسکو اختیار ہے دوسرے مقام پر بیٹھ کر جو چاہے کرے اس بنا پر شریعت نے اس مفسدہ کی اصلاح کے واسطے زمین مسکونہ مین کوئی حصّہ ہی نہین قرار دیا۔

(طبقات وارثون کے) جو شریعت نے قرار دئے ہین اونمین بھی کمال عدالت وانصاف کا برتاؤ برتا ہے قریب کے رشتہ دارون کو بعید کے قرابت دارون پر مقدم رکھا ہے ہر صورت مین پہلے طبقہ کے لوگ جب نہون اوسوقت دوسرے طبقہ کیطرف رجوع کی ہے صلہ رحم وعزیز داری کا جیسا پاس ولحاظ اسلام مین ہے کسی دوسری ملت مین ہرگز نہین دیکھو احکام میراث کتب فریقین مین کہ کیسے انصافانہ معین ہوے ہین۔

(حبوہ) پھر شریعت نے تقسیم ترکہ کیوقت بڑے پسر کے ساتھ ایک خاص رعایت کی ہے جسکا نام حبوہ ہے بعض چیزین مال پدر مین سے علاوہ حصہ کے اسکو دیجاتی ہین مثل اوس تلوار کے جو باپ کے ہاتھ مین رہتی ہو۔ یا وہ قران ورحل جسمین باپ اسکا تلاوت کیا کرتا ہو۔ یا وہ انگشتری جو ہر وقت اُسکے باپ کے ہاتھ مین

رہتی ہو۔ اور مستعمل کرے۔ اوسوقت جبوہ مین دی جاوینگی جسوقت علاوہ اسکے اور بھی مال منال ہو اور اگر یہی اشیا متروکہ مین چھوڑے گئے اور کل بضاعت یہی ہے تو اس خیال سے کہ اولاد بالکل محروم رہ جاوے گی (جبوہ) نہ دیا جاوے گا۔ اور اگر اس جزئی رقم کے دیدینے سے کوئی نقصان دیگر اطفال کا نہین ہے تو یہ خاص رعایت ہے اولاد اکبر کے ساتھ۔ اس غرض سے کہ وہ اپنے باپ کے روزہ نماز وغیرہ کو بھی بجالاوے گا۔ پس جبوہ گویا اجرت اس خدمت کی ہے۔

میراث بالولاء

اسلام نے بعد رشتہ دارون نسبی وسببی کے۔ اپنے لونڈی غلامون اور اپنے اون محسنون سے رشتہ داری قایم کی ہے جنھون نے اُنکی ضمانت کی ہو۔ پھر اسلام کی بھی ہدایت ورہنمائی خلق کا خیال کرکے اونکے واجبی حقوق سے۔ بھی چشم پوشی نہین کی ہے اوسکو میراث بالولا کہتے ہین۔

(ولاء العتق) اگرچہ ہم متعلق غلامی کے جلد اوّل مین اس کتاب کے لکھ آئے ہین لیکن مختصر طور پر اس مقام پر پھر کچھ ذکر کرنا ربط کے واسطے کچھ غیر مناسب نہ ہوگا تاکہ اس حق ولا کا سبب پورا ذہن مین آسکے۔ غلامی کا دستور انسان کے وجود کا ہمعصر ہے یعنے ابتداے خلقت انسان سے یہ دستور چلا آتا ہے تواریخ سے اس دستور کے آثار اور علامات ہر زمانہ مین اور ہر قوم مین پائے جاتے ہین۔

یہود اور یونانی اور رومی اور قدیم اہل جرمن انھین قومون کے آئین وقوانین اس زمانہ کے خیالات اور اس زمانہ کے رسوم وعادات پر زیادہ موثر ہوے ہین ان سب قومون مین دونون قسم کی غلامی مسلم ورائج تھی یعنے ایک وہ غلام جنسے کھیت جتواتے تھے اور ایک وہ غلام جنسے گھر کا کام لیتے تھے۔ عبرانیون مین غیر بنی اسرائیل غلامون اور لونڈیون پر ہمیشہ بڑی بڑی صعوبتین گذرتی تھین۔ اونسے کھیت جتوائے جاتے تھے یا گھر کا کام لیا جاتا تھا اور بہت حقیر وذلیل سمجھے جاتے تھے اور اونکے بیرحم اور ناخداترس مالک ہمیشہ اون سے مشقت شاقہ لیتے تھے۔ اخیر زمانہ مین جو قانون رومیون مین جاری ہوا اوسنے سزاے موت اور سنگین سزاؤنکا

اختیار جو قوانین الواح دوزدگانہ نے مالکون کو بخشا تھا اوسنے لے لیا۔ مگر جو مجموعہ قوانین بادشاہ جسطنین قیصر کے عہد مین تالیف ہوا تھا اوسمین غلامی کو ایک قانون منجملہ قوانین قدرت قرار دیدیا اور غلامون کی قیمت اون پیشون کے موافق مقرر کی جو پیشے کرانا اونسے منظور ہوتا تھا۔ قبل شرع اسلام مشرکین عرب کا دستور تھا کہ اسیران جنگ کو غلام بنا ڈالتے تھے یا قتل کر ڈالتے تھے۔ احکام قرانی کے روسے اسیران جنگ کو قتل کرنا حرام ہوگیا اور یہ حکم ہوا کہ جب تک دیت یعنے خون بہا نہ دین اوسوقت تک۔ غلامی کی حالت مین رہین۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے بردہ فروش کو خارج از انسانیت فرمایا ہے اور بندہ گری اور بردہ فروشی دونون امرونکی مزمت کی ہے اور عتق رقبات یعنے بردہ آزاد کرنے کو بڑا ثواب فرمایا ہے۔ اور مالکون کو ممانعت فرمائی ہے کہ منصفانہ اور مناسب مقدار سے زیادہ کام غلامونسے نہ لیا کرین اور اسیران جنگ کو جب لونڈی غلام بناوین تو اون کو اسطرحسے کپڑا پہنائین اور کھانا کھلائین اور مکان مین رکھین کہ گویا وہ اونکے دوست اور مہمان ہین مان بیٹے سے اور بھائی بھائی سے اور شوہر زوجہ سے اور عزیز عزیز سے جدا نہ کیا جاوے غلامونکی جان کی حفاظت کیجاوے سابق شاہان روم غلامون کو خواجہ سرا بناتے تھے۔ شارع اسلام نے انسان کے اعضا کو قطع یا ال کرنا یا خواجہ سرا بنانے کی بھی قطعی ممانعت کردی ہے اور غلام کو مثل اپنے عزیز کے قرار دیا ہے۔ چنانچہ ولاء عتق کو مثل رشتہ نسبی کے قرار دیا ہے۔ مالک اگر بقید خوشنودی الٰہی غلام کو آزاد کردے اور کوئی وارث نسبی نہ ہو غلام آزاد کردہ کا تو میراث اوسکے آقا کو ملے گی اور آقا نہ ہو تو اوسکے ورثہ کو ملے گی سوائے اقربائے مادری معتق کے اور اس حق ولاء کا بیع وہبہ دوسرے کو صحیح نہین ہے اسواسطے کہ ولاء ایک رشتہ ہے مانند رشتہ نسبت کے پس جسطرحسے نسب کی خرید وفروخت وہبہ نہین ہوتی ہے اوسیطرحسے ولاء کی بھی نہین ہے۔

اور ولاء مین یہ بھی شرط ہے کہ مالک آزاد کرتے وقت غلام کی ضمانتونکا ذمہ دار رہے اگر یہ ذمہ داری اوٹھالیگا تو پھر وارث نرہے گا مگر غلام آزاد کردہ اپنے آقا کا وارث نہین ہوتا ہے بلکہ ایسی صورت مین کہ مالک لاوارث ہو کل جائداد

امام کا حق ہے۔ چونکہ مالک نے غلام کو قربتہ الی اللہ بدون کسی غرض ولالچ کے آزاد
کیا ہے لہذا اسی حق واحسان کا عوض شریعت نے حق ولا قرار دیا ہے اور غلام نے
چونکہ کوئی احسان وخدمت مالک کی نہین کی ہے نہ اسکا کوئی حق آقا پر ہے لہذا اُسکو
میراث مالک کی بلاوجہ نہین دلائی گئی ہے ہان اگر غلام غیر آزاد کردہ ہو اور میت
لاوارث ہو تو اوسکے مال سے یہ غلام آزاد کر دیا جاوے گا۔

(ولاء ضمان جریرہ) زمانہ سابق مین مسلمانونکے اطوار و تمدنی حالت مین یہ دستور تھا
کہ جب کوئی مسافر کسی غیر شہر مین وارد ہوتا تھا تو اوسکو اپنے چال چلن کی ضمانت دینی
پڑتی تھی قرون اوسطے مین یورپ کے شہرونمین یہ دستور جاری تھا اور اسمین کچھ شک
نہین ہے کہ ایسا ہی کوئی دستور ممالک ایشیا مین بھی جاری تھا جس سے مسئلہ ولاء ضمان
جریرہ پیدا ہوا ہے یعنے حق وراثت جو ضمانت پر مبنی ہو یہ دستور خلفاء بنی عباسیہ کے
عہد مین بھی جاری رہا ہے جو مسافر ملک خراسان سے شہر بغداد مین وارد ہوتے تھے
اونسے خلفاء مذکورین نیک چال چلن کی ضمانت ضرور لے لیتے تھے اور جو لوگ اونکی
ضمانت کرتے تھے وہ حاکم وقت سے اوس جرم کے ذمہ دار اور جواب دہ رہتے تھے
جو اونسے صادر ہوتا تھا اور معاوضہ مین اوس نقصان وضمانت کے مسافرون کے
وارث قرار پاتے تھے اگر وہ لاوارث مرجاتے تھے یعنے وارث نسبی اون کا اگر
نہ ہو اور ولاے عتق بھی اوسکے نہ ہو لیکن شوہر یا زوجہ کا ہونا اس حق ضمان کو
باطل نہین کرتا ہے بلکہ شوہر وزوجہ کے ساتھ ضامن جریرہ حصہ اعلی پاتا ہے
مثلاً اگر شوہر میت کا ہے تو نصف شوہر کو دیا جاوے گا اور نصف ضامن جریرہ کو
اور میت کی وارث زوجہ ہے تو ربع زوجہ کو ملے گا باقی ضامن جریرہ کو مگر یہ شرط
ہے کہ ایک دوسرے سے کہدے کہ تیرا خون میرا خون ہے اور تیرا قاتل میرا قاتل ہے
اور تجھ سے محاربہ مجھ سے محاربہ ہے اور دوست تیرا میرا دوست ہے اور تو میرا وارث
ہے مین تیرا وارث ہون اور دوسرا اسکو قبول کر لے پس اگر کوئی دیت ایک کے
ذمہ ہو دوسرے سے اوس کا مواخذہ ہوسکتا ہے یہ باہمی اخوت ویکجہتی
کے اسلام مین اعلے نظیر ہے۔

(ولاء الامام) اگر ضامن جریرہ اور ولاء عتق نہ ہو اور میت لاوارث ہو تو پھر

امام زمان مستحق وراثت ہے جناب امیر علیہ السّلام ایسے مال کو فقرا و مساکین و اہل ہمسایہ پر اوس میت کے تقسیم فرما دیتے ستے اور اگر امام غایب ہو مثل زمانہ موجودہ تو یہ مال لاوارث مجتہد جامع الشرائط کی خدمت مین پہونچانا چاہیے جو کہ مجتہد غربا و مساکین تقسیم کریگا

موانع ارث

موانع شریعت مین تین ہین۔ (۱) کفر ہے۔ کفر و ارتداد رشتہ و قرابت کو قطع کر دیتا ہے جیساکہ شوہر اگر مرتد ہو جاوے تو عورت اوس پر حرام ہو جاتی ہے اسی طرح سے عورت اگر مرتد ہو جاوے تو شوہر اوسکا فرائض زوجیت سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اسیطرح سے ہر رشتہ دار مذہب بدلنے سے غیر سمجھا جاتا ہے بیشک یہ دستور بہت مفید اور اکثر جہات سے کارآمد ہے۔ شریعت نے جب یہ بتا دیا ہے کہ مذہب بدلنے سے رشتہ قطع ہو جاتا ہے تو صلہ رحم خاندانی برتاو سب قطع ہو جاوینگے جسکا ایک فائدہ یہ ہے کہ شاید وہ شخص اس تادیب سے متاثر و منفعل ہو اور پھر اپنے گناہ سے توبہ کرے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر تغیر مذہب سبب انقطاع نہ ہوگا تو ہر خاندان مین خلط ملط ہو کر ایک مذہب والے اپنے اصلی مراسم مذہبی پر باقی نہ رہینگے بلکہ ایک مذہب بہت سے مراسم مذہبی سے مرکب ہو جاویگا جو سبب لامذہبی کا ہوگا پس جب رشتہ قرابت قطع ہوگئی تو مال مین بھی کوئی حق نہ رہا۔

(۲) مانع ارث قتل عمد قرار دیا گیا ہے اگر کوئی شخص سہواً و اتفاقاً کسیکو قتل کر ڈالے تو مانع ارث نہین ہے واقعی اگر غور سے دیکھا جاوے تو دنیا مین کفر اور قتل نفس سے بڑھکر کوئی گناہ نہین ہے اسکا جرم اور سزا یہی ہے کہ متروکے سے محروم ہو خصوصاً قتل مین یہ خیال ہوتا ہے کہ باعث قتل ممکن ہے طمع مال وحصول ترکہ مقصود ہو اور اکثر قتل اعزا اور مان باپ بھائی بہن کا اسیوجہ سے وقوع مین آتا ہے لہذا شریعت نے اسکو سبب حرمان قرار دیا ہو متروکہ سے تاکہ تنبیہ ہو اور انسان سمجھے کہ اگر ہمنے کسیکو بہ طمع مال ومیراث قتل بھی کیا تب بھی ہم میراث نہ پاوینگے پس خواہ مخواہ یہ خیال کرکے مرتکب جرم نہ ہوگا۔

(۳) رقیت مانع ارث ہے غلام اپنے لاوارث مالک کی میراث کا مستحق نہین ہے۔

(۴) بطور حرام اور ناجائز طریق کی ولادت اس سے بھی رشتہ داری نہین قایم ہوتی بطریق شرعی جو اولاد بہم پہونچے وہی اولاد ہے اسلام مین اولاد حلال والدین کی شرعی ہمبستری کے تابع ہے -

اولاد حلال کیحالت

جس زوجہ کا نکاح بپابندی رسوم واحکام شروع ہوا ہو اوسکی نسبت ایسا خیال کرنا چاہیئے کہ اگر والدین بھی ولدیت سے انکار کرین اور دوسرے شخص کیطرف منسوب کردین تو بھی جو اولاد انکے زمانہ نکاح مین پیدا ہوئی ہے وہ اولاد حلال ہے سمجھی جاویگی مگر یہ کہ انکا ولدیت بذریعہ لعان کیا جاوے (ملاحظہ ہو سائیر صاحب کی کتاب) قانون انگلستان نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرلیا ہے (ملاحظہ ہو استوری صاحب کی کتاب علم فقہ صفحہ ۹۷۸) لیکن اولاد کے لئے یہ ضرور شرط ہے کہ مرد کی رسائی زوجہ تک ہوئی ہو اور اگر شوہر کی رسائی زوجہ تک ممکن نہ ہو تب البتہ وہ اولاد شوہر کی نہ سمجھی جاویگی - یا اقل مدت حمل یا اکثر مدت حمل کے بعد پیدا ہو تو وہ بھی حقی اولاد صحیح شوہر کی نہین ہے -

مدت حمل

اقل مدت حمل چھ مہینہ ہے جیسا کہ قرآن مجید مین ہے ؎ وحمله وفصاله ثلثون شهرا (سورہ حقاف ایت ۱۴) اور اوسکی مان کے پیٹ مین رہنے اور اوس سے جدا ہونے کا زمانہ تین مہینہ ہے - دو سال زمانہ شیر خواری اور چھ ماہ زمانہ حمل - اور اکثر مدت حمل دس ماہ ہے - بیلی صاحب اس مدت کی تائید مین فرماتے ہین کہ علمائے متقدمین اہلسنت نے اپنے طولانی میعادین حمل (یعنے سات سال تک کی) اون غیر معمولی حالات پر نظر کرکے قرار دی ہے جنکے مشاہرہ سے بعض اوقات یورپ کے بڑے بڑے حاذق ڈاکٹر عاجز و پریشان ہوگئے ہین - صوبہ الجیرس کے حضرات شافعیہ و مالکیہ کے قاضیون نے بھی مدت حمل دس ہی ماہ اختیار کئے ہین اور ڈی اوہسن صاحب نے بھی یہی مدت تجویز کی ہے - سائیر صاحب کی تاریخ دولت عثمانیہ جلد ۳ صفحہ ۲ - مین لکھا ہے کہ قدیم قوانین کے بموجب اکثر مدت حمل دس مہینہ ہے

اور مجموعہ قوانین نپولین کے موافق اقل مدت حمل (۱۸۰) روز اور اکثر مدت حمل (۳۰۰) دن ہین بس جو لڑکا مذکورہ مدت کے اندر اوس حال مین پیدا ہوا ہو جبکہ شوہر و زوجہ یکجا رہتے ہون تو اوسکی ولدیت تسلیم کرلیجاوے گی بشرطیکہ شوہر و زوجہ کی ہم بستری کسی بیماری یا نقصان جسمانی یا نارسائی کیوجہ سے ناممکن ہو گئی ہو . شوہر لعان کرتا ہو۔

یہود کی شرع مین حق انکار ولدیت شوہر کو مطلقا حاصل ہے۔

شریعت اسلام مین جو اولاد قبل مناکحت پیدا ہو وہ مناکحت کے بعد حلال زادی نہین ہوسکتی۔ اسیکو قانون انگلستان و قانون ممالک متحدہ امریکہ اور سب ملکون کے قانونون نے تسلیم کرلیا ہے۔ بخلاف قانون اسکاٹلینڈ کے اور اون کے جنھون نے رومیون کے قانون کو اختیار کیا ہے مثل فرانسیس کے انکے نزدیک قبل نکاح کے اولاد نکاح کرلینے سے حلالی ہوجاتی ہے۔

شریعت اسلام نے اوس اولاد کو بھی حلالی نہین قرار دیا ہے جسکا حمل قبل نکاح ہوا ہو گو وہ بعد نکاح پیدا ہو لیکن قانون انگلستان نے ایسی اولاد کو حلالی مان لیا ہے ہماری شریعت بیشک ان سب قانون سے اعلیٰ قانون ہے اسلیئے کہ وہ جماع جسکا ثمرہ وہ لڑکا ہے جب حالت نکاح صالح مین ہوا ہو تب وہ ولد الحلال ہو۔ اسوا اسکے بدون نکاح صالح جماع اور ہم بستری بیشک زنا ہے جسکو ہر قانون تسلیم کریگا ایسے حال مین جو اولاد ہو جو نتیجہ اوس نطفہ اور جماع کا ہے بیشک وہ حرام ہی قرار پاوے گا پھر نکاح کرلینا کیا اثر ڈال سکتا ہے لڑکے کے حلالی ہونے پر پس ولد الحلال ہونیکا گمان زوجیت کے وقت ہوتا ہے پیشتر نہین ہوسکتا (نکاح مشکوک) سے جو اولاد بہم پہونچے وہ بھی شرع مین حلالی ہے۔ مثلاً کوئی شخص نیک نیتی سے نکاح کرے اور وہ نکاح ناجائز ثابت ہو یا کوئی شخص کسی عورت کو اپنی زوجہ سمجھ کر سہواً مگر نیک نیتی سے مباشرت کرے تو جو اولاد ایسے نکاح یا ایسی مباشرت سے پیدا ہوگی وہ بھی حلالی ہوگی گو نکاح فی نفسہ باطل و ناجائز ہو کیونکہ اصل نیت ہے (ملاحظہ ہو قانون نپولین صفحہ)

بنتی اور ولدیت اور اقرار ولدیت

شریعت اسلام مین اوس معنی سے معتبر نہین ہے جو معنی ہنود سمجھتے ہین یا جس معنے سے رومیون مین اسکا رواج تھا جیسا فی زماننا ہنود مین ہے ویسا ہی زمانہ سابق مین رومیون مین تبنی مذہبی خیالات سے تعلق تام رکھتے تھے مردون کی نجات اخروی اور گھر کے دیوتاؤن کا بقا اوسپر موقوف سمجھا جاتا تھا مشرکین عرب مین بھی یہ دستور جاری تھا اور ایسی ہی اصل رکھتا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ کاسن ڈی پرسول) مشرکین عرب مین اوسکو جو لاولد مرجاتا تھا الابتر۔ یعنے دم بریدہ کے مکروہ لقب سے یاد کرتے تھے اس سے بخوبی ثابت ہے تبنی کا رسم انکی نظر و نمین کیسی وقعت و عظمت رکھتا تھا۔ جناب رسول خدا نے زید بن حارث کو اپنا متبنی بنا کر عرب کے بت پرستون کو پسر مجازی و پدر مجازی مین قرابت نسبی سے فرق بتایا اور اون مشرکین عرب کے قبائل سے وہ رسوم قبیحہ ترک کرادی جنکے وہ عادی تھے اور اونکو بلند و عمدہ خیالات قرابت خاندانی کی نسبت سیکھائے اور فرمایا "نہین پیدا کئے خدا نے دو دل کسی شخص کے سینہ مین اور نہین کیا خدا نے تمہاری اون بی بیونکو جنکو تمنے ظہار دیا ہے تمہاری مائین اور نہین کیا اللہ نے اون لڑکون کو جنکو تم اپنا بیٹا کہتے ہو تمہارے بیٹے یہ بات تم اپنے منہ سے کہتے ہو اور اللہ سچی بات کہتا ہے اور وہ سچی بات بتلاتا ہے۔ (قرآن مجید سورہ احزاب آیت ۱۴) اس بنا پر عملی طور پر زینب زوجہ مطلقہ زید کے ساتھ عقد فرمایا تاکہ پسر مجازی و پسر حقیقی مین فرق معلوم ہو شرع مین صرف ایک قسم کی تبنی معتبر ہے۔ جو اقرار سے پیدا ہو باپ کو ولدیت قایم کرنے کا حق ہے مان اور دیگر اقربا اس سے بالکل خارج ہین۔

ایسا اقرار صریحی ہوتا ہے یا ضمنی۔ یعنے اقرار ولدیت واضح الفاظ مین ہو سکتا ہے یا باپ کے کردار اور دائمی سلوک سے جو وہ اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اوسکو اپنی اولاد جانتا ہے۔ مگر اقرار ولدیت شرعاً جائز اور موثر اوسوقت ہوتا ہے جبکہ تین شرطین پائی جاوین۔

(۱) مقر او مقر لہ کی عمرین ایسی ہون کہ ایک باپ دوسرا اوسکی اولاد عقلاً ہو سکے۔

(۲) جس شخص کی ولدیت کا اقرار کیا ہے مجہول النسب ہو یعنے اوسکے باپ کا حال معلوم نہو۔ اگر اوسکی ولدیت یا نسب معلوم ہو تو مقر کی طرف اوسکو نسبت نہ دی جاوے گی۔

(۳) مقرلہ خود یقین رکھتا ہو کہ مین مقر کی اولاد مین ہون یا لااقل اس امر کو قبول کرے (ملاحظہ ہو مور صاحب کی انڈین اپیلس جلد ۳ صفحہ ۳۵۴ ـ سدرلینڈ صاحب کا ویکلی رپورٹر جلد ۵ صفحہ ۱۳۲) البتہ صغیر السن لڑکے کی رضامندی کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔ اس اقرار ابوت سے تمام نتائج شرعی ابوت حقیقی کے پیدا ہوتے ہین اور اوس لڑکے کو مقر کی میراث پانیکا حق حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی زن منکوحہ اقرار ولدیت کرے تو وہ شرعاً معتبر نہین کیونکہ اوسکا اقرار دوسرے شخص پر یعنے شوہر پر موثر ہوتا ہے الا اینکہ اوسکے اقرار کی تصدیق خود شوہر سے ہوجاوے۔ اس قاعدہ کا خاص مقصد یہ ہے کہ جھوٹی اولاد بناکر کسی کے سر نہ تھوپ دیجاوے۔ شوہر دار عورت اپنے اور دوسرے شخص کے درمیان بھی وہ قرابت پیدا کرسکتی ہے جو ماں اور اوسکی اولاد مین ہوتی ہے بشرطیکہ تمام شرایط ضروریہ کی تکمیل ہوجاوے اور اوسکا شوہر اوسکے اقرار کی تصدیق کردے اگر باپ مرجاوے تو پھر نسب کا ثبوت دو عادلون کی گواہی سے ثابت ہوگا نہ فاسقونکی شہادت سے اسلیئے کہ بے ایمان ورثہ باہم سازش کرکے کوئی جعل یا فریب نہ کرسکین۔

اقرار قرابت اوسوقت معتبر ہوسکتا ہے جبکہ وہ شخص جو اقرار کرتا ہے معاہدہ اور اقرار کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ یعنے بالغ و رشید اور صحیح العقل و آزاد ہو۔

ذبح و قربانی

ذبح و قربانی کا حکم حکماء و عقلاء و حکمت اخلاق کے نقادون کی تعلیم سے بھی ثابت ہے اور ملت ابراہیمی مین بھی موجود۔ بلکہ اصل بنا قربانی کی وہین سے ہے اور اوس نوع کی پہلی صنف (یعنے یہود) مین بھی موجود ہے حالانکہ اونکی شریعت کا مدار بھی عدل کے نظام پر تھا ہماری شرع کی طرح۔

دوسری صنف۔ مین یعنے عیسائیون مین بھی موجود ہے باوصفیکہ اکثر حکمونکا جو انجیل متداول مین ہین یہ مقتضا ہے کہ اونکا دستور العمل حب کا نظام ہے۔

تیسری صنف (یعنے اسلام) مین بھی حج وغیرہ مین کثرت قربانی ظاہر ہے پس یہ قطعی تعلیم ہوئی۔ اور کل ناموس کے اساسون (یعنے پیمبرون) اور ناطقون (یعنے اماموں)

کا اور اخلاق کے حکیمونکا یہی دستور العمل ہوا لیکن - خلاف کیا ہے اسکے بعض ہنود کے
ناموس نے - بعضے فرقہ اونمین سے کسیکو مارنا جائز نہین جانتے یہانتک کہ ننگے پانون چلتے
ہین کہ کوئی جانور جوتے کے تلے دب کے نہ مرجاوے اسلئے کہ تلوے سے تلا زیادہ سخت
ہوتا ہے - اور منہ پر کپڑا رکھتے ہین کہ زور کی سانس سے کوئی بھنگا یا مچھر یا پسو نہ مرجاوے
دلیل اونکی یہ ہے کہ تمہاری ملت مین خدا اون سب کا خدا ہے اور یہ سب اوسکے بندے
ہین اور وہ عادل پھر یہ کیسا اندھیر کہ ایک بندہ تو بال بچون سمید گوشت کے مچون پر
ہاتھ صفا کرے اور کچھ بندہ اپنے بال بچون مان باپ سے چھوٹین اور بے بس بیکس
اونپر چھری تیز ہو اور وہ دنیا کی سب لذتون سے محروم کردی جاوین - اور اگر آخرت مین
اونھین ثواب ملا تو اتنی زحمتون کے بعد اور کھانیوالون کو تو یونہین ملا - اوس سے زیادہ
پس معلوم ہوا کہ یہ خواہش کا حکم ہے نہ عقل کا حالانکہ مسلمان کہتے ہین کہ اونکی راہ سیدھی
راہ ہے اور اوسمین خواہش اور غصہ کا لگاؤ نہین نری کھری عقل پر اوسکا مدار ہے اور
اسلام کی بنا عدل پر ہے نہ ظلم پر - پس ہاے افسوس خدا نے انصاف نہ چکایا - اور
اسی وجہ سے ہماری شریعت مین ذبح حرام ہے بلکہ گوشت کھانا کہ وہ درپردہ ذبح کرانا ہے
جو علے العموم گوشت بکتا ہے اوسمین سے مول لینا بھی فی الجملہ اوسکے خونمین شریک ہونا ہے
(جواب) اسکا یہ ہے کہ یہ وہم کی باتین ہین اور اخلاق کی گرد سے نا واقفی تم نے
انصاف کا اور ظلم کا نام ہی سُنا ہے یا کبھی اوسکی جانچ بھی کی ہے - یہ ظلم عرفی ظلم ہے
اور عوام ظاہر بین اسے ظلم جانتے ہین ہماری ملت کا مدار حسن وقبح عقلی پر ہے - پس
وہی انصاف انصاف ہے جو عقلی اصول پر ہو اور وہی ظلم ظلم ہے جسمین مفسدہ ہو نہ عرفی
اسلئے کہ عرف کی بنیاد اگر عقل پر ہے تو وہ عقل مین داخل ہوگی اور اگر عقل کے حریفونکی
بنا پر ہے خواہش - وغصہ - اور وہم - وغیرہ کے تو اوسپر کون عاقل لحاظ کرے گا -
بہرطور یہ عقلی قدردانی عقل و عاقل کی ہے کہ معدن فیض و مربی حیوان ہے جیسا کہ حیوان
کی غذا اوس سے ادنا قسم نباتات کی ہوگی - تم اتنا افسوس دانہ گھاس پر کیون نہین
کرتے کہ حیوان اونھین فنا کر دیتا اور غذا بنا لیتا ہے - اور عقلی قدردانی اگر کسی احمق کو
ظلم معلوم ہو اور حفظ مراتب ناگوار ہو تو اسکا کیا علاج ہے اور اسے مقام سے کم معلوم
ہوتی ہے جہاد واجب ہونیکی بشرط ظہور حجت خدا اون بداخلاقون اور بے ایمانون پر

کہ جو عقل کی راہ سے بہائم اور درندون کے مثل یا اونسے بدتر ہون پس ذبح و قربانی
کرنا اون حیوانات کا جنکا دنیا مین کوئی مصرف بجز اسکے نہ ہو اور اگر ہو بھی تو بعد ذبح کے
خلاف عقل و انصاف ہرگز نہ ہوگا۔ ویدونمین بھی گوشت کھانے اور شکار کرنے کا حکم ہے
(۱) دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۳۵۹ سطر ۱۲ مین
لکھتے ہین "کہ جو جانور یا آدمی ایذا رسان ہو اوسکو سزا دیوین اور جان سے بھی مار ڈالین"
گوشت اوسکا خواہ پھینکدین۔ خواہ کتے وغیرہ گوشت خورون کو کھلادین۔ یا جلادیوین خواہ
کوئی گوشت خور کھاوے تو بھی دنیے کا کچھ نقصان نہین ہوتا (دیکھو ستیارتھ صفحہ ۳۵۹ سطر
۱۵۔ (۲) کھانے کے لائق جانورون کو کھانے سے کھانے والے کو دوش نہین ہوتا کیونکہ
کھانے کے لائق جانور کو اور کھانیوالے جاندار کو برہما جی نے ہی پیدا کیا ہے (منو ۵/۳۰)
(۳) مول لیے ہوے یا دوسرے کے لاے ہوے مانس (گوشت) کو دیوتا اور پترونکو بھوگ
لگاکر کھانے سے پاپ نہین ہوتا (منو ۵/۳۲)
(۴) شاستر کے بدھ سے جو مانس شدہ (گوشت پاک) ہے اوسکو جو آدمی نہین کھاتا
وہ پرلوک (دوسرے دنیا) مین ۲۱ جنم تک پشو (جانور) ہوتا ہے (منو ۵/۳۵)
(۵) مانس (گوشت) اور شراب ان دونون کے کھانے مین کچھ دوش (گناہ) نہین
اور جماع مین دوش (گناہ) نہین ہے کیونکہ یہ تو جیوون کا سبھاؤ ہے لیکن انکا ترک کرنا
بڑا اچھا پھل ہے (منو ۵/۵۶)
(۶) منوسمرتی ادھیاے ۳ منتر ۲۶۸ لغایت ۲۷۲ مین اون جانورون کے نام تک
بتائے گئے ہین جنکی قربانی سے پتر راضی ہوتے ہین۔ جنمین سور تک داخل ہے۔
(۷) رگوید مین ایک بڑا لمبا چوڑا قصہ ہے جسمین لکھا ہے کہ وشیشٹھا اور وسوامیترا دو بزرگون
مین قربانی اور یگ کرنے پر بڑا فساد ہوا۔ (انسائکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ صفحہ ۸۰۶ و ۸۰۷)
(۸) بھینسون کی قربانی اور انسانی قربانی کا بھی پتہ موجود ہے (ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈ
یا برٹانیکا جلد ۱۲) ۔
اہل ہنود مین سکھ۔ کایستھ۔ دام مارگی۔ چولی مارگی۔ بیج مارگی ویدون کے ماننے والے
اور خود آریونمین مانس پارٹی موجود ہے جھٹکا کرنے والے اور بھینس کے بچہ کو سیتلا اسنان پر
چڑھا کر گردن مارنے والی قومین بھی بہت ہین ۔ علاوہ اون صریح شہادتون کے جو کتب مذہبی

اہل ہنود مین ہین وے منوسمرتی ۱۱ مین لکھا ہے کہ وے برہماجی نے سب سے پہلے جس جاندار کو جس کام کے لیے پیدا کر دیا آیندہ اوسکی نسل اوسی کام کے ساتھ مخصوص ہو گئی مثلاً شیر کا بچہ ہمیشہ شیر کی خاصیت مین اور بکری کا بچہ ہمیشہ بکری کی خاصیت مین پیدا ہوتا ہے ۱۱ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا نے جسکو جیسا بنایا اوسکو اوسکی ضرورت کے موافق ویسے ہی اعضا عطا کئے مثلاً حیوانون کو عقل نہین دی تو اونکی حفاظت کے واسطے قدرتی طور پر سامان یہ مہیا کیا کہ کسی حیوان کو اپنے دشمن سے بچاؤ کے واسطے سینگ دیے کسی کو اوڑنے کیلیے پر دیے ۔ اسی طرح سے اوس قادر مطلق نے حیوانات کو ادراک بہت دیا مگر آدمیون کو عقل دینے کے وجہ سے ادراک بہت کم دیا ۔

پس ہر حیوان کو اوسکی ضرورت کے موافق اعضا اور خواص عطا کئے ہین ۔ جیسا کہ گائے اور بیل کو گھاس خوار پیدا کیا تو اوسکا معدہ کثیر غذا مجتمع رہنے کے لیے نسبتاً بہت بڑا بناکر چار حصون مین تقسیم کر دیا اور محض گوشت خوار مخلوق کو کدو کی تونبی کے مشابہ معدہ بناکر صرف دو حصون پر تقسیم کیا پس اگر شیر کو کوئی جبراً آٹا دال روٹی گھاس کھلا دے ۔ چونکہ وہ اوسکے ہضم کے آلات نہین رکھتا ہے تو ایک دو دن مین پوچہ سڑ جانے اوس غذا کے بیمار ہو کر مر جاوے گا بخلاف اسکے اگر گائے بیل کو کسی شے مین گوشت ملا کر کھلایا جاوے تو وہ ہضم کر لین گے جس سے ثابت ہوا کہ شیر تو سوائے گوشت کے کچھ نہین کھا سکتا مگر گائے بیل جو کہ دراصل نبات خوار ہین گوشت کو بھی ہضم کر لیتے ہین ۔

اسوقت تک یہ معلوم ہوا کہ قدرت نے دو قسم کی مخلوق بنائی ہے ایک صرف گھانس کھانے والی دوسری فقط گوشت کھانے والی تیسرے کی ضرورت اور ہے جو دونون کو کھا سکے شیر کے معدہ مین ذخیرہ جمع رہنے کو اوسکا معدہ تونبی سے مشابہ بنایا اور بیل کے پیٹ مین گھانس کا ذخیرہ جمع رہنے کو اوسکا معدہ گول بنایا اور دال و گوشت کے ہضم کرنے والی مخلوق کا معدہ لانبے کدو سے مشابہ بنایا اب انسانی معدہ کو دیکھنا چاہیے کہ کس مخلوق سے مشابہت رکھتا ہے علم تشریح نے صاف بتا دیا کہ آدمی کا معدہ گوشت خوار جانورون سے مشابہ ہے بلکہ قریب قریب یکسان ہے اور طریقہ ہضم بھی یکسان ہے چونکہ آدمی کو اشرف المخلوقات بنایا اور عقل بھی عطا کی جس سے اپنے ضرر و نقصان کا بخوبی امتیاز کر سکتا ہے لہذا اوسکو دونون حقوق عطا کئے اور دونون چیزین اوسکی غذا قرار دین ۔

دوسری علامت گوشت خواری کی یہ ہے کہ ہم بحث رضاعت مین بیان کر آئے ہین کہ جس حیوان کو جس قسم کے تغذیہ کی ضرورت ہے اوسکو ویسے ہی دانت خدا نے عطا کئے ہین انسانکو کترنے اور پھاڑنے اور چبانے تینون امرون کی ضرورت تھی لہذا اوسکو تینون قسم کے دانت عطا ہوئے اور وہ دانت بھی اوسکو دئے گئے جس سے یہ گوشت کو کھا سکتا ہے جیسے درندہ اور شکاری جانور ورنہ کچلیونکا کوئی مصرف ہے باقی نہ رہا تھا اس سے معلوم ہوا کہ انسانکو فطرتاً گوشت کھانے کی ضرورت ہے۔

دوسری دلیل گوشت خواری کی۔ اوس قادر مطلق نے بہت سی مخلوق گوشت خوار بنائی ہے منجملہ اونکے ایک مچھلی ہے کہ وہ عموماً کیڑا کھاتی ہے اور بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے خدا نے اوسکو اسلیئے پیدا کیا تاکہ پانیمین جسقدر کیڑہ وغیرہ پیدا ہون اوسکو کھا کر پانیکو صاف کرے حالانکہ اس کیڑہ کو بھی اوس قادر مطلق نے پیدا کیا۔

پھر سمجھ مین نہین آتا کہ خدا نے کیڑے کو کیون پیدا کیا اور اوسپر مچھلی کو کیون تعینات کیا آریہ صاحبان فرماتے ہین کہ مچھلی کو خدا نے پانی صاف کرنے کو بنایا تھا آدمی اوسکو کھا جاتے ہین۔

مین کہتا ہون کہ آپ ایک تالاب مین مچھلیان پالئے اور خوب اونکو پرورش کیجیے چونکہ پیدایش مچھلی کی کثرت سے ہوتی ہے تو چند سال مین وہ تالاب مچھلیون سے پر ہو جاوے گا اور پانی بجاے صاف ہونے کے اونھین کی بدبو سے خراب ہو جاویگا پھر اگر بارش نہوئی تو مچھلیان مر کر سڑین گی اور اونسے بیماری پیدا ہوگی اس لیے اوس قادر مطلق نے ہمکو ذریعہ گوشت خوری کا شیر و باز و مچھلی سے تعلیم کیا۔

کیا وہ قادر مطلق پانی کو ایسا صاف نہین بنا سکتا تھا کہ جسمین کیڑا وغیرہ نہ ہو جو اتنی بیرحمی کو پسند کیا کہ خود ہی پانی مین کیڑا پیدا کیا اور پھر اوسپر مچھلی کو تعنیات کیا کہ اوسکو کھا جاوے آخر اس دقت سے کیا فائدہ تھا۔ پس خدا کے ماننے والون سے یہ سوال ہے کہ اونسے شیر کو بیل کا بھائی کیون نہ بنایا جو کہ جانورون کو ہی نہین آدمیونکو بھی چٹ کرتا ہے پس اگر خدا نے غلطی نہین کی تو ضرور گوشت خواری مطابق قانون قدرت کے ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گوشت کھانے سے عقل مین فتور آتا ہے۔

مین کہتا ہون کہ آجکل گل اہل یورپ کا ستارہ اقبال کیا عروج پر ہے اسس زمانہ مین اونکی عقلمندی کا سکہ تمام اقلیمون پر جما ہوا ہے اور تمام سلطنتون کے ممبران پارلیمنٹ گوشت خوار ہین۔ انمین کونسا ممبر پاگل ہے بلکہ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جو قومین گوشت خوار نہین ہین وہ اکثر بیوقوف و فاتر العقل ہوتی ہین اس طبّی قاعدہ سے کہ عقل اور روحانیت خون سے متعلق ہے اور جسم کی ترکیب اور پرورش خون اور روح سے ہوتی ہے بعض حکماء کا خیال ہے کہ روح وہی بخارات صالح خون کی ہین پس جس چیز کی پرورش روح کرے اور روحانی حصہ جسمین زیادہ شریک ہو اوسکا استعمال ضرور معین ہوگا روحانیت اور تعقّل کا دیکھو دموی مزاج کے آدمی مین ذہانت و ذکاوت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت بلغمی وغیرہ کے اور تجربہ ہمارا اسپر شاہد ہے بلکہ جو قومین گوشت خوار نہین ہین اونمین امراض فساد خون کے اکثر ہوتے ہین تیرتھون اور میلون مین کوڑھیون کے گروہ کے گروہ ملتے ہین۔ بخلاف ہنود کے اور قومون مین یہ مرض دسوین حصہ پر بھی نہین ہے اور ہوگا بھی تو اکثر اونھین مفلس و نادار لوگونمین جنکی اکثر غذا دال بھات ہے یا کسی اور خاص سبب سے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گوشت خوار مخلوق فطرتاً زبان سے چاٹ کر پانی پیتی ہے اور انسان اسطرح سے پانی نہین پیتا جو صاف دلیل ہے کہ انسان فطرتاً گوشت خوار نہین ہے۔

یہ بھی خوب قیاس ہے کوئی صاحب اگر یہ کہین کہ گوشت خوار جانور کی دم ہوتی ہے اور انسان بے دم کا ہے لہذا گوشت خوار فطرتاً نہین ہے تو اسکا جواب ہی کیا ہوسکتا ہے مگر یہ دیکھو کہ جو جانور گھانس خوار ہین وہ پانی مین منھ ڈالکر پیتے ہین آدمی اگر محض گھانس خوار ہوتا تو یہ بھی چارون ہاتھ پیر ٹیک کر منھ ڈالکر پانی پیتا حالانکہ یہ کانچ اور بلور کے صاف و شفاف گلاسون مین برف کا جھلا ہوا پانی کس احتیاط و انسانیت سے ہاتھ مین لیکر اور ظرف کو منھ سے لگا کر پانی پیتا ہے اور اگر ظرف ممکن نہ ہو تو چلو سے پانی پیتا ہے پھر گھانس خوار جانور سے بھی تو اوسکو مشابہت نہین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین دونون قابلیتین فطرتاً ہین گوشت بھی کھا سکتا ہے اور نباتات بھی۔

مسلمانون پر یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ گاؤکشی سے سخت نقصانات اوٹھاتا

ہوتے ہین دودھ گھی دہی سے محروم ہونا فطرتاً ہے افزائش نسل سے گاؤ کے ایک غریب آدمی بھی امیر کبیر بن سکتا ہے گاؤکشی کرکے اس سلسلہ ترقی کو روکتا ہے جو کہ ہمین شکایت ہے زمانہ سابق مین ایک ایک کے یہان سیکڑون گائین تھین جسکی وجہ سے ہر شخص خوشحال و فارغ البال رہتا تھا۔

جواب اسکا یہ ہے کہ فرض کرو اسوقت ہندوستان مین ایک کرور گائے ہے دس سال تک ہم آریون کے ساتھ ملکر اگر پرورش کرین تو یقین ہے دس سال مین چوگنی ہوجاوین گی اوسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسوقت اگر کسی سال خشک سالی ہوتی ہے تو ایک کرور ہی کو چارہ نہین ملتا پچھلی قحط سالی مین مویشی کی کیسی قابل رحم حالت تھی کوئی آدھی کو بھی نہ پوچھتا تھا کسی دھرماتما ہندو نے اون بیزبانون سے ہمدردی نہ کی اور کسی نے بھی انھین خوراک نہ کھلائی بلکہ اونکو مطلق العنان کردیا بھوکون ہزارون مویشی مرگئے پھر فرمائیے جب اسقدر کثرت ہوجاوے گی اور آدمیون تک کی غذا کھاکر سیری نہ ہوگی تو لامحالا ہمارے آریہ بھائی یا تو مسلمانون کی خوشامد کرین گے یا چین وجاپان سے کوئی وید کا حصہ مگانا پڑے گا۔ اسی مصلحت سے قدرت نے اُن کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ اسکے ذریعہ سے ہمکو بہت سے فائدہ ہوتے ہین لیکن وہ فوائد وہین تک مفید ہین کہ جب تک ہم پر مصیبت نہ پڑے پس جب یہ مخلوق کثرت سے بڑھے گی تو بجائے فائدہ کے وبال جان ہوجاوے گی اور چونکہ یہ مخلوق ہماری غذا کی شریک ہے پس اسلیئے اسکی تعداد اسقدر نہ بڑھے کہ چارہ کے بعد ہماری غذا بھی چھین لے جسکا یہ نتیجہ ہو کہ آدمی بھی بھوکون مرین کیونکہ ایک گائے جسقدر کھاوے گی اوسمین لااقل دس آدمی کھاسکتے ہین چونکہ آدمی کی جان بچانا فرض ہے اسلیئے حیوانات کو ذبح کرکے کھانے مین کچھ حرج نہین ہے

اسمقام پر معترض صاحب یہ ضرور کہین گے کہ اولاد و عزیز و اقارب بھی اپنی غذا مین شریک ہوتے اور حصہ لیتے ہین پس چاہیے کہ انسان اپنے بچون کو بھی بھون بھونکر نوش جان کرے تاکہ اپنی غذا اسکے شریک پیدا نہ ہونے پاوین۔

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کہان انسان کہان حیوان خدا نے اشرف المخلوقات ہونے کی جہت سے حیوان پر انسان کو بزرگی دی ہے

ہرامر مین پس حیوان کا انسان کی غذا مین شریک ہونا جسکی وجہ سے انسان کی جان پر آبنے عقلاً ہرگز روا نہین اور انسان انسان سے از روے جوہر انسانیت ہرامر مین مساوات رکہتا ہے اور ہرامر مین انسان انسان کا شریک وحصہ دار ہے پس ہرگز عقل اسکی مقتضی نہین ہے کہ ایک حق دار کو محروم کیا جاوے۔ دوسرے حقدار کیوجہ سے اسصورت مین چونکہ حصے ضرور دونون کے برابر اور حق دونونکے مساوی ہین پس کوئی کسی کے واسطے عقلاً نہ ذبح کیا جاویگا۔

ہان یہ کہنا آپ کا کہ زمانہ سابق مین ایک ایک شخص کے یہان سیکڑون گاے بیل ہوتے تھے اور قحط سالیان بھی ہوتی تہین پر کوئی خرابی بھی نہوتی تھی یہ صحیح ہے لیکن غور تو کیجیے کہ اسوقت آبادی کتنی تھی اور جنگل وچراگاہین اسوقت کسقدر وسیع تھین اور اب آبادی کسقدر زاید ہے اور جنگل وچراگاہین کتنی کم ہین اگر زراعت کم کرکے چراگاہین بڑہائی جاوین تو آبادی کو کتنا نقصان ہوگا اور اگر زراعت وآبادی کا لحاظ ہو تو پہر مویشی کی نسل کی ویسی ترقی ناممکن ہے۔

اس مین کوئی شک نہین ہے کہ خداوند کریم نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمکو ایسی مخلوق عطا کی ہے جسکے دودہ مین فائدہ بچونسے فائدہ گوشت سے فائدہ ہڈیسے فائدہ اس کے چمڑے سے فائدہ سینگونسے اس کے فائدہ یہانتک کہ اسکے گوبر سے فائدہ لیکن یہ سب فوائد اسیوقت تھے جبکہ انسان کے وبال جان نہون اور جنکے فائدہ رسانی کے واسطے یہ مفید شیے خلق ہوئی ہے وہ دنیا مین راحت سے بسر کرے اور جب فائدہ اٹہانے والا ہی نہوگا تو یہ مفید شیے کس مصرف مین آویگی اور کسکو فائدہ دیگی اور جبتک ہم فائدہ اٹہا سکتے ہین اسوقت تک اس مفید شیے کو ضایع بھی نہین کرتے دیکھو مسلمانونمین دو قسم کی گائین ذبح ہوتی ہین۔ ایک وہ جو قدرتی بانجھ ہون دوسرے بڑھیا جو نہ قابل بچہ دینیکے رہی نہ دودہ دینے کے اور ایسا بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ دودہ اور بچہ دینے والی گاے ذبح کیجاے کیونکہ ایسے گاے کے ذبح کرنے مین سراسر نقصان ہوتا ہے اور نصف قیمت سے زیادہ وصول نہین ہوسکتی۔

اب ہم تہوڑی دیر کے واسطے گہانس پارٹی کے حضرات کی طرف متوجہ ہوتے ہین پہلے تو یہ پوچھتے ہین کہ آپ حضرات ہمکو تو بے رحم بتاتے ہین انصاف

فرمایئے کہ آپ کسقدر ظلم کرتے ہین اسلیے بچہ کا دودہ چھین لیتے ہین اور دودہ کے عوض کھلی کا پانی اور بھوسہ دیتے ہین جس سے عموماً بچہ کمزور ہو جاتا ہے اور اکثر مر بھی جاتا ہے یہ کس قاعدہ عقل نے بتایا ہے کہ اپنے شکم پروری کے لیے بچہ کا دودہ چھین لین کس مثال سے قدرت نے آپ کو پرایا دودہ چھین لینا سیکھایا اپنے بچونکے واسطے تو ایک مانکا دودہ کافی نہین سمجہا جاتا بلکہ دایہ اور انّا رکھکر اُسکی پرورش کیجاتی ہے اور غریب گو ماتا کے بچے بھوکے مارڈالے جاتے ہین اگر اپنا پیٹ پالنے کے واسطے دودہ چھین لینا جائز ہے تو ہر آدمیونکا مال بھی چھین چھین کر گھر مین رکھیے اور انکو دال ساگ اسکے عوض مین کھلایئے بھلا یہ تو فرمایئے کہ دودہ قدرت کیطرف سے اگر آپ کے لیے پیدا کیا جاتا تو لازم تہا کہ گائین بغیر بچہ دے دودہ دیا کرتین اور چونکہ ایسا نہین ہوتا پس صاف ظاہر ہے کہ یہ دودہ خاص انکے بچونکا حق ہے اور آپ کا اسمین مطلق حق نہین ہے پس پرائے حصے کو چھین کر کہا جانا چور ڈاکو اور بدمعاشونکا کام ہے اگر کل دودہ انکے بچے پیتے تو کیسے توانا ہوتے جنکے ذریعے سے زراعت کا کام خوب چلتا آپ تو گھاس پات کہا کر بھی بسر کر سکتے ہین دودہ دہی گھی مکھن نہ کہایئے تو کیا نقصان ہوگا۔ پھر ہم پوچھتے ہین کہ ذبح وغیرہ مین ظلم منحصر کیون ہے۔ کیا یہ ظلم نہین ہے کہ گائے بیل گھوڑا گدھا بھینس وغیرہ سے کیسی کیسی محنت و مشقت لیجاتی ہے دن بھر ہل جوتتے جوتتے جان پر بنتی ہے چرسا کھینچتے کھینچتے دم جاتا ہے۔ ہزارون من کا بوجھ چھکڑو پر لاد کر لیجاتے ہین۔ اینٹ پتھر کنکر ڈہوتے ڈہوتے دم نکلتا ہے سواری مین کام دیتے ہین۔ یہ ظلم آپ حضرات تھوڑا سمجھتے ہین عقل کے نزدیک تو اس زندگی سے قصاب کا ظلم ہزار درجہ بہتر ہے کہ دفعتاً تھوڑی سے تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کیواسطے راحت مین ہو جاتے ہین پس بمقابل ان تکالیف کے ذبح کرنا ہرگز ظلم نہین ہے اور عین انصاف ہے۔

گوشت خوری کے مضرتون مین امریکہ مین ایک کتاب بنام زندہ مندر (مصنفہ ڈاکٹر کیلاگ صاحب، جو شنگٹن کے مشہور و معروف ڈاکٹر ہین اور طبی سپرنٹنڈنٹ ہین) مین لکھتے ہین جسکا ملخص یہ ہے کہ وہی چیزین کہاتے ہین اچھی ہونگی جسکو قادر مطلق نے انسان کے استعمال کے لیے مخصوص کیا ہو۔

پس کہانے پینے مین اس قدرتی نظام سے گریز کرنا ہمارے لایق ڈاکٹر صاحب کی نظر مین کسی نہ کسی طرح کی خودکشی ہے اور ہمارے پیدا کرنے والے نے جو میوہ جات اور دیگر ارضی پیداوار کے لیے ہمکو اپنے جسم کے لیے منظور کرتا ہے اور جو راہین ہمارے لیے قایم کردی ہین اونسے گریز کرنے پر بھی یہی حالت صادق آتی ہے یہ موسیٰ کی کتاب پیدایش باب اول آیت ۲۹ مین خدا فرماتا ہے "دیکھو مین ہر ایک بیجدار نباتات جو تمہارے روے زمین پر ہے اور ہر ایک درخت کو جو بیجدار پھل ہے دیتا ہون اور یہ تمھین کہانے کے واسطے ہوگا" سائنس نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی اصل غذا یہ ہے۔ اشیا مین بقول بعض مشہور سائنس دان کے یہ غذائین واضح طور پر انسان کی بناوٹ کے موزون ہین انسان کے ہاتھ پیر معدہ انتڑیان غرض تمامی جسم اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اُسکی غذا زمین سے پیدا ہونے والی اعلےٰ اشیا کی ہونا چاہیے اور میوہ جات ترکاریان و دیگر خشک میوہ جات ہون۔

پولوس رسول اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "پس تم کہاتے یا پیتے یا جو کچھ کرتے ہوے خدا کے لیے کرو" پس ظاہر ہے خدا کے جلال کے لیے کہانا پینا اگر ممکن ہے تو صرف اس طریقہ سے کہ وہی چیزین کہائی جاوین جو خدا کے لیے پیدا کی ہین اور جو پیدایش کے وقت خدا نے خاصکر انسان کے پرورش کے لیے مخصوص کرکے اسکو عطا کی ہین مناسب غذا۔

اسمین شبہ نہین ہے کہ جو امراض پیدا کرے کمزوری لاوے اور زندگی کو تاہ کرے احساسات کو ملٹے قوتین کمزور کردے بداخلاقی پیدا کردے یا کسی اور طرح خدائی شبیہ کی حسن و شان مین فرق لاوے یا اس زندہ جاوید مندر کو بدنما کردے۔ نہ وہ غذا مناسب کہی جاسکتی ہے جسکے لیے بیحد تکلیفات پہونچاے جاتے ہون اور اسقدر کثرت کے ساتھ جانین قربان کیجاتی ہون جیسا کہ جانورون کا گوشت اپنی غذا بنانے مین کرنا ہوتا ہے۔

زندۂ جاوید مندر کی تعمیر مین لاپروائی۔ مہذب انسان جیسے لاپروائی کے ساتھ اپنے اس مندر کی تعمیر مین مشغول ہوتا ہے وہ کچھ ویسی ہی حالت ہے جیسے کہ جنگلون کے رہنے والے جاہل وحشی اپنے گذارے کے لیے عارضی جھوپڑی سٹ پٹ بنا لیتا ہے جسطرح کوئی وحشی اپنا جھوپڑا ان چیزونسے تیار کرلیا کرتا ہے جو اسکو قرب مین

ملسکتے ہین یا بلا لحاظ اونکے پائیدار اشیا کثرت کے ساتھ دستیاب ہوسکتے ہین اسیطرح سے بغیر انسان اپنے جسم کو ان غذاؤنسے تیار کرنا چاہتا ہے جو بہ آسانی اسکو دستیاب ہوتے ہین یا جو اسکو کھانے مین اچھے معلوم ہوتے ہین اور جنکو وہ شوق کے ساتھ کہاتا ہی اور جبکہ وہ چیزین اسکے حلق مین پہونچتی ہین یا جبتلک زبان اسکا مزہ چکھتی رہتی ہے تو وہ پھڑک جاتا ہے مکانات کے تعمیر کے متعلق غور و فکر مین جسقدر وقت صرف کیا جاتا ہے اور جس احتیاط کے ساتھ پائدار اور مناسب اشیا بہت سے مہذب مرد و عورتین منتخب کرنا پسند کرتے ہین۔ اگر اسکا دسوان حصہ بھی اس زندہ مندر کی تعمیر پر غور کرنے مین صرف کیا جاوے تو غذا کے متعلق آجکل جو عادتین پڑی ہوئی ہین ور جو رواج قایم ہین آہین کافی انقلاب نمودار ہو سکتا ہے۔

انسانی مندر۔ یہ لاثانی مندر جو ابتدائے آفرینش سے اسوقت تک دنیا کو حیرت مین ڈالے ہوے ہے جسکا ثانی دنیا کو دیکھنا نصیب نہین ہوا اور یہ گویا اس اصلی مندر کی شکل ہے اور اسکی جانب اشارہ ہے جو ہاتھونسے بنا ہوا نہین ہے۔

جسمانی مندر کا تعمیر کرنیوالا خدا ہے لیکن اسکے لوازمات مہیا کرنے کی تمام ذمہ داری انسان پر ہے جب کبھی آپ کہانا کہانے بیٹھتے ہون اور جو کہانے آپکے سامنے چنے ہوے ہون انپر خدائی برکت عطا ہونے کے لیے دست بدعا ہون تو کیا آپنے اسوقت کبھی یہ سوال کیا ہو گا "کیا وہ خدائی قوتین جو مرے جسم مین اپنا فعل دکھا رہی ہین وہ خدائی روح جو میری زندگی ہے ان چیزونسے جو مرے روبرو چنی ہوئی ہین۔ نفیس۔ خوبصورت اور دیرپا۔ دماغ۔ پٹھے۔ رگین۔ ہڈیان۔ بنا سکتے ہین جو قابل اعلے خیالی۔ اعلے احسانات شریفانہ افعال اور ایمانداری کے ساتھ خدا کو اسکی دستکاریان اعلے نمونہ دیکھنے کے قابل ہون"۔ اگر آپ نے ایسا نہین کیا ہے تو مین آپسے ملتجی ہون کہ کیا یہ ایسے سوالات نہین ہین جو بحیثیت عاقل انسان آپکے حق مین خالی از دلچسپی نہین ہین۔ کیونکہ خدا کے بیٹا یا بیٹی ہونے کا آپ کو ناز ہے اور آپ کا اعلے مقصد یہ ہے کہ آپ خدا کے نائب اور قاصد ہین۔

خدا کی شان کے لیے کہانا پینا۔ ان اہم واقعات کے موجود ہوتے ہوے کیا ہر ایک انسان کا یہ فرض نہین ہے کہ وہ اس امر کا لحاظ رکھین کہ انکو خدا کی شان کے لیے

کھانا پینا لازم ہے نہ کہ اسکے بنائے ہوئے مندر کے ناپاک اور برباد کرنے کی غرض سے جو انسان اسکے خلاف عمل کرتا ہو اُسکے لیے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہ جہنم مین جانے کے لیے ہے ایسے کھانے پینے کا نتیجہ ہم اپنے گرد و سوء ہضم کے شاکی۔ گٹھیا مین مبتلا مدقوق۔ فالج زدہ۔ فاترالعقل۔ اور ایسے ہی دیگر امراض مین مبتلا جماعت عظیم کو دیکھتے ہین۔

دل کو کیونکر مضبوط کرنا چاہیے۔ تاکہ خون اپنا فعل درستی کے ساتھ دکھاوے۔ صرف یہی ضروری نہین ہے کہ اس غرض کے لیے غذا کا جزو عمدہ ہو اور خراب اشیا سے پاک ہو بلکہ دل کی عمدہ حرکت کے ذریعہ سے وہ خوب ورزش کرے دل بھی مانند جسم کے دیگر پٹھون کی ورزش سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ کاہل اور ہر وقت بیٹھے رہنے والے آدمی کا دل ہمیشہ کمزور رہتا ہے اور یہی خاص وجہ ہے کہ جب ایسے آدمیون کو کوئی غیر معمولی محنت کرنا پڑتی ہے تو انکا دم بہت جلد پھول جاتا ہے۔ جو ورزش دوڑنے مین ٹانگون کو مضبوط اور کشتی کھیلنے مین بازوؤن کو قوی بناتی ہے دل کو بھی اس طرح مضبوط بناتی ہے کہ اسکو مجبور کرتی ہے کہ ضروری مقدار خون کی جو رگون و پٹھون مین پہونچاتا اور بعد ازان صفائی کے لیے پھیپڑون تک پہونچاتا ہی اسکے لیے وہ بھی کافی طور پر حرکت کرے جو لوگ کمزور ہون انکو لازم ہے کہ تکلیف دہ ورزش سے پرہیز کرین لیکن کسی ہوشیار سے اس معاملہ مین تربیت حاصل کرین۔ ابتدا مین معمولی قسم کی ورزش شروع کرین اور بعد ازان روز بروز بتدریج پٹھونسے زیادہ کام لینا شروع کرین۔

خون کی صفائی۔ خون اسطرح صاف نہین ہوتا کہ اسمین کوئی شے داخل کیجاوے بلکہ ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ اسمین سے کوئی شئے خارج کیجاوے پانی نہایت نایاب صاف کرنے والا جزو ہے اور اسکا استعمال آزادی کے ساتھ خون کی صفائی کے لیے لازمی ہے خون کو گردون کے ذریعے سے صاف بنانا اسیقدر مناسب ہے کہ کسی میلے کچیلے قمیص کو یا کسی اور میلے کپڑے کو ایسے ہی طریقے سے صاف کرنا بہتر ہے۔

خون کے ذخیرے۔ جوان آدمی کے جسم مین خون کے ذخیرے بہت ہوتے ہین۔

شاید روے زمین پر جسقدر بنی نوع انسان ہے اوسنے بیس ہزار گنا زاید ذخیرے ہین جو اسقدر چھوٹے ہوتے ہین کہ ایک انچہ کی لمبائی مین دو ہزار پانچسو سے لیکر تین ہزار پانچسو تک پائی جاتی ہے۔ لیکن شمار مین جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اسقدر زاید ہین کہ قریباً تیس ہزار فیٹ مربع کو گھیرے ہوے ہین جو ایک ایکڑ کے ۲/۳ حصہ سے زاید ہوتا ہے یا انسان کی جلد کے رقبہ سے ایک ہزار چھ سو گنا ہے۔ اگر انسان کے جسم کے خون کے ذخیرے ایک خط مستقیم مین جمائے جاوین تو وہ طول مین اسقدر ہونگے کہ چھ مرتبہ زمین کے گرد لپیٹے جا سکین گے۔ منجملہ اُن کے ہر ایک جدا گانہ زندہ مخلوق ہے اسکی زندگی جدا گانہ ہے وہ خون کے دھارا مین اسطرح بڑھتا کام کرتا سانس لیتا اور پرورش پاتا ہے جسطرح مچھلی پانی مین یا پرندا ہوا مین زندہ رہتا ہے۔ ہر ایک خون کے ذخیرے کی زندگی چھ ہفتہ کی ہے۔ ناظرین اب ذرا ایک لحہ کے لیے انکی وقعت پر غور کیجیے۔ ہر چھ ہفتو نکی مدت کے بعد ان بیشمار زندہ مخلوق مین سے ایک ضعیف ہوکر مرجاتا ہے اور بعد یہ ضرورت ہوتی ہے کہ اسکی جگہ دوسرا زندہ مخلوق نشو و نما پاوے۔ اسکو دوسری طرح یون بتا سکتے ہین کہ ہر چند ہفتون کی مدت کے بعد کرورہا خون کے ذخیرے از سر نو پیدا ہونا چاہئین خون پیدا کرنے والی غذائین۔ پاک و صاف خون پیدا ہونے کے اول امر ضروری یہ ہے کہ غذا پاک و صاف ہو۔ نہ خون کی قسم غذا ہو اور نہ ایسی غذا کہ جسمین شامل ہو اگر جسم مین خون نہایت ہی کم ہوگیا ہو تو ایسی غذا استعمال کرنا چاہیے جسمین "پروٹیڈ مادہ"، زاید ہو اسی قسم کا مادہ بہت سے قدرتی غذاؤنمین جو خدا نے انسان کے استعمال کے لیے پیدا کی ہین بکثرت پایا جاتا ہے منجملہ اُنکے نہایت عمدہ چیزین اس غرض کے لیے باداام اور تمام اس قسم کے میوہ جات خشک و تر ہین کہ جنکا چھلکا توڑ کر گری نکلے اگر آدہ سیر اس قسم کے پہل استعمال کیے جاوین تو بمقابلہ ۱/۲ پاؤند نہایت نفیس گوشت کے انمین خون پیدا کرنے والا مادہ زاید ہوگا۔ اور نہایت نفیس خون پیدا کرنیوالے اشیا ہین جنمین اپنے وزن کی ۱/۲ حصہ سے زائد خون بنانے والا جزو ہوتا ہے اور ان اشیا کا ایک پاونڈ تین پاونڈ گوشت کے برابر ہے۔

سرد پانی سے غسل کرنا خون بڑہاتا ہے۔ چند سال گذرے پروفیسر ونٹر نٹز صاحب سائنس دنیا نے دریافت کیا تہا کہ سرد پانی سے غسل کرنے مین یہ خوبی ہے کہ خون کے

ذخیرے کثرت کیساتھ شمار مین زاید پیدا ہوجاتے ہین۔ بعض اوقات ۱/۲ حصہ یا اس سے زاید کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ کتاب زہر رو کے مصنف نے بھی امتحان کیا اور نتیجہ وہی ثابت ہوا جو کہ پروفیسر صاحب نے بیان کیا تھا۔ بمقابلہ سرخ ذرون کے سفید ذرے بہت سے پیدا ہوجاتے ہین۔ بعض اوقات تو دوچند ہوجاتے ہین اور یہ اضافہ سرد پانی سے غسل کرنے کے نصف گھنٹے کے بعد ہی نظر آتا ہے۔

ترکاریان و گوشت۔ ترکاریان انسانکے جسم مین جسقدر جمع رکھتی ہین گوشت اسکو صرف کر ڈالتا ہے ترکاریون کا استعمال ایسا ہے کہ گویا غذا جسم مین جمع ہے اور گوشت گویا کھا ڈالا۔ انسان جسوقت محنت مشقت کرتا ہے تو بہت سے مختلف زہریلی اشیاء خارج ہوتے ہین۔ جسطرح کہ ریل کے انجن سے راکھ چنگاریان اور دہوان نکلا کرتا ہے انسانکے جسم سے زہریلی گیس اور مختلف قسم کے اور مادی پھیپڑون۔ جلد۔ آنتون یا پاخانہ پیشاب کے ذریعہ سے خارج ہوتے رہتے ہین۔ انسان کے جسم مین نصف جلے ہوے۔ کوئلے کی جگہ (یورک ایڈ) ہے یہ ایک ایسا زہر ہے جو گٹھیا۔ یا بائی پیدا کردیتا ہے۔ مختلف قسم کی کالکلی بھی پیدا ہوتی ہے جو آنتونکو سخت کردیتی ہے۔ قبل از وقت انسان ضعیف ہوجاتا ہے اور فالج و دیگر امراض مین مبتلا ہوجاتا ہے جانورونکا گوشت خواہ کیسا ہی نفیس کیون نہ ہوا نمین سے اس قسم کے زہریلے مادہ کثرت کیساتھ ہوتے ہین جسوقت جانور ذبح کیا جاتا ہے یہ زہریلی مادہ باہر نکلنا موقوف ہوجاتے ہین لیکن بعد ذبح ہونیکے بھی انکا پیدا ہونا موقوف نہین ہوتا۔

گوشت۔ جب کوئی جانور ذبح کیا جاتا ہے یا سر پر گولی سے مارا جاتا ہے تو اسکا تمام جسم دفعتہ مر نہین جاتا ہے۔ اولاوہ بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن اسکے رگ و پٹھے کئی گھنٹہ تک و رزندہ رہتے ہین اس عرصہ مین زندہ رگ و پٹھون کی حرکت اس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور وہ فضلات پیدا کرتی ہے جو زندگی مین فوراً ہی کئی طریقونسے خارج ہوجاتے ہین جب دل کی حرکت بند ہوجاتی ہے صفائی عمل بھی موقوف ہوجاتا ہے اور زہریلے مادے جو جلد تیار ہوتے ہین جمع ہوتے ہین اور زندہ رگونین اسقدر جذب ہوجاتے ہین کہ آخر کار جانور بالکل مرجاتا ہے پس مردہ جانور کے گوشت مین بجز زہریلے خون اور

زہریلے عرق کے اور کچھ نہین ہوتا۔
گوشت کا استعمال ضمحلال پیدا کرتا ہے۔ بوجوہات مندرجہ بالا یہ امر عیان ہے کہ بلا اپنے جسم مین زہریلے مادّے وفضلات بکثرت پیدا کیے ہوے ایک مخلوق کا دوسرے مخلوق کے گوشت پر بسر کرنا ناممکن ہے جب یہ فضلات جمع ہوتے جاتے ہین مخلوق کی زندگی وچستی وچالاکی مین فرق آتا جاتا ہے جس طرح کہ جس تنور یا چولھے مین راکھ زائد ہوجاتی ہے آگ روشن نہین رہتی۔ پس ظاہر ہے کہ گوشت کا استعمال ضمحلال کی ان حالتون کو بہت جلد پیدا کردیگا جنکا انعام ضعیفی اور موت ہے ہے انتھے
(از اخبار ہندوستانی لکھنو نمبر ۵ جلد ۲۲ بابتہ ماہ فروری ۱۹۰۰ء)
ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس کل بیان سے چند ہدایات حفظان صحت کی نسبت ظاہر ہوتے ہین۔
(۱) قدرتی غذا کا استعمال لازم ہے۔ خلاف مین اسکے مضرت ہے۔
(۲) قدرتی غذا اشیاے ارضیہ ہین میوہ جات وغیرہ۔
(۳) وہ غذائین جو جسمانی یا اخلاقی مضرتین پیدا کرتی ہین ممنوع ہین۔
(۴) وہ غذائین جنکے لیے بیحد تکالیف پہونچاے جاتے ہون اور کثرت سے جانین قربان کیجاتی ہون استعمال انکا ممنوع ہے۔
(۵) زندہ جاوید مندر کی تعمیر مین لاپروائی نہ چاہیے۔
(۶) انسانی مندر خدا کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے اور اسکی کاریگری کا نمونہ ہے۔
(۷) انسانکو اپنے جسم کے تئین ناپاک نہ بنانا چاہیے۔
(۸) آزادی سے ساتھ کہانے پینے مین انسان مبتلاے امراض ہوجاتا ہے۔
(۹) دلکی مضبوطی غذا ہی پر منحصر نہین ہے بلکہ ورزش سے بھی وہی فوائد ہوتے ہین جو غذا سے ہوتے ہین۔
(۱۰) خون کی صفائی بھی تغذیہ وغیرہ سے نہین ہوتی بلکہ اخراج کثافات سے ہوتی ہے۔
(۱۱) جسم انسانی مین لکھوکہا خزانہ خون کے ہین وہ سب ذیروح ہین بہت جلد جلد فنا ہوجاتے ہین۔ لہذا بجاے خزانہ فانی کے دوسرا خزانہ پیدا کرنیکی ضرورت ہے۔

(۱۲) گوشت سے زیادہ اور میوہ جات مین خون پیدا کرنیکا مادہ موجود ہے۔
(۱۳) سرد پانی سے غسل کرنیمین بھی خون زیادہ ہوتا ہے۔
(۱۴) جسم حیوانی مین صدہا زہریلے مادّے ہین جو ریاضت کیوجہ سے دفع ہوتے ہین بدون ریاضت اون زہرونکا دفع ہونا ممکن نہین۔
(۱۵) ذبح کرنے سے حیوان کے وہ زہریلے مادّے خارج نہین ہوتے۔
(۱۶) بعد ذبح ہونے کے بکثرت زہریلے مادّے کئی گھنٹہ تک پیدا ہوتے رہتے ہین اور سبب اسکا یہ ہوتا ہے کہ رگ وپٹھون کی حرکت اس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور ردّی فضلات پیدا کرتی ہے جو زندگی مین خارج ہوتے تھے اب نہین خارج ہوسکتے پس اونکا کھانا زہر کھاتا ہوا۔
(۱۷) گوشت کا استعمال اضمحلال پیدا کرتا ہے۔
ہمکو ان سب ہدایات سے اختلاف ہرگز نہین۔ بلکہ بعض ہدایات مین کلام ہے ہدایات نمبر ۲-۴-۱۵-۱۶-۱۷- مین ہمکو کچھ کلام ہے اب ہم ہرایک کو سلسلہ وار بیان کرتے ہین غور سے سماعت فرمایئے۔
(ہدایت نمبر ۲) قدرتی غذا کا انحصار میوہ جات وغیرہ مین یہ غیر مسلم ہے اسمین ہمکو کلام نہین کہ میوہ جات وپھلیان ضرور قدرتی غذائین ہین لیکن گوشت بھی داخل غذا ہے جیساکہ بیان کرچکے ہین کہ انسان کے دانتون کی بناوٹ اس امر کو ثابت کررہی ہے۔ اور قطع نظر اسکے سوائے بعض ہنود کے جملہ مذاہب مین گوشت خوری کی ہمکو اجازت دیگئی ہے۔ پس گوشت کا قدرتی غذا نہونا مذہب پر اعتراض کرتا ہے ضرور ہمکو ہر مذہب اجازت دیتا ہے (سوائے مذہب ہنود کے) گوشت خوری کی اور یہ بین دلیل ہے اس امر کی کہ گوشت بھی قدرتی غذا ہے اور ضرور جائز ومباح ہے اور کسی چیز کے جائز ومباح ہونے سے یہ مطلب نہین ہوتا ہے کہ خواہ نخواہ اوسکا استعمال ہی کرین اور ترک گنہگار ہون۔ اگر کسی وقت مین گوشت کی مضرت ہمارے واسطے ثابت ہوگی اوسوقت ضرور شریعت ہماری بجائے اباحت حرمت کا فتوا دیگی۔
(ہدایت نمبر ۴) گوشت خوری کا اسوجہ سے حرام ہونا کہ اسمین بیجد جانونکا نقصان

ہے یہ بھی استدلال غلط ہے۔ ہم پوچھتے ہین کہ جانوروں مین ہر ذی روح مساوی ہے پھر حشرات الارض، حیوانات موذیہ، وہ حیوانات جو عفونت ہوا سے پیدا ہوتے ہین اون سبکا مارنا بھی ناجائز و ممنوع ہونا چاہیئے ہرگز ایسا نہین ہے بلکہ عقل ہماری ان حیوانات کے مارڈالنے کا حکم کرتی ہے کیا صحت جسمانی انسان کیواسطے کوئی صاحب صفائی آب و ہوا کو ضروری نہین سمجھتے ہین پھر آپ انسانی صحت کیواسطے صفائی آب ہوا کرینگے۔ تو ضرور یہ صفائی اون حیوانات کی فنا کا باعث ہوگی جو رداءت ہوا سے پیدا ہوتے ہین اور کثرت اون حیوانات کی بمنزلہ انسان کے ہزارگنی ہوتی ہے چند نفوس انسانی کی صحت کیواسطے کرورہا بلکہ سنکھا ذی روح صفائی آب و ہوا کے ذریعہ سے آپ فنا کر دیتے ہین اسکو کیون جائز قرار دیتے ہین اور کیون نہین ظلم قرار دیتے۔ اور اس سے زائد یہ ہے کہ بقول دیانند صاحب جین مت والے لوگ پانی گرم کرکے پیتے ہین جسمین لاکھون کیڑون کی جان جاتی ہے اور گویا دو آتشہ مارا لکم ہو جاتا ہے لو آریہ صاحبان آٹا گوندہتے اور روٹی پکاتے اور گوشت نہ سہی چنے کی دال ہی سہی آخر پانی سے پکاتے ہونگے حلوا پوری کچوری یہ تمام چیزین پانی ڈال کر گھی مین تیار کرتے ہین پس یہ تمام چیزین پانی ڈالکر جو پکائی جاتی ہین بیشمار کیڑے ان مین کباب ہوتے ہین اور جاڑے کے موسم مین اشنان کے لیے پانی گرم کیا جاتا ہوگا جسمین لاکھون بیزبانو خون ہوتا ہے پھر کیا یہ گوشت خوری اور ظلم نہین ہے۔

(ہدایت نمبر ۱۵) ذبح کرنے سے حیوان کے وہ زہریلے مادے خارج نہین ہوتے۔ اس ہدایت سے بھی پورا اتفاق ہمکو نہین ہے۔ کیونکہ ذبح کرنے سے خون کے کل ذخیرے نکل جاتے اور اونھین ذخیرون کیوجہ سے بکثرت زہریلے مادے پیدا ہوتے رہتے تھے بلکہ جسم انسانی و حیوانی مین خون ہی ایک ایسی شئے ہے جو کہ سمیت کو ہر شئے کے قبول کرکے تمام جسم کو مسموم بنا کر ہلاک کر دیتا ہے ہر زہر کا اثر جسم پر خون ہی کیوجہ سے ہوتا ہے اور یہ دعوی ہمارا بدیہی ہے اور محتاج دلیل نہین۔ پس جب جسم حیوانی سے اخراج خون کرا دیا جاویگا تو جسقدر زہریلے مادے

اُس جسم مین ہین وہ ضرور خون کے ہمراہ زائل ہو جاوینگے اور گوشت بالکل صاف و تقیع رہجاوے گا اگر کچھ زہریلے مادے باقی بھی رہ جاوینگے تو اونکی اصلاح کئی طرح سے ممکن ہے۔

(۱) آگ کے ذریعے سے ضرور آگ گوشت کو جلاکر ہوا اور بخارات مین اونکے زہریلے مادّون کو تبدیل کردیگی۔

(۲) نمک یا پیاز، لسن، دھنیا، دہی۔ روغن زرد، یہ چیزین گوشت مین بطور مصالہ کے عادتاً شامل کیجاتی ہین بہت کچھ اصلاح گوشت کی ان مصالون کے ذریعے سے ہو جاتی ہے۔

(۳) ترکاری یا دبقولات بھی اکثر گوشت مین شامل ہوتے رہتے ہین ان سے بھی اصلاح ہوتی ہے۔

(۴) سب سے زائد گوشت کی اصلاح خدا کا نام لینے سے ہوتی ہے جب ہم بوقت ذبح وغیرہ "بِسمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکبر" کہتے ہین تو خداوند کریم ہمارا خود حافظ ہو جاتا ہے۔ خدا کے ماننے والون کو تو اس بیان سے ہمارے ہرگز اختلاف نہوگا ضرور خدا سے اگر التجا اپنی حفاظت کی کیجاوے تو حفاظت کریگا۔ اب مخالفین جو خدا ہی کو نہین مانتے اونکے واسطے امور مذکورۂ بالا ہی کافی ہین اب ہم پوچھتے ہین کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی التجا اور تمنّا۔ کیا اسلامی طریقہ مین نہین ہے جسقدر اسلامی شریعت مین خدا سے برکت طلب کرنے کی خواہش اور کھانا دیکھکر اوسکی نعمت کی شکر گذاری اور کھانا کھاکر بھی اوسکی حمد وثنا اسلام مین ہے کسی دوسرے مذہب مین آپ نہ پاوینگے۔ بوقت ذبح حیوان بھی خدا ہی کا نام لیتے ہین کھانا کھاتے وقت بھی "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" کہکر کھانا شروع کرتے ہین۔ جب کھانا کھاکر فارغ ہوتے ہین اوسوقت بھی "اَلحَمدُ لِلّٰہِ ربِّ العالمین" کہتے ہین۔ اور محتاط و دیندار لوگون کا تو ذکر ہی نہین وہ تو سورۂ لایلاف "و سورہ حمد یا دعوات سی اور بھی دعائین پڑھتے ہین۔

(۵) گوشت کی اصلاح پانی سے بھی بہت کچھ ہوتی ہے جیساکہ خود ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین کہ پانی نجاست کا باعث صاف کرنیوالا جزو ہے اور اسکا استعمال

آزادی کیساتھ خون کی صفائی کے لیے لازمی ہے ""
(ہدایت نمبر ۱۶) بعد ذبح کئی گھنٹے تک زہریلے مادّون کا پیدا ہونا- اس دلیل سے کہ رگ و پٹھون کی حرکت اوس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور فضلات اوسکے خارج نہین ہوتے- یہ بیان آپکا اوسوقت صحیح اور لایق تسلیم ہے جبتک حیوانات کو ذبح نہ کرین اور ذخیرے خون کے اونکے جسم مین باقی ہون- اور حیوان مذبوح مین یہ قیاس آپکا صحیح نہین ہے اسواسطے کہ خون کے ذخیرے جسوقت ذبح کرنیکے سبب سے جسم حیوانی سے نکل جاوینگے تو بہت کچھ وہ غذا بھی اوسیکے ساتھ نکل جاویگی جو خون کے ذخیرون کے قریب ہے- اور بالفرض اگر کچھ باقی بھی رہجاوے تو اصلاح اوسکی امور مذکورہ بالا سے ہو جاتی ہے البتہ گلا گھونٹے ہوسے جانور مین یہ احتمالات ہوسکتے ہیں
(ہدایت نمبر ۱۷) گوشت کا اضمحلال پیدا کرنا- یہ بھی مسلم نہین کہ عام گوشت اضمحلال پیدا کرتا ہو ذبیحہ کا گوشت اضمحلال نہین پیدا کریگا کیونکہ زہریلے مادون کی اصلاح ہو جاتی ہے البتہ مضعف جگر ضرور ہے- اور بالفرض اضمحلال بھی پیدا کرتا ہو تو ہم پوچھتے ہین دنیا مین کون دوا یا غذا ایسی ہے جو ہر طرح سے نافع ہو اور ہر وقت مین نافع ہو- کچھ نہ کچھ مضرت بالخاصہ ہر شئے مین موجود ہے جسکی اصلاح کبھی از خود آب و ہوا سے ہو جاتی ہے، اور کبھی طبیعت سے اور کبھی اور اشیاء کے ذریعہ سے- اسیطرح سے گوشت بھی ہے-
ہان البتہ یہ سب مضرتین گوشت میتہ مین ضرور ہین چنانچہ حسب ہدایات ڈاکٹر صاحب موصوف مردہ جانور یا وہ جانور جسکا خون جسم سے بذریعہ ذبح نہ نکالا جاوے اوسکے جسم مین خون کے ذخیرے موجود رہینگے اور زندہ ذخیرے موت حیوان سے مرکر جسم حیوان مین باقی رہینگے اسکے باقی رہنے سے مختلف مضرتین ہونگی-
(۱) وہ زہریلے مادے جو جسم مین ہوتے ہین اونکے اخراج کی کوئی سبیل نہین-
(۲) رگ و پٹھے کے کئی گھنٹے تک زندہ رہنے سے اور اسکی حرکت اوس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرکے فضلات پیدا کرینگے اور بکثرت ایسے فضلات جسم مین باقی رہینگے-

(۳) خون جسکے ذریعہ سے سمیت تمام جسم تک پہونچتی رہتی ہے اور وہی خون جو سمیت کو قبول کرتا رہتا ہے جسم مین باقی رہیگا جو ہر وقت زہریلے مادونکو جذب کرتا رہیگا۔
(۴) اگر حیوان مین پہلے سے کسی زہریلے مادے نے بذریعہ خون سرایت کی ہوگی تو وہ بھی اوسکے جسم مین باقی رہجاوینگے اور خارج نہ ہوسکین گے۔
بہرحال جسقدر رگوشت مین مضرتین طبیّ وعقلی ثابت کیجیے وہ سب حیوان مردہ مین بہ نسبت ذبیحہ کے بدرجہا زائد ہونگی۔ پس حیوان مردہ کا استعمال کسی طرحسے طبًّا جائز نہوگا اور اسلام سے زیادہ وہ قومین موردِ اعتراض ہونگی جو بدون خون نکالے حیوان کا استعمال کرتی ہین شریعت اسلام اس اعتراض مین بھی اور قومون کی بہ نسبت سب سے پیچھے ہٹی ہوئی ہے۔ اور قانون گوشت خوری مین بھی مصلح ہے۔
مسلمانون پر یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ جب خدا گوشت پوست اور خون نہین کھاتا تو قربانی کرکے بیفائدہ خون کیون بہاتے ہو جواب اسکا یہ ہے کہ بلا شک خدا کو احتیاج قربانی کی نہین ہے بلکہ نہ روپیہ پیسہ کا محتاج ہے نہ روزہ نماز حج جہاد سے اوسکو کوئی نفع پہونچتا ہے اور اسیطرحسے کسی مذہب کی کوئی عبادت ہو خدا کو اوس سے کوئی نفع نہین ہے حالانکہ صدقہ وخیرات خدا کے نام پر ہر مذہب مین ہے پھر کیا خدا اوس روپیہ پیسہ کو جمع کرکے اپنے مصرف مین لاتا ہے نہین سب کچھ اوسیکا ہے اوسی نے تو ہمکو دیا ہے پر اپنے نام پر ہمسے دلوانے کی اوسکو کیا ضرورت ہے اسیطرحسے ہوم وغیرہ سے خدا کو کیا نفع ہوتا ہے دیکھو اس قسم کے امور سے اصلی غرض خدا کی یہ ہے کہ بندہ نیک اخلاق ہو خدا کی راہ پر دینے سے اوسکو سخاوت کی اعلیٰ صفت سے متصف کرتا ہے قربانی اور نحر سے طعام مساکین کی عادت ڈالتا اور ساتھی اوسکے یہودیون اور ہندؤن کے یہان کے تمام لوط طریقہ قربانی کی اصلاح اور جو قومین گاؤ ماتا کی پرستش کرتے ہین اونکو تنبیہ عملی طریق سے کراتا ہے خدا فرماتا ہے انفقوا مما رزقناکم یعنی جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے اوسمین سے ہماری رضاجوئی کے لیے خرچ کرو پس مسلمان بربنا اس حکم کے اپنے مال کے جمیع اقسام کو راہ خدا مین خرچ کرتے ہین چاندی سونا غلات حیوانات مین زکوۃ دیتے ہین اوسیطرحسے قربانی بھی ہے نہ خدا سونا چاندی غلہ وغیرہ لیتا ہے نہ مثل

اور قومون کے خدا کے لیے ہو جاتا ہے۔
یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ خانۂ کعبہ مین مسلمانون کو قربانی و ذبح کی ممانعت ہے احرام مین شکار کھیلنا منع ہے بس اگر یہ اچھے کام ہوتے تو خواہ نخواہ اس خانۂ محترم مین بھی اوسکی رضا جوئی اس اچھے کام سے کرائی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیا خدا کا گھر عرب کے ایک کونے کی چار دیواری تک ہے محدود ہے اور تمام روے زمین پر اوسکا کچھ عمل نہین اسیطرح سے احرام کی حالت مین شکار کھیلنے کی ممانعت ہے تو کیا عربی مہینے کی خاص تاریخ مقرر ہو سکتی ہے جبکہ انسان کو بالکل ایذا ہونا چاہیے اگر یہ فعل ممدوح تھا تو ہر مقام اور ہر زمانہ مین جائز ہوتا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ احرام کی حالت مین مسلمان ایسے ہوتے ہین جیسے نماز کے اندر جو افعال نماز سے مخصوص ہین اوسکے علاوہ دوسرا فعل نہین ہو سکتا اگرچہ وہ جائز و مباح بھی ہو ہر مذہب مین بہت سے اعمال عبادات ایسے ہین کہ جو مخصوص ہین محل و زمان سے پس کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہر عبادت ہر وقت اور ہر مقام پر کیون نہین ہوتی جو چیزین حلال و مباح ہین ہر وقت مین کھانا پینا اونکا جائز ہے لیکن روزہ اور برت مین اوسکی ممانعت ہے اسیطرح سے ذبح و قربانی ہر وقت جائز کی گئی ہے لیکن حج مین احرام کے زمانہ مین اور خانہ کعبہ مین ممانعت ہے احرام کی حالت مین اور بھی بہت سے مخصوص احکام ہین مثلاً بے سیا کپڑا پہننا اپنی زوجہ سے وطی کرنا پس کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس وجہ سے وطی اپنی زوجہ سے ہمیشہ کے لیے ناجائز ہے اور سیا ہوا کپڑا ہمیشہ پہننا حرام ہے نہین بلکہ یہ ایک خاص عبادت کی جگہہ اور ایک خاص عبادت کے زمانہ مین جسمین دیگر اشیاء مباح بندہ اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اور خاص اپنی منشا سے یعنی حالت احرام مین شکار کی ممانعت اور خانہ کعبہ مین ذبح و قربانی کی ممانعت) اور اسیوجہ سے کہ جہلا یہ نہ سمجھ لین کہ درحقیقت شکار و قربانی بری شئے ہے خدا نے جسطرح سے احرام اور بیت اللہ مین ممانعت کی شکار و قربانی کی اوسیطرح سے حکم تاکیدی دیدیا کہ منیٰ مین پہونچکر ہر شخص ضرور قربانی کرے تاکہ جاہلون کا یہ خیال برطرف ہو جاوے کہ قربانی ناجائز شئے ہے دیکھو قربانی ضرور اچھی شئے ہے مگر ہر اچھی شئے کو یہ لازم نہین ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانے اور ہر مقام پر کیجاوے اور بیشک خدا ہر مقام پر موجود ہے

اور ہر وقت ہر ایک کیساتھ ہے خدا فرماتا ہے ما یکون من نجوے ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا - یعنی تم جہان کہین تین شخص ملکر بیٹھے ہوا و تین جو تھا خدا ہوتا ہے اور جہان پانچ ہوتے ہین چھٹا خدا ہوتا ہے اس سے کم ہو یا زیادہ بہرحال وہ اونکے ساتھ ہے کہین بھی ہون پس نہ کوئی مکان خدا سے مخصوص ہے اور نہ کوئی زمانہ پس خانہ کعبہ ایک عبادت کی جگہ ہے جسے اوسکو بیت اللہ مجازاً کہتے ہین اور شاید انھین معنون مین وید کا منتر بھی ہے جسمین دہرم کی ترقی ہوتی ہے وہ پرمیشر کا وطن مالوف ہوتا ہے،، (دیکھو یجروید ادہیای ۲۰ منتر ۱۰) پس چونکہ خانہ کعبہ پاک و بزرگ ہے اور جو چیز پاک ہوتی ہے وہ بہ پاس ادب ناپاک چیز سے بچایا جاتا ہے اگر ایسا نہین ہے تو جس ادب سے عبادت گاہ مین جاتے ہو ویسے ہی پاخانے مین جایا کرو ویدی مین نجاست ڈالنے سے کیون احتیاط کرتے ہین آخر گھورے پر نجاست ڈالتے ہین کیا جو معبود اگنی مین رہتا ہے وہ گھورے پر نہین ہے وہان بھی کبھی کبھی گرم پانی چڑھایا جاوے -

یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ خون ناپاک شئے ہے اور کوئی انسان اوسکو نہین کھاتا پھر گوشت کہ جو خون کا ست ہے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے یہ غلط ہے گوشت مین چربی و فضلہ سب شامل ہے البتہ خون کا ست دودھ ہے اب یہ بتاؤ دنیا مین کون شخص ہے جو خون کو کھاتا ہو اور دودھ سے بچتا ہو جو چیز دودھ ہے وہی خون ہے لہذا دودھ پینے سے بھی پرہیز چاہیے ورنہ گوڑ کھاتا اور گلگلون سے پرہیز صاف اس لحم خوری مین اسلام نے آزادی کو روکا ہے اور دو اصلاحین ایسی عظیم کی ہین جو کسی مذہب کے واسطے ممکن نہین ہوے ہین -

(۱) شرع محمدی نے سواے ذبیحہ کے اور ہر قسم کے حیوانات کو جو اپنی موت سے مرین یا اوسکو دوسرے عنوانون سے مار ڈالین میتہ قرار دیا ہے - اور ہر میتہ کو نجس و حرام قرار دیا ہے -

انسانی صحت کیواسطے کیسا مفید طریقہ ہے جس سے بہتر دنیا مین کوئی طریقہ نہین جو حیوان صحیح و تندرست ہو اور ہم اوسکو امراض سے پاک دیکھ لین اوسکو

ذبح کرکے کھادین - اور جو حیوانات اپنی موت سے مرے ہین نہین معلوم کون
حیوان کس مرض مین مرا ہے - یا اکثر سانپ یا بچھو کے کاٹے ہوے - مرجاتے ہین -
پس اگر مردہ حیوان لیکر کھاجاتے تو نہین معلوم کس کس مرض مین مبتلا ہوتے - لہذا
میتہ نجس و حرام ہوا اسیطرح سے ہاتھ سے مارکر کھانے مین سوائے اس طریقہ معینہ کے
جو شریعت مین ہے یہ خرابی ہوتی کہ - جاہل قوم عرب کے ہرگز کہنا نہ مانتے بلکہ مردہ
خوری کرنا شروع کردیتے اور اصلی منشار سے شارع کے بیخبر ہوجاتے اسواسطے کہ گلا
گھونٹ کر مارنا - اور مردہ جانور کا کھانا یہ دونون قسمین ایک تصور ہوتین -
دوسری لم ذبح کرنے کی یہ ہے کہ - شریعت اسلام مین امراض روحانی کو امراض
جسمانی سے زیادہ تر سخت سمجھا ہے اور صحت نفسانی کو صحت جسمانی پر مقدم جانا ہے -
گوشت ضرور گرم ہوتا ہے اور طبیعت انسانی مین بالخاصہ وحشت و حیوانیت
پیدا کرتا ہے - ذبح کرنے سے خواہ نخواہ خون جسم کا نکل جاتا ہے جسّے اگرچہ گوشت
کی قوت گھٹ جاتی ہے لیکن حرارت بھی اوسکی کم ہوجاتی ہے اور گوشت کی
بہت کچھ اصلاح ہوجاتی اور بدون ذبح کے کل جسم کا خون ہرگز نہین نکلتا پس بعد
خون نکل جانے کے پھر گوشت سے زیادہ مضرت کا احتمال نہین رہتا اور امراض
نفسانیہ کو بھی مضر نہین رہتا - یعنی خواہش و غصہ اور وحشت ۔ اوس گوشت کے
کھانے سے کم ہوجاتی ہے - عیسائیون پر بھی اس کا ماننا فرض ہے -
اور دلیل اس امر کی گوشت کا اثر نفس پر واقع ہوتا ہے یہ ہے کہ صدہا تجربون
سے معلوم و متیقن ہے کہ جو خاصہ اوس حیوان کا ہوتا ہے ویسا ہی مزاج
انسان کا بھی ہوجاتا ہے -
جیسے اطبای یونانی نے گوشت اسد کو مورث شجاعت لکھا ہے اور تجربہ بھی
اوسپر دال ہے ضرور غیض و غضب کا مورث ہوتا ہے -
گوشت لق لق دافع سموم بھی ہے - اور ذکاوت کو بھی بالخاصہ زیادہ کرتا ہے -
گوشت خنزیر کو یونانیون نے مورث حرص شدید و فساد عقل و زوال مروت لکھا
ہے اور اسپر بھی تجربہ شاہد ہے یہ کل صفات خود خنزیر مین بھی ہین اور جن قومون
مین استعمال اسکے گوشت کا ہوتا ہے وہ سب بداہت عقل ان صفات سے

متصف ہوتی ہین۔ اسیطرح سے اور حیوانات بھی ہین جنکے صفات انسانین پیدا ہوجاتے ہین اور نفس و روح کیواسطے ضرور مضر ہوتے ہین۔ لیکن جہانتک خون کے نکل جانے سے یقین ہوتا ہے کہ اب مضرت اسمین نہین ہے اوسوقت تک اون گوشتون کے استعمال کی اجازت دیگئی ہے اور جن جانورونکی اصلاح ناممکن سمجھی ہے اگرچہ ہم اوسکی مضرت سے ناواقف ہون لیکن خالق اونکا تو ضرور نفع و ضرر کو جانتا ہے اوسنے ہمکو قطعی ممانعت کردی ہے کہ ہرگز اون جانورونکا گوشت نہ کھاؤ۔ مذہب عیسوی مین بھی گلا گھونٹے جانور کے کھانے کی ممانعت ہے چنانچہ توریت کتاب اعمال ب ۱۵ ۲۸-۲۱ مین ہے کہ "کیونکہ روح القدس کو اور ہمین پسند آیا کہ ان ضروری باتون کے سوا تم پر اور کچھ بوجھ نہ ڈالین کہ بتون کے چڑہاوے اور لہو اور گلا گھونٹے جانور کے کھانے اور حرامکاری سے پرہیز کرو انسے اگر تم آپکو بچائے رکھوگے تو خوب کروگے سلامت رہو" دیندار عیسائیون نے اسے منسوخ کردیا ہے۔

(۲) اسلام کا اور ملتونپر یہ بھی احسان ہے۔ کہ اوسنے ہمکو یہ بھی بتادیا کہ کن جانورون کے کھانے کی وجہ سے نقصان جسمانی و روحانی ہے اور کون سے جانور بے مضرت ہین۔ ورنہ حضرت انسان تو ایسے بلانوش ہین کہ کسی کو بھی نہ چھوڑتے تا مہذبون کا ذکر نہین ہے۔ تہذیب یافتہ لوگ مہذب ملکون کے کیا کچھ نہین کھاجاتے۔ امریکہ و یورپ جو تہذیب و شایستگی مین اپنے آپ نظیر سمجھے جاتے ہین (کتا) سور، مینڈک، لال بیگ، گھونگے، سبھی کچھ تو نوش جان فرماتے ہین۔ ہماری مہذب شریعت نے ان جانورون کے کھانے کو نہایت گندگی و بدتہذیبی قرار دیا ہے۔ وسطے صدیون کے عقلمند اون پچھلی قومونکو وحشی و بہائم صفت جانتے تھے جو بیقدری اور آزادی سے ہر شئے کھاجاتے تھے۔ اب تہذیب یافتہ قومون کی یہی تہذیب کہلاتی ہے۔ اس آزادی سے ہمکو آیندہ نتائج کی خبر ملتی ہے کہ یہی مفتخر انسان تہذیب پکارے جاوینگے۔ اور انسان کا گوشت کانٹون سے چھید چھید کر او پر چھریون سے شپاشپ نوش کرینگے۔

اب شراب و مسکرات کو ملاحظہ کیجیے جسمین طبی و اخلاقی ہزارون مضرتین ہین (جسکو آیندہ ہم بیان کرینگے) یہی مہذب قومین کیسے اوسکو بے تکان استعمال کرتی ہین - اتوار عیسائیون مین پاک دن ہے - اوس روز کاروبار دنیاوی کرنا ممنوع ہے - تمام دن یاد خدا مین رہنا مذہبی فرض ہے - گرجاگھر و نمین جانا گھر مین بیٹھکر مذہبی کتب کا مطالعہ کرنا یاد حق مین گذرانا ہر عیسائی کا فرض ہے مگر انگلستان ہی مین اس پاک دنکو جو خاص مالک کی بندگی کیواسطے علیحدہ کر دیا گیا ہے شیطانی راج قائم ہوتا ہے مسٹر اسٹڈ اپنے جدید اخبار مین لکھتے ہین کہ شرابخواری لنڈن مین کسقدر اتوار کو ہوتی ہے - اونھون نے لنڈن کا ایک بہت بڑا حصہ بلاڈنگٹن ،، منتخب کیا ہے جسمین سبسے لوگونکی زیادہ آبادی ہے - خوشحال و تعلیم یافتہ لوگ رہتے ہین اوس مین (۵۹) گرجا واقع ہین مگر (۲۴۹) شرابخانے ہین جنمین سے (۱۶۶) یکشنبہ کو بھی کھلے رہتے ہین لیپنے علیحدہ میونسپلٹی ہے - علیحدہ مدارس مذہبی ہین - اس قصبہ کی شرابخواری کی حالت جانچنے کو (۵۵۰) اشخاص بطور رجورر مقرر ہوئے - کہ تمام گرجاگھر ون اور شرابخانون مین جانے والون کی تعداد قلمبند کرین - معلوم ہوا کہ ایک لاکھ بیالیس ہزار کی آبادی سے صرف (۳۴۳۳۱) مرد اور عورتین تو گرجا مین گئین اور (۱۲۲۱۷۵) شرابخانو نمین گئین - تعداد کی زیادتی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایکبار سے زائد گئے - تفصیل اس اجمال کی یون بیان کی گئی ہے کہ دو پڈنگٹن ،، کے باشندگان سے جو گرجا گھرون کو گئے (۹۰) ہزار زیادہ مرد شرابخانون کو گئے اوسی تعداد کے لڑکون سے جو گرجا گھرونکو گئے (۳۶۳۹) شرابخانون کو زائد گئے - غرضکہ یکشنبہ کو بھی شرابی باشندگان انگلستان شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہین اور حضرت عیسےٰ کو خیر باد کہدیتے ہین (انتہا اخبار ہندوستانی لکھنؤ مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۰۷ء نمبر ۵ جلد ۲۳)

اگرچہ جملہ حیوانات کی حلت و حرمت بجز دلیل تعبد کے اور کوئی دلیل قائم نہین ہوسکتی - لیکن یہ دلیل تعبد بھی ہمارے واسطے حسن عقلی رکھتی ہے جیسا کہ ہم سابقا بیان کر آئے ہین - اور کسی چیز کا سمجھ مین نہ آنا اوسکے حسن کو برطرف نہین کرتا ہے - کیونکہ بالاتفاق حساب و ہندسہ عقلی علمون سے ہے - بہتیرا ہے

کوئی عاقل ہو وہ اگر چاہے کہ ایک حساب جبر و مقابلہ کا یا ایک ثبوت کسی دعوے کا اقلیدس کے کسی شکل کے دیدی تو کبھی خاک بھی سمجھ مین نہ آویگا۔ لیکن اس سے وہ اوسے غیر عقلی نہین جان سکتا۔ بلکہ بعد اوستاد کی تعلیم کے لاکین اون علمون کی جان کے اونکا ٹھیک ہوتا جانیگا۔ اسیطرح سے علم دین کے جو کامل اوستاد ہین وہ لاگین شرع کے حکمون کی عقلی طور پر جانتے ہین اور اجنبی کو اوسمین حیرت ہوتی ہے اور اپنی طبیعت کے زور سے خاک سمجھ مین نہین آتا۔ پس اون چیزونکے عقل مین نہ آنے سے اونکا حسن برطرف نہین ہوتا۔ اسلیے کہ علت ابراہیمی دین خدا ہے اور دین خدا کا عقلی ہونا ضرور ہے کیونکہ اوسکی تکلیف آدمیون کو ہے اور آدمی کی گھٹی مین عقل ہے اور عقل ہی کی بدولت اوسے امتیاز اور حیوانون سے ہوا ہے۔ تو اسے غیر عقلی مذہب دینا ظلم ہے۔ مختصر یہ کہ ہماری عقل ہی کیا اور ہم خود کیا ہین جو ہر شئے کی پوری طور سے لم دریافت کرسکین۔ ہمارے لیے فقط اتنا ہی ثبوت عقلا کافی ہے۔ کہ خدا کے سچے پیگون کی معرفت ہمکو یہ احکام پہونچے ہین اور وہ سب حکمت و دانش مین تمام خلائق سے بہتر و افضل تھے اور حکیم بدون فائدہ عقلی کے کوئی حکم نہ دیگا پس حرمت بعض حیوانات بہ نسبت بعض کے ضرور عقلی ہے اگرچہ ہم نہ سمجھ سکین۔

مثل حیوانات شکاری کے یہ ہمپر اسوجہ سے حرام ہین کہ انکے گوشت مین تجربہ ثابت ہوا ہے کہ بہ نسبت دیگر حیوانات کے زیادہ حرارت ہے۔ اور درندون کے گوشت کھانے سے انسان مین قوت غضبیہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شیر کا گوشت جن لوگون کو کھلا دیا گیا ہے اونمین قوت غضبیہ جو کہ حریف قوت عقلیہ ہے غالب آگئی ہے پس قوت غضبیہ کا قوت عقلیہ پر غالب آنا کمال بد اخلاقی و حیوانیت ہے لہذا شرع مین گوشت ان حیوانات کا حرام قرار پایا۔

خنزیر بالخاصہ قوت شہوانی کو بڑھاتا ہے۔ اور بیحیائی کو بھی۔ اور خمیر اسکا فضلہ انسان سے ہے پس استعمال اسکا خلاف حکمت اخلاق ہے اسی لیے شرع مین بھی منع ہے۔ علاوہ اسکے زمانہ حال کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ سور کا گوشت بے انتہا چھوٹے چھوٹے کیڑون سے بھرا ہوا ہے جو بغیر مدد خوردبین

کے نظر نہین آسکتے جنکی شکل یہ ہے ۞ اسکو رونڈ وارم کہتے ہین یہ کیڑا انڈے دیکر آگے بڑہتا رہتاہے اور بچہ نکلکر اوسکی جگہ پر آجاتے ہین اور یہ مرکر دوران خون کیساتھ باہر نکل جاتاہے اسوجہسے یہ انسانی غذا کے قابل نہین ہے۔

اسیطرحسے بعض دیگر حیوانات کو غور کرنے سے اونمین بھی بالخاصہ اخلاقی و طبی مضرتین پیدا ہونگی۔ اور بعض مین اگرچہ ہماری عقل و تجربہ مضرت پیدا نہ کرسکے لیکن حکیم کے منع کرنے سے ہمارے واسطے عقلاً اوسیطرحسے ممنوع ہے جیساکہ ڈاکٹر و طبیب کسی غذا یا دوا کے استعمال کو منع کرے اور ہم اوسکے خاصہ اور فعل سے بھی ناواقف ہون لیکن استعمال اوسکا ہمپر عقلاً ناجائز ہوگا۔

اسیوجہ سے امام جعفر صادق ؑ نے فرمایاہے کہ " ہر شئے کو خداوند کریم نے ہمپر اسوجہ سے حرام کیاہے کہ وہ خالق ہمارا بھی ہے اور اون اشیائے محترمہ کا بھی۔ ضرور وہ اس امر سے واقف ہے کہ اصلاح ہمارے اجسام کی کن چیزون سے ہوسکتی ہے جن اشیاء سے اصلاح ہمارے جسم کی ہوتی ہے وہ ہمپر حلال فرمائی ہین۔ اور جن اشیاء سے ہمکو مضرت ہوگی وہ ہمپر حرام فرمائی ہین۔ اور پھر بوقت ضرورت جسوقت بدون اون اشیاء کے اصلاح ہمارے بدن کی ممکن ہی نہو اوسوقت وہی حرام اشیاء ہمپر بقدر ضرورت مباح فرما دیئے ہین " جیسے علاج وغیرہ مین مدقوق و مسلول کیواسطے بہ ضرورت شدیدہ سرطان کی خاک کھلانا یا یخنی اوسکے گوشت کی جبکہ علاج ہمارا منحصر ہو اوسی پر۔ پس اگرچہ بادی النظر مین ہمکو کسی چیز مین مضرت محسوس نہ ہوتی ہو لیکن ممکن ہے کہ اوسمین کوئی مضرت ہو جسکو خالق ہمارا خوب جانتاہے۔

اور پھر کیا عدالت و انصاف ہے کہ خدا نے بوقت ضرورت استعمال کو اون محرمات کے بھی ہمپر مباح فرما دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ محض حفظان صحت کیواسطے یہ اشیاء ہمپر حرام ہین اگرچہ ہم مضرت کو اوسکی نہ جانتے ہون۔ جیساکہ حدیث مذکورہ کے تحت مین امام جعفر صادق ؑ نے خود بعض اشیا کی حرمت کی علت بیان فرمائی ہے فرماتے ہین۔

(میتہ) اسوجہ سے حرام ہے کہ ضعف بدن کا مورث ہوتاہے اور قوت جسمانی کو

زائل کرتا ہے اور قطع نسل کا موجب ہے۔ اور زینہ کھانے والے نہ مرینگے مگر مرگ مفاجات
سے (خون) کے کھانے سے (ماء اصفر) ہوتا ہے یعنی صفرے کی زیادتی کا موجب ہے
اور خون آشام لوگ اکثر اوس مرض مین مبتلا ہوتے ہین جو کتے کے کاٹنے سے
عارض ہوتا ہے اور مشابہ بجنون ہوتا ہے جسکو ہندی مین "بورہا" ہونا کہتے ہین
اور خون موجب قساوت قلبی ہے اور باعث ہے کمی مہربانی و ترحم کا حتے کہ
صلہ رحم وغیرہ بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔
(گوشت خنزیر) اسوجہ سے حرام ہے کہ خدا نے ایک قوم کو مسخ فرمایا تھا مختلف
صورتون پر بعض بصورت خنزیر، بعض بصورت بیمون، بعض ریچھ، کی صورت
پر۔ اسیوجہ سے خدا نے ان جانورون کے کھانے سے منع فرمایا تاکہ لوگ
ان سے منتفع نہ ہون اور جس گناہ کی پاداش مین یہ مسخ ہوئے ہین
اوس گناہ کی عظمت کو جانین۔
(خمر) شراب اور کل مسکرات کو اونکے فعل سکر کیوجہ سے حرام فرمایا ہے۔
حضرت فرماتے ہین کہ شرابخوار مثل بت پرست کے ہے (اسواسطے کہ شرابخوار
ایسے نشہ مین ہوتا ہے کہ یاد خدا اوسکے دلمین بالکل باقی نہین رہتی
اور خدا کو بالکل بھول جاتا ہے۔ پس جو خدا کو باختیار خود چند ساعت بھی
اگر دل سے بھلادے اوسکا اسلام یا خداپرستی ہرگز باقی نہین رہی)
پھر فرماتے ہین کہ شرابخواری مورث رعشہ ہے۔ اور شرابخوار بے مروت
ہو جاتا ہے اور محارم آلہی پر (بلکہ جو عقلاً چیزین حرام ہین انپر بھی) اوسکو جرأت
وجسارت ہو جاتی ہے مثل قتل عمد۔ وارتکاب زنا اور فواحش کے۔ اور
شرابخوار لایعقل مانند مجنون کے ہو کر بجز شر کے کبھی خیر پر آمادہ نہین ہوتا۔ اب
انصاف فرمائیے کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے۔ کیسا درست وبجا ہے اب ہم ہر ایک
امر کو عقلاً ثابت کئے دیتے ہین۔
(میتہ) کیا میتہ ضعف بدن کا باعث نہین ہے۔ ذبیحہ کو تو آپ نام رکھتے ہین کہ
خون نکل کر بالکل پھوک رہجاتا ہے۔ اور جو مردہ ہو گیا اگرچہ اوسکے جسم مین

× دیکھو بحث مسخ ہماری کتاب فلسفۃ الاسلام مین ۱۲ منہ

اجزائے دموی موجود ہین - لیکن اسپر کیا دلیل ہے کہ اون اجزا کی خاصیت اب بھی وہی ہے جو کہ قبل موت تھی - ضرور موت سے جسم فاسد ہو جاتا ہے اور آثار بدل جاتے ہین - اور دلیل قوی اسپر یہ ہے کہ قبل موت اس خون سے اعضا مین نشو و نما ہوتی تھی - اور جن اعضا مین یہ خون دورہ کرتا تھا وہ اعضا با حس و حرکت رہتے تھے مرتے ہی خون جذب ہو جاتا ہے اور صحت و حیات کے کل احکام اوسپر سے زائل ہو جاتے ہین اور یہ بدیہی دلیل ہے خون کے فاسد ہو جانے اور آثار بدلجانے کی -

دوسری دلیل ہماری تجربہ ہے جو قومین بدون ذبح کیے جانور کھاتی ہین ہرگز قوت و طاقت مین وہ اون قومون سے زائد نہین ہین جو ذبیحہ کھایا کرتے ہین اور کوئی دلیل اون لوگون کے قوت دار ہونے پر نہین ہے - کرکٹ، و فٹ بال، و دیگر ورزشی کامون مین ہمیشہ ہندوستانی غالب ہینگے باوجودیکہ آب و ہوا ہندوستان کی خود ضعیف ہے اور جہانکی آب و ہوا قوی ہے مثل ایران و عراق و حجاز و کابل وغیرہ کے اونکا مقابلہ کسی یوروپینی، یا فرانسیسی، جرمنی، وغیرہ سے کراکے دیکھیے تب آپکو مردہ خوری کی طاقت و قوت کی پوری آزمایش ہو جاوے مردہ خوری سے ضرور قوت جسمانی زائل ہوتی ہے جیسا کہ ہم مشاہدہ کر رہے ہین اون قومونکو جو مردہ خوار ہین امام علیہ السّلام نے مردہ خوری کو باعث قطع نسل بھی فرمایا ہی آپکو کمال تعجب ہوگا اور بہت زور سے آپ اسکے انکار و رد پر آمادہ ہو جاوینگے مگر نہین تعجب نہ فرمائیے ہمسے پہلے سن لیجیے -

جسقدر برسہا برس کے تجربون کے بعد آپنے ہر دوا مین آثار و خواص جانچ لئے ہین - کبھی آپ کو ایسا واقعہ بھی درپیش ہوا ہے یا نہین کہ آپ اوسی دوا کو با محل مریض کو بار بار استعمال کرا رہے ہون لیکن ہرگز وہ دوا موثر نہ ہوتی ہو ضرور صدہا بلکہ ہزارہا بار یہ آپکو اتفاق ہوا ہوگا - اگر ایسا نہ ہوتا اور ہر دوا حکما اثر کرتی تو پھر کوئی شخص آپکے علاج سے کیون مرتا صدہا دوائیان خاص ایک مرض کی آپ استعمال کرا دیتے ہین لیکن کچھ اثر نہین ہوتا اور مرنے والا اوسی مرض مین مرجاتا ہے - صدہا بخار و سرسام مین مرجاتے ہین اور آپ علاج

بھی کرتے ہونگے۔ پھر اون دواؤن مین اثر باقی نہین رہے اور تجربہ آپکا غلط ہو گیا ہرگز نہین۔ سب دوائیان اگرچہ مرض کیواسطے بالخاصہ مفید ہین تو بعض امراض کی مورث بھی ہین پھر کیا ہمیشہ وہ مرض ہو ہی جاتا ہے ہرگز نہین اکثر مضر نہین ہوتین۔ پس اسیطرح سے مردہ خوری کو باعث قطع نسل کا بتایا ہے اور میتہ بالخاصہ موجب قطع نسل ہے۔ اگر یہ اثر اوسنے کسی وقت مین ظاہر نہو یا خاص محدود ہو کسی فصل و کسی وقت کیساتھ یا کسی قوم کیساتھ تب بھی آپ کیا اعتراض کر سکتے ہین اور کیونکر آپ اس خاصہ کے منکر ہو سکتے ہین۔

علاوہ میتہ عام ہے موت کو ممکن ہے کہ جانور کسی مرض مین مبتلا ہو کر مرا ہو یا کسی جانور کا کاٹا مر گیا ہو مثل سانپ و بس کھوپرے وغیرہ کے اب فرمائیے کہ ایسی میتہ کو استعمال کرنے سے ضعف بدن کیا بلکہ دفعۃً اوسکا زہر اثر کرنے سے مرگ مفاجات اور موت ناگہانی کا بھی وقوع ہو سکتا ہے قطع نسل کیسی یہ خود تشریف لیجا وینگے اور یہ امر بدیہات سے ہے مثل آپکے عرب مین۔ بلکہ عرب کی خصوصیت نہین ہر قوم پر جبکہ میتہ حلال ہوتا تو جہان کہین کوئی جانور مرا ہوا ملجاتا ہے دغدغہ ہم نوش جان کیسے تو کیا انواع انواع کے امراض مین مبتلا ہونیکا خوف نہین تھا ضرور مرگ مفاجات بھی ہوتی جسنے قطع نسل بھی لازمی تھی اگر کم ضرر ہوتا تو امراض مین مبتلا اور حدوث امراض سے ضعف بدن و کم طاقتی بھی ہوتی۔

(خون آشامی) سے قساوت قلبی و قلت ترحم کا ہونا بدیہی ہے اسلیئے کہ یہ امر تجربہ معلوم ہے کہ جو لوگ رقیق القلب ہین وہ کبھی خون نہین دیکھ سکتے فصد کھلتی نشتر لیتے دیکھکر غش کر جاتے ہین کبھی جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح نہین کرتے اور اگرچہ بار زبردستی کسی ایسے شخص سے فصد کھلوائی جاوے یا جانور ذبح کرایا جاوے پھر اوسکی رقت قلب ویسی نہین رہتی ہے کہ خون آشامی یہ ضرور ترحم کو دل سے دفع کریگی۔ اب رہا صفرہ کا پیدا کرنا یہ ظاہر ہے کہ خود گوشت جگر کے فعل کو خراب کرتا ہے۔ اور خون بھی بنا بر تشبیہ

مرنے کے بعد جسم مین شکر مین تبدیل ہو جاتا ہے - پس معلوم ہوا کہ اسمین
صلاحیت صفرا پیدا کرنے کی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ خون مضم
نہین ہوتا اکثر قے وغیرہ ہو جاتی ہے - جب خون مقی بھی ہے تو ضرور جگر
کو صفرا خارج کرنے کیطرف مائل کریگا اور قے کیوجہ سے جب جگر مین تحریک
ہوگی تو بکثرت قے لانیکا بھی احتمال ہوسکتا ہے -

اب رہی دیوانگی اور بوراجانا یہ بھی خون آشامی سے ممکن ہے اسواسطے
کہ خون نہایت گرم شئے ہے اور زیادہ حرارت سے اکثر امراض دماغی کا حدوث
ممکن ہے خصوصاً گرم مزاجون کو اور قطع نظر اسکے ممکن ہے بالخاصہ اسمین اثر
ہو جسپر کوئی دلیل لانے کی وجہ نہین اور جبکہ ہم یہ بھی ثابت کر چکے کہ خون ہی
جاذب سمیات ہے تو خون آشامی مین گویا سم خورنے ہے اور سمیت کا
ہونا بدیہیات سے ہے جو لوگ گوشت کو مضر جانتے ہین - وہ خون کو بدرجہ
اولا مضرت رسان خیال کرینگے -

اکثر دوائیان دنیا مین ایسی ہین کہ انکو دیکھنے سے صدہا نئے تجربے ہمکو حاصل
ہوتے رہتے ہین انھین ادویہ مستعملہ مین بہت خواص وآثار روز بروز ہمکو
تحقیق ہوتی جاتی ہین ہم ہرگز کسی دوا کی نسبت یہ نہین کہہ سکتے کہ جو ہمکو بتجربہ
اسکے خواص معلوم ہوئے ہین بس اسیقدر ہین - اور کوئی شخص دوا مین کوئی
اثر غیر مشہور بتاوے اوسکا بھی ہرگز ہم انکار نہین کر سکتے اگرچہ اسوقت
ہمارے تجربے مین وہ غلط ظاہر ہوتا ہو لیکن تھوڑے عرصہ گذرنے کے بعد
ہمکو اوسیکا اقرار کرنا پڑتا ہے روز مرہ کے مشاہدہ ہمارے اسپر دال ہین
جب یہ حالت نقص کی ہماری عقل و تجربہ کی ہے تو پھر ہم کیونکر کسی کے
قول کی تکذیب کر سکتے ہین خصوصاً وہ حکیم لوگ جنکی عقل وفہم وفراست کو انکے
ہمعصر تو مانتے ہی ہوئے تھے ابھی بھی کوئی امر انکا خلاف عقل نہین معلوم
ہوتا - اور پھر ملہم ہونا بھی انکا دلائل عقلیہ سے کتب کلامیہ مین ثابت
ہو چکا ہے اور اس بحث کو ہم بھی فلسفۃ الاسلام مین لکھ چکے ہین - جب
ایسے لوگ ہمسے کسی امر کو کہدین جنکے واسطے خطاء عقلی محال ہو تو پھر ہمکو

کیا جائے انکار ہے۔ اگر ہم انکار بھی کر سکتے ہین تو اسیقدر کہ اس حدیث وخبر کو خبر واحد سمجھکر اعتنا نہ کرین۔

(گوشت خنزیر) کی ممانعت اسوجہ سے ہے کہ یہ منجملہ مسوخات سے ہے اور شدت عقوبت وعظمت عذاب کیوجہ سے اون سے منافرت کا حکم دیا گیا ہے اس علت سے معلوم ہوا کہ جسقدر مسوخات ہین اور سب کے کھانے کی ممانعت ہے اور یہی علت اونکی حرمت کی ہے اور کیا اچھی اخلاقی بات اسمین ہے اگر انصاف سے دیکھو تو ضرور لایق مدح ہے۔ اسلام نے ان مسوخات کو کھانے ہی کی نہین ممانعت کی ہے۔ بلکہ پالنے اور پرورشش کرنے کی بھی ممانعت ہے اسقدر ان سے پرہیز کرنیکا حکم دیا ہے کہ نجس قرار دیا ہے اس تعلیم مین ایک بہت بڑا اخلاقی سبق یہ ہے کہ جن وجوہ سے یہ قومین غضب الٰہی مین مبتلا ہو کر مسخ ہوئی تھین اون گناہونکی عظمت کا اظہار ہے اور انسان کو اون گناہون سے پرہیز کرنیکا سبق دیا گیا ہے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ ایسے ہین جنکے ارتکاب سے لوگونکو مرتکب سے بچنا اور تنفر کرنا لازم ہے تاکہ دوسرونکے واسطے عبرت ہو اور وہ اس خوف سے کہ لوگ ہمسے پرہیز کرنے لگین گے ان کبایر سے محفوظ رہین بداخلاقی کی کمال مذمت اس طریق سے کی گئی ہے اور یہ تعلیم ہوئی تھی کہ بداخلاقون اور گناہگارون سے اسی طرحسے پرہیز کرو جسطرحسے کلب وخوک سے بچنے تمکو پرہیز کا حکم دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلام نے بلاضرورت بداخلاقون اور کافرون سے محبت کرنے اور ہم صحبت ہونے اور زیادہ خلا ملا کی ممانعت کی ہے کیونکہ اونکی بداخلاقی ان مین بھی سرایت کریگی۔ اور بداخلاقون سے عداوت ودشمنی رکھنے سے آخر مین بداخلاقیون سے اسکو بھی نفرت ہوگی اور انسان بداخلاقی سے نفرت کرتے کرتے خود با اخلاق بنجا دیگا۔ پس یہ بہت بڑا اخلاقی سبق ہے جس سے لوگ غافل ہین۔ اور بذریعہ توالد وتناسل ان مسوخات کو ہم مین خدا نے اسواسطے رکھا ہے تاکہ یہ زندہ مثال ہون اوس قوم کی جو کثرت عصیان کیوجہ سے مسخ ہوئی تھی اور باعث عبرت ہون انسان کیواسطے جب انسان انکی طرف

نظر کریگا معا اوسکو یہ خیال ہوگا کہ جن بداخلاقیون کیوجہسے انمین مسخ جسمانی ہوا ہے اسیطرحسے ہم مین مسخ روحانی ہوتا ہے اور انسان حیوان بنجاتا ہے اور اسیطرحسے لائق تنفر ہوتا ہے جیسے یہ چند حیوانات لایق تنفر ہین۔

(شرب خمر) کے جسقدر نتائج ارشاد ہوے ہین انمین توکسیکو کچھ کلام ہی نہین ہوسکتا شرابخوارون سے ہرقسم کے امور قبیحہ کا ارتکاب ہوا کرتا ہے شراب بلکل مسکرات خواہش وغصہ کے مددگار رہوتے ہین۔ اور خاص یہ دوا خواہشی قوتون کی مدد کے لیے کیجاتی ہے۔ اور خواہش وغصہ دونون عقل کے حریف ہین۔ اور حکمت واخلاق وحکمت ناموس کا اسپر اتفاق ہے کہ عقل کو اوسکے حریفون پر مسلط کرنا چاہیے اور یہی انسانیت ہے۔ نہ یہ کہ عقل کے حریفون کو ہم عقل پر مسلط کرین کہ یہی حیوانیت ہے۔ اور یہ ناپاک چیز ضرور عقل کو کھوتی ہے اور اوسکے حریفون کی مددگار رہوتی ہے تو یہ خود عقل کی حریف ہے اور عقل سے بڑھکر کوئی نعمت خدا کی نہین ہے تو اوسکے حریف کو اوسپر غالب کرنا اگرچہ ایک طرفۃ العین ہی ہو کافی ہے نعمت خدا کے ضایع کرنیکے لیے اور یہ توہم کہ شراب بالقوۃ عقل کو بڑھاتی ہے ثابت نہین۔ بلکہ ممکن ہے کہ یہ خیال خام اوسی قسم سے ہو کہ جو نشہ ہوتا ہے اجتماع حواس سے اوس عادی چیز کی طرف عود کرنے کے کہ جو مدت سے ترک ہو۔ علاوہ اسکے اسکا عقل کو زیادہ کرنا معارض ہے اسکی خواہش اور غصہ کے زیادہ کرنے کی اور ترجیح بدی کیجانب ہے پس لحاظ اوسکی ضد کا ترجیح مرجوح ہوگا۔ اور جو ایک حیوانی حرکت موجب عبث اور طمع واسراف کا ہوگی اور بالکل صلاح عام کے خلاف ہے۔ اور لہو ولعب کہ جو خواہش کے صیغہ کا مددگار رہے اور اکثر منجر بغیظ وغضب کیطرف بھی ہوتا ہے۔ پس حیوانی کام ہوا۔

پھر اس سے طرح طرح کی بیماریان بھی ہوتی ہین ذرا جسمی حالت پر بھی نظر کیجئے کہ اس ناپاک شئے سے کون کون سے اعضا جنپر مدار حیات ہے خراب ہوکر انسان کو اوس مقام کی سیر کرادیتے ہین جسکا نام قبر ہے کتب طبیہ مین اسکی شہادتین بکثرت موجود ہین اور نہین تو ذرا روز شفاخانون کی سیر ہی کر لیا کیجیے دو ہی چار روز

ہین آپکو کثرت سے ایسے مایوس العلاج مریض نظر آوینگے جنکی بیماریونکا سبب محض شراب ہی ہے۔

اب ہم دو چار مرضون کے نام بھی لکھکر آپکو اسکی برائیون سے اور بھی آگاہ کیے دیتے ہین۔

جگر مین امتلای دم جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (کنجیسچن آفدی لیور) کہتے ہین یہ مرض اسی شراب کی بدولت پیدا ہوتا ہے گو اس مرض کا و نیز دیگر امراض کے جنکا ہم ذیل مین ذکر کرینگے اور اسباب بھی ہو سکتے ہین مگر نہین ہم یہان صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ ان امراض کا سبب شراب بھی ہے۔ چنانچہ ہمیشہ فتور معدہ اور امتلای دم۔ جگر مین شرابیون کے لئے بکثرت ہوتا ہے اور ہر وقت شرابی کا جگر مستعد رہتا ہے اس مرض کے قبول کر لینے مین اب ورم جگر کو دیکھیے کہ شراب پینے والونکو کسقدر ہوتا ہے۔ اگر یہ ورم رفع ہو گیا تو خیر (بعلاج) حالانکہ اسی شراب کی بدولت کل پھر ہو جاویگا نہین تو اسی ورم کیوجہ سے صدہا کو استسقا ہو گیا ہے اور بدون جان لیے دفع نہین ہوتا۔

جگر کا دبل، زیادہ تر اسی شراب کی بدولت ہوتا ہے اکثر تو ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ جب دبل جگر کے مریض سے دریافت کیا گیا تو ہمیشہ سبب اسکا کثرت شراب ہی معلوم ہوا۔

اکثر شراب کے سبب سے ورم جگر اور اوس سے یرقان بکثرت دیکھنے مین آیا ہے۔ جگر کا بڑھ جانا۔ جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (ہائپرٹرونی آفدی لیور) کہتے ہین و صغر الکبد، جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (سروسس آفدی لیور) کہتے ہین اکثر اسی شراب کے نتائج ہوا کرتے ہین۔ خصوصًا سروسس آفدی لیور، یعنی صغر الکبد تیز شراب مثل برانڈی وغیرہ کے پینے سے ہوتا ہے۔ اب آپ ذرا غور کرین کہ ان مہلک امراض سے کتنے آدمی بچتے ہین اور کتنے مرتے ہین ہمنے تو ایسے مریض اکثر مرتے ہی دیکھے اور سُنے شاذونادر ایسا مریض بچتا ہے ورنہ سوائے موت کے چارہ نہین۔

"نقرس" کا مریض اگر کبھی آپکی نظر سے گذرا ہوگا تو آپکو اوسکی حالت دیکھکر بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اسکے درد سے مریض کسطرح ماہی بے آب کیطرح تڑپتا ہے اور پھر جسے یہ مرض ہوگیا تو پھر تمام عمر اوسنے اوس سے نجات نہین پائی - جب دورہ ہوا جان پر آبنی پھر ہزارون طرحکی تکمید کیجیے پولٹس باندھیے مخدر ادویات لیپ کیجیے کیا مجال کہ رفع ہوجاوے - اور پھر جبکہ مرض اعصاب اندرونی مین سرایت کرجاتا ہے تو وہان کیا خرابیان پیدا کرتا ہے اور مریض کو ہلاک کر دیتا ہے - یہی نقرس کا درد ہے جسکا علاج کرتے کرتے تھک کر اور درد کی نہ برداشت کرکے (مسٹر ہیر نگٹن ڈپٹی کمشنر گجرات) نے اپنے تئین پستول مار کر ہلاک کر ڈالا سبب اسکا زیادہ تر کتب طبیہ مین شراب ہی دیکھا گیا ہے - جب اس مرض کا اثر جسم مین سرایت کرجاتا ہے تو اکثر اعضائے اندرونی مرض مین مبتلا ہوجاتے ہین جنکی تفصیل کتب طبیہ مین موجود ہے -

پیشاب مین ریت کا آنا - یہ ریت کئی قسم کی ہوتی ہے - مگر اور اقسام کا ذکر ہم نہین کرنا چاہتے - یہان صرف اوس قسم کی ریت کا ذکر کرتے ہین جو سرخ رنگ کی ہوتی ہے - اور جسکا سبب الٰہی کمبخت شراب ہے - ریت آنے سے اول تو یون ہی آدمی درد کمر اور کمزوری اور ضعف معدہ مین مبتلا رہتا ہے مگر یہ بیماریان ایسی ہین کہ جنکی طرف نہ مریض توجہ کرتا ہے نہ آپ ہی کچھ خیال کرینگے بلکہ یون فرما دینگے کہ یہ تو اکثر آدمیون کو یون ہی رہا کرتا ہے اب ہم اوس حالت کا ذکر کرتے ہین جس سے مریض پر تو جو گذرتی ہے وہ تو وہی جانتا ہے یا خدا - مگر دیکھنے والے تک پناہ مانگتے ہین - اب سنیئے جسوقت تک ریت آتی رہتی ہے اوسوقت تک تو غنیمت ہے - لیکن جب یہ ریت کنکری بنکر گردے سے گذرتی ہے اور مریض ماہی بے آب کیطرح تڑپتا ہے اوسوقت شراب کے پینے کا لطف آتا ہے - اتفاقان فصد وغیرہ کی الگ تکلیف اور درد تو ہلاک ہی کر ڈالتا ہے - یہ پتھری اگر گردہ سے گذر کر مثانہ مین آگئی تو جان بچگئی لیکن مثانہ مین جمع ہو ہو کر اب جو ایک بڑی پتھر بنا

بنگئی اوسکا نکلنا تو بجز دستکاری کے ناممکن ہے۔ ابھی دستکاری دور ہے ڈاکٹر صاحب جب تشریف لاوینگے اوسوقت بیہوشش کر کے خواہ یون ہی چاک کر کے خواہ مثانہ ہی کے اندر بذریعہ آلہ کے چورہ کر کے نکالینگے لیکن پیشاب بند ہونے سے اور درد خراشش مثانہ سے جو تکلیف ہے ذرا اوسے ملاحظہ فرمائیے۔ اور پھر جب ڈاکٹر نے پتھری کو توڑ کر یا چاک کر کے نکالا اوسکی تکلیف یہ سب ناظرین کے قیاس پر چھوڑا جاتا ہے۔

"ڈلیسریم ٹریمنس" یہ ایک مرض ہے جسکا ترجمہ ہذیان وبیخودی ہے سبب اسکا شراب ہی ہے۔ دیکھیے یہی (ڈلیریم ٹریمنس) ہے جسمین دماغ مین ورم اور کبھی مریض دیوانہ ہو جاتا ہے۔

"آتشک" جسکو دنیا ام الامراض کہتی ہے کیا شراب کے سبب سے نہین پیدا ہوتی (ڈاکٹر رحیم خان بہادر آنریری سرجن میڈیکل فیلو وممبر سینٹ پنجاب یونیورسٹی سپرنٹنڈنٹ مدرس علم وعمل طب میڈیکل اسکول لاہور) اپنی کتاب "طب رحیمی" مین لکھتے ہین کہ اگر مجھسے کوئی پوچھے کہ آتشک کی مان کون ہے تو ہم پکار کر کہینگے کہ آتشک شراب کی بیٹی ہے اور بہتیری برائیون کی مان بھی ہے" آتشک وہ مرض ہے جسکو دنیا جانتی ہے اور صدہا مریض اسی کی بدولت سل، وجع مفاصل، اور دیگر امراض مثل اسکے کہ کسیکی ناک کا بانسہ سڑ گیا کسیکے تالو مین چھید ہو گیا۔ اور بہت سے امراض جلد سے جنکی فہرست لکھی جاوے تو ایک دفتر ہو جاوے۔ مگر اتنا ہی اس مقام پر کافی ہے کہ کوئی جلدی بیماری ایسی نہین جو شراب کے سبب سے نہ پیدا ہوتی ہو۔

شرابیون مین سل، دق کا ہونا بھی بہ نسبت ان لوگون کے جو شراب نہین پیتے زائد دیکھنے مین آیا ہے۔ اسیطرح سے بہت سے امراض اس ام الخبائث کیوجہ سے ہوتے ہین جنکی تفصیل مین طول ہوگا۔ اب ہم مختصر ایک تقریر کرتے ہین۔

یہ امر ظاہر ہے کہ شراب سے دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ اور اس سے کوئی طبیب و ڈاکٹر انکار نہین کر سکتا۔ نتائج اسکے اگرچہ بہت ہین مگر ہم صرف چند ہی بیان کرتے ہین اسلیے کہ اختصار مد نظر ہے۔ جب یہ امر ثابت ہے

کہ شراب ایسی چیز ہے جس سے دوران خون تیز ہوجاتا ہے۔ تواب یہ ظاہر ہے کہ ایسا شخص جسکا دوران خون تیز رہیگا اول تو۔ طبیعت اس شخص کی اورام حادثہ مین مبتلا ہونے کے لیے زاید مایل رہیگی پھوڑے پھنسیان زائد نکلین گی دوسرے بخار وغیرہ ایسے اشخاص کو زائد ہوگا۔ علاوہ اسکے جب دوران خون تیز ہوگا تو اسوجہ سے کہ خون دماغ کیطرف زائد رجوع کریگا بیخوابی پیدا ہوگی اور جو مضرتین نیند نہ آنے سے پیدا ہوتی ہین وہ محتاج بیان نہین اختلاج قلب بھی لازم ہے۔ استسقا بھی ممکن ہے۔ صفائی خون بھی پورے طور پر ناممکن ہے اسلیے کہ موافق اصول ڈاکٹری جب خون وریدی (سیاہ یا غیر صاف شدہ) ششش مین آتا ہے تو تنفس کے ذریعہ سے اس خون پر (آکسیجن) جو ایک قسم کی ہوا ہے اسکا اثر پہونچتا ہے اور "کاربن" (کوئلہ) خارج ہوجاتا ہے جس سے خون صاف ہوکر سرخ ہوجاتا ہے۔ اب جسوقت کہ دوران خون تیز ہے تو دورہ اسکا ششش مین بھی بہ تیزی گذریگا جسکے سبب سے "اکسیجن" کا بھی اثر کم ہونے پاویگا اور "کاربن" بھی کم خارج ہوسکیگا اسلیے اوسکی صفائی مین نقصان واقع ہوگا جسکا نتیجہ بہت سے امراض ہین اور بیان کی ضرورت نہین۔

اب ایک امر کیطرف ہم اپنے ناظرین کی توجہ کو مبذول کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ ڈاکٹری اصول مین از روے علم کیمیا یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ بہت سے قسم کے زہر ایسے ہین جو خون مین سرایت کرنیکے بعد تہ نشین رہتے ہین اب ہم یہ کہتے ہین کہ جب کوئی اسی قسم کا زہر جسم مین سرایت کرگیا جو خون مین تہ نشین ہے تو ممکن ہے کہ کسی وقت مین خود بخود فنا ہوجاوے۔ یا یون ہو کہ یون ہی پڑے پڑے بیکار ہوجاوے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ کم سے کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ اوسکا اثر دیگر اعضا پر کم کم پہنچیگا جسکو طبیعت آسانی سے دفع کردے اور اسیطرح وہ زہر کچھ عرصہ کے بعد زایل ہوجاوے۔ اب فرض کرلو کہ کوئی اسی قسم کا زہر جسم انسان مین سرایت کرگیا جو کہ خون مین تہ نشین ہے۔ مگر اون حضرت نے شراب نوش فرماکر دوران خون تیز کردیا ایسی حالت

مین نتیجہ اسکا یہ ہوگا کہ وہ زہر پوری طور سے ہر رگ وپے مین اور تمام اعضا مین بہت جلد پہونچکر اپنا پورا پورا اثر ظاہر کردیگا۔ اور یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ ایسے امراض حادہ یا یون کہیے کہ جو امراض تیزی کیساتھ فوراً اپنا اثر جسم انسان پر ظاہر کرتے ہین اکثر مہلک ثابت ہوتے ہین۔ اسلیے کہ اسمین علاج کا موقع بہت کم ملتا ہے اور مریض جلد تلف ہوجاتا ہے۔ اور حقیقت مین جلد ہلاک ہوجاتا کچھ بعید نہین کیونکہ جب بسبب زیادتی دوران خون اس زہر کا اثر تمام جسم مین دفعتاً پہنچ گیا تو ظاہر ہے کہ اعضائے رئیسہ بھی مبتلا ہوجا دینگے اور جب اعضائے رئیسہ مین سے کئی ایک عضو ایک ہی وقت مین اثر زہر سے متاثر ہوگئے تو پھر کیونکر مریض جلد نہ ہلاک ہوجائے۔ حالانکہ جب اعضائے رئیسہ مین سے صرف ایک عضو مبتلا ہوجاتا ہے تو مریض کا بچنا دشوار ہوجاتا ہے نہ کہ جب کئی مبتلا ہون اور وہ بھی ایک ہی وقت مین تو پھر زندگی کیونکر ممکن ہے۔

ہمارے نزدیک اسیقدر مضرتین بیان کرنا سمجھدار آدمی کے لیے کافی ہین ورنہ اگر اسکی برائیان آدمی تحریر کرے تو ایک دفتر ہوسکتا ہے۔

پس ہمکو نہایت احسانمند اور شکرگذار ہونا لازم ہے اوس حکیم وعلیم کا جسنے ہمارے فائدہ کی بات ہمکو بتائیے اور مضرات سے بچنے کیواسطے ہمکو سخت تاکید کی۔ اگرچہ ہم اون مضرتون پر مطلع نہ ہون لیکن ہمارا خدا تو ضرور جانتا ہے کہ کون شئے انسان کیواسطے مضر ہے اور کون مفید ہے۔

جیساکہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ خدا ہی تمھارا بھی خالق ہے اور ان اشیاء کا بھی خالق ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کس چیز سے صلاح جسم انسانی ہوتی ہے اور کون شئے مضر ہے۔ جو چیز حافظ صحت انسانی تھی وہ جائز و مباح ہوئی جو مضر تھی وہ حرام کی گئی یہ اوسکا تفضّل وکرم ہے۔ پھر اسنے زیادہ رحمت کو غور کیجیے کہ بوقت ضرورت وہ حرام شئے بھی ہمپر جائز و مباح ہوگئی بقدر ضرورت اس مقام پر دو شبہہ اور بھی ہوتے ہین جنکا دفع کرنا ضروری ہے۔

(۱۱) کیا وجہ ہے کہ محرّمات آلٰہی مین جو مضرت ہوتی ہے وہ ہمکو محسوس نہین ہوتی اگرچہ بعض اشیاء کی مضرت معلوم ہو لیکن جملہ محرّمات کی مضرت ہمکو نہین محسوس ہوتی۔

(جواب) یہ ہے کہ ابھی طب آپکی ناقص ہے لاکھ آپ تحقیق و تدقیق کرین پھر بھی بہت کچھ نقص آپکی طب مین موجود ہے آج بھی باوجودیکہ علم تشریح و طب کی پوری ترقی کا آپکو دعویٰ ہے مگر سوا‌ے استحسانات عقلیّہ کے قطعی طور سے آپ نہین ثابت کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ امراض کا سبب آپنے منحصر فساد غذا اور ہوا مین قرار دیا ہے اور امراض غیر مادّی۔ و غیر مزاجی سے آپ بالکل بے بہرہ ہین۔ مرض الموت مین آپ سب ہی عاجز ہین۔ خواص و آثار ادویہ و افعال اعضا کو ابھی آپنے بخوبی نہین جانا ہے۔ اور دلیل اسپر یہ ہے کہ اگر آپ یقینی طور پر ان امور کو جان گئے ہوتے تو اب ترقی تحقیق کی ختم ہو جاتی اور روز بروز نئے تجربے آپکو نہ حاصل ہوتے اس روزانہ ترقی سے بہ بداہت عقل یہ ثابت ہے کہ ابھی ترقی محدود نہین ہوئی اور تحقیق آپکی ہر امر مین ناقص ہے۔ ہر شئے مین صدہا خواص و آثار ہین جو آپکو معلوم نہین اور روز بروز معلوم ہوتے جاتے ہین۔ پھر آپ کسی دوا کے فعل و اثر کا کیونکر انکار کر سکتے ہین۔ دیکھنے، سونگھنے، کھانے، لگانے، باندھنے مین ہر طرح سے مختلف اثر ہوتے ہین کھانے سے دوا کے کچھ اثر ہوتا ہے سونگھنے سے کچھ اور اثر ہو جاتا ہے لگانے سے اور ہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صدہا ایسی چیزین طب یونانی و ڈاکٹری دونون مین موجود ہین لاکھ آپ کیمسٹری کے ذریعے سے دریافت کر چکے ہون پھر آپ کسی شئے کی پوری ماہیت نہین بتلا سکتے۔ نہ آپکو یہ معلوم ہے کہ موت کب آویگی نہ کسی شخص کی عمر کا پورا تخمینہ یقین کیسا تخمینہ آپ کر سکتے ہین۔ پھر آپ کیونکر اس امر سے انکار کر سکتے ہین کہ محرّمات الٰہی انسان کیواسطے مضر نہین ہین۔ جب آپ آثار و افعال ✗ سے جسم انسانی کے بھی بخوبی واقف ہوتے اور آثار و خواص سے ادویہ کے

✗ کتاب فلسفۃ الاسلام مین اس بحث کو ہمنے لکھا ہے ملاحظہ ہو ۱۲- منہ

بھی بخوبی آپکو اطلاع ہوتی اور تحقیق و جانچ آپکی ختم ہو چکی ہوتی اوسوقت البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ محرمات الٰہی مین کوئی مضرت نہین - باوجودیکہ امراض روحانیہ سے تو آپ حتمًا نابلد ہین بہت سے ایسے اشیا ہین جنکا اثر اخلاق و نفس انسانی پر واقع ہوتا ہے جسطرحسے دوا مین امراض جسمانی کے دفع کرنیکا اثر ہے اوسی طرحسے دوا مین امراض روحانی کے دفع کرنیکا بھی اثر ہے اور اکثر اشیاء امراض روحانی کے بھی مورث ہوتے ہین - جیسا کہ طب یونانی مین یہ امر بخوبی ثابت ہو چکا ہے اگرچہ طب جدید مین نہ ہو - مثل اسکے کہ گوشت خنزیر بیحیائی بڑھاتا ہے - شراب و مسکرات ارتکاب کبایر کی مورث ہین - پیہ خر اگر مکان کے دروازہ مین ملدین تو گھر والون مین لڑائی برپا ہو (دیکھو ذخیرۂ خوارزم شاہی) گینڈے کی چربی ملنے سے لوگون کے دل مین اسکی طرف سے خوف کا پیدا ہونا - قمری کا گھر مین رکھنا مانع تاثیر سحر و چشم بد کا ہونا - ساہی کا کانٹا گھر مین ڈالنے سے لڑائی کا ہونا - خصوصًا احجار معدینہ کے تو بہت کچھ خواص و آثار نفس و روح پر واقع ہوتے ہین مثل یاقوت کے اسکی انگشتری قضایاے حاجات و رفع ضرر صاعقہ و غرق کے واسطے مفید ہے اور غم و اندوہ زائل کرتا ہے (از خواص الجواہر)

"سنگ خام" کو لکھا ہے کہ ایک ٹکڑا اسکا عاشق اور اوسکی مان کے نام سے لین اور دوسرا ٹکڑا معشوق اور اوسکی مان کے نام سے اور دونون ٹکڑون کو عاشق کو کھلا دین تو اوسے عشق بالخاصیت دفع ہوتا ہے - (از تلخیص ناصری)

"سنگ یشب" کو ہاتھ مین رکھنے سے انسان مخاوف سے محفوظ رہتا ہے (از خواص الجواہر)

(سنگ خطا طیفت) جو سرخ رنگ ہو اوسکو دافع غم لکھا ہے اور حریر مین باندہ کر پاس رکھنا موجب جاہ و حشمت لکھا ہے -

"سنگ سلوان" کو دافع مرض عشق لکھا ہے - غرضکہ اسیطرحسے ان اشیاء کا نفس و روح مین اثر طب قدیم مین بھی ثابت ہے - اور طب روحانی مین

بھی مثل شریعت اسلام و شریعت ہنود و شریعت یہود، مسمریزم، وجفر، ونجوم وغیرہ کے اور جسقدر شاخین طب روحانی کی ہین اون سب مین بخوبی ثابت ہے کہ ان اشیاء سے اثر نفس و روح پر بھی ہوتا ہے۔ اسمقام پر سے فقرہ ثرتہ پیچیری کے خواص احجار معدنیہ پر جیسے عقیق زرد اور حدید، اور فیروزہ وغیرہ کے جو خواص احادیث قدسیہ مین وارد ہین اور اونکا انکار ان آثار سے محض بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ اور آثار اشیائے موجودہ سے انکار کرنا یہ کام کسی محتاط اور ذیعلم کا نہین ہے بدون کسی دلیل صحیح کے پس اس مختصر بیان سے ہمارے بخوبی ثابت ہوگیا کہ محرمات الٰہی ضرور مضرت رسان ہین اگرچہ مضرت اونکی ہمکو محسوس نہ ہو کیونکہ جملہ مضرتون کو بھی ہم نہین جانتے نہ دقت ضرر سے ہم آگاہ ہین صدہا مرض ایسے ہین کہ جواب معلوم ہوتے جاتے ہین اور ابھی امراض کا معلوم ہونا محدود نہین ممکن ہے آیندہ اور امراض بھی تحقیق ہون۔

کیا آپ نہین دیکھتے کہ بعض زہرونکا اثر ایک عرصۂ دراز کے بعد محسوس ہوتا ہے اسی طب جدید مین ثابت ہوا ہے کہ اکثر خفیف مقدار کے زہر خون مین تہ نشین رہتے ہین جب دوران خون اتفاقاً زیادہ ہوتا ہے یکبارگی ایک عرصہ کے بعد وہ زہر جسم مین منتشر ہوکر ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اسیطرح سے ممکن ہے کہ محرمات الٰہی کی مضرت بعض اوقات فوراً معلوم ہوتی ہو اور بعض اوقات برسون کے بعد مشاہدہ ہوتی ہو اور آپ اوس مضرت کا کسی دوسری شے کو باعث سمجھتے ہون۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ محرمات الٰہی کے استعمال سے فوراً مضرت پہونچے لیکن اتفاقاً کسی مصلح اور تریاق کا استعمال یا محض آب و ہوا۔ یا محض طبیعت سے اوسکی اصلاح ہوجاتی ہو اور آپکو اوسکی مضرت محسوس نہ ہوتی ہو اکثر امراض موروثی بھی ہوتے ہین۔ اوسیطرح سے اکثر اشیاء کا ضرر اولاد مین ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص مین آخر مین مادہ آتشک پیدا ہوا دفعتاً وہ کسی مرض مین مبتلا ہوکر یا مرگ ناگہانی سے مرگیا اب ڈاکٹر صاحب کو

یہ نہین معلوم ہوا کہ فلان شخص مین مادہ آتشک بھی پیدا ہو چکا تھا لیکن اوسی
حالت مین جو بچہ پیدا ہوا وہ مرض آتشک لیکر پیدا ہوا اوسوقت معلوم
ہوگا کہ شاید اسکے باپ کو یہ مرض ہوا ہو۔ پس اسیطرح سے ممکن ہے کہ اثر اور
ضرر محرمات الہیہ کا اولاد مین ظاہر ہوتا ہو غرضکہ بہت سے اسباب عدم ظہور
ضرر کے ہین۔ اور بہت سے محرمات مین مضرت جسمانی و روحانی بدیہی
موجود ہے اور ہمکو بہ تجربہ معلوم ہوتی ہے جیسے "شراب" لیکن ہم کب پرہیز
کرتے ہین اور باوجود نقصان طبعی و اخلاقی کے برابر نوش جان ہوتی ہے
اسکا کیا علاج ہے۔

(۲) "لا شفاء فی الحرام" حدیث معتبرہ مین موجود ہے پس امام جعفر صادق ع
کا بوقت ضرورت دفع مرض وغیرہ کیواسطے حرام شئے کے استعمال کی اجازت
دینا بے ثمر ہوگی۔ اگرچہ اشیائے محرمہ مین نفع بدنی اور صحت امراض کلاو
ضما دا بداہتہ موجود ہے پھر "لا شفاء فی الحرام" غلط ہوگا۔

(جواب) برتقدیر صحت حدیث مذکور کوئی محل اعتراض نہین ہے۔ اسواسطیکہ
جسوقت مین حصر کردین اطبا صحت مریض کا اوس دوائے حرام مین تو پھر
استعمال اوسکا حرام ہی کب رہا۔ جو "لا شفاء فی الحرام" کی مخالفت سمجھی جاوے
بلکہ صحت و شفا اوسی چیز سے ہوئی کہ جو حلال ہو چکا ہے ہمیں اور بلا ضرور
استعمال شئے حرام سے مرض کو خفت یا زوال حاصل ہونا پس ایسی
شکل مین حکم قطعی اور یقینی اوسکے شافی ہونیکا دشوار ہے۔ اسلیے کہ
عادات جاریہ سے یہ امر ہے کہ باوجود شئے حرام کے مریض اغذیہ و اشربہ
مباحہ کا استعمال کرتا ہے پس ممکن ہے کہ کسی غذا یا شربت یا آب شیرین
یا نوم شب یا تبدل آب و ہوا وغیرہ نے اوس کو شفا دی ہو۔ اور اگر کسی
دوسری چیز کا اوسنے استعمال نہین کیا پس ہم کہہ سکتے ہین کہ طبیعت انسانی خود
مصلح اور باعث صحت ہے چنانچہ بعض مریض بدون کسی علاج کے اچھے
ہو جاتے بارہا ہر شخص نے دیکھے ہونگے۔ پس باوجود ان اسباب کے
کیونکر یقین کا دعوے ہو سکتا ہے کہ اس مریض کو خاص شئے حرام نے شفا دی ہے

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث مذکورہ مین لفظ شفا سے معنی مجازی مراد
لین۔ یعنی اصلاح قلب بدفع غم وہم جیساکہ خدا فرماتا ہے " ویشف
صدور قوم مومنین "۔ یا تصفیہ قلب بازالہ جہالت و ضلالت مراد ہو
جیساکہ آیہ کریمہ " وشفاء لما فی الصدور " مین ہے پس مطلب یہ ہوگا کہ
شئے حرام کے استعمال سے قلب کی اصلاح اور صفائی نہین ہوتی بلکہ قلب
سیاہ و مکدر ہو جاتا ہے۔
اب کوئی اعتراض باقی نرہا۔ اور استعمال خارجی شئے حرام کا ضماد و مرہم وغیرہ
مین یہ شرعاً جائز ہے اور اسکی وجہ سے اگر صحت و شفا ہو تو اس مین کیا
قباحت ہے۔ " لا شفاء فی الحرام " ہے نہ یہ کہ لا شفاء فی الحلال "
جبکہ شئے حرام کا طلا اور ضماد حلال ہے تو پھر حرام ہی کب ہوا جسمین تکو تردد ہے
اب کوئی تناقض حدیث مرویہ امام علیہ السلام مین باقی نرہا اور بعون اللہ
مطلوب ہمارا ثابت ہوگیا۔ والحمد للہ رب العالمین والصلواۃ والسلام
علی محمد و آلہ الطیبین ۔

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

سُنتے رہے ہین کہ فلسفہ جدید کی بنا پر علم کلام کی تدوین ضروری ہے جناب علامہ ہندی مدظلہ نے قوم کی فریاد کو سُنا اور اپنے ضعیف و نحیف جسم کو اپنے نادار و مفلس دست دپا کو۔ نہین بلکہ دل و دماغ اور تمام جسم کو اس ضرورت کے پورا کردینے کیواسطے وقف کردیا خانہ نشینی اختیار کی گھر کی چار دیواری مین بیٹھکر مصیبت و فقر و فاقہ مین بسر کردینے کا دلی عہد کر لیا اب بھی قدر نکرو اور ہاتھ نہ بٹاؤ تو سواے اد بار کے اور کیا کہا جاوے۔

اے قوم کے دستگیرو۔ اسلامی امیرون رئیسون فلسفۃ الاسلام عام اسلام کی تائید مین ہے ہر فرقہ ہر شعبہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے سب کو مل کر توجہ چاہیے تاکہ موجودہ جلدین فلسفۃ الاسلام کی شائع ہو جاوین اور بقیہ جلدین تصنیف ہو کر پبلک مین پیش ہو جاوین حمایت الاسلام جلد اول کی قیمت کو ہم ابھی فلسفۃ الاسلام کی اشاعت کیواسطے وقف کرتے ہین اور جو ہمارا صرف ہوا ہے اُس سے دست بردار ہوتے ہین۔ اب متمول حضرات کی ہمت کا اندازہ کرتے ہین۔ جلد اول حمایت الاسلام مع جلد دوم جناب مصنف علام مدظلہ کی خدمت مین ہم نے پیش کر دیے جملہ درخواستین جناب مصنف کے پتہ سے آنا چاہئین۔

مگر یہ خیال رہے کہ جلد اول کا خریدار ہر طرح سے جلد دوم کے مفت پانے کا مستحق ہے البتہ جو نسخہ باقی بچینگے وہ مفت واعظان و مدرسین کی درخواست پر نذر کیے جا دینگے۔ دو آنہ ٹکٹ آنے پر درخواستین آنی چاہئین والسلام علے من اتبع الھدےٰ۔

خادم الاسلام سید رضی عفی عنہ

کتاب ملنے کا پتہ

لکھنؤ۔ ڈیوڑھی آغا میر جناب آقا سید احمد صاحب مجتہد العصر معین العلماء علامہ ہندی آنریری سکرٹری انجمن یادگار علماء۔

انتخابات جرائد و صحائف

(حضرت علامہ کنتوری مدظلہ مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۲۹ھ) حامی دین مبین ایدہ اللہ۔ بعد سلام اور دعا کے آج حمایت الاسلام کے حصہ دوم کے طبع کا اشتہار انڈیا گزٹ مین پڑھا از بس مسرت ہوئی خدا کرے جلد شائع ہو اسوقت میرے ہمراہ حصہ اولین نہین ہے مگر اکثر مقامات کو پڑھکر از حد خوش ہو چکا ہون۔ ماشاء اللہ زمانہ کی رفتار سے آپ کو بخوبی آگہی ہے اور مین حمد خدا بجا لاتا ہون کہ میری زندگی مین آپ ایسا رموز شناس شریعت مجھ سے بہتر پیدا ہوا خدا ترقی علم و عمل و عمر عطا کرے۔ غلام حسنین کنتوری۔

(حضرت مولانا سید عباس حسین صاحب پروفیسر عربی محمڈن کالج علیگڈھ) کتاب حمایت الاسلام کا شکریہ ادا کرتا ہون مین نے اس کتاب کو دیکھا اور دیکھتا ہون بفضلہ زمانہ حال کے موافق پر از فواید پایا نتیجہ اجتہاد وہ جہاد ایسی ہی کتاب سے نکل سکتے ہین خداے تعالیٰ آپ کی ہمت مین برکت دے اور قوت جسمانی و روحانی مین تزاید فرمائے بمحمد و آلہ والسلام مع الاکرام پھر عرض کرتا ہون کہ اس حمایت الاسلام اور اس اعانت و رعایت و صیانت و حفاظت ایمان سے مین بیحد مسرور ہوا ایسی تحریرات سے نام آوری دارین ہے والسلام علیکم و علے المومنین لدیکم۔

حررہ الفانی الداعی لبقاکم عباس حسین۔

(حضرت مولانا محمد بہاء الدین عبد الباری فرنگی محلی لکھنوی) جناب کا رسالہ حمایت الاسلام ہدایت التیام اسم بامسمیٰ آئینہ ہدایت نما ہدیۃً موصول ہوا ذات بابرکات نے جس سلاست عبارت و حسن ادا کے ساتھ قوت استدلال پختگی خیالات کا ثبوت دیا ہے اُسپر بے ساختہ زبان سے مرحبا نکلتا ہے واقعی اس رسالہ سے افہام عوام افحام اللئام کی پوری توقع ہے قابل قدر یہ بات ہے افادہ عام جمیع فرق اسلام [illegible] کتاب سے ممکن ہے جس سے بے لوثی جناب کی ظاہر ہوتی ہے خداوند عالم بدرجات [illegible]

آمین بحرمت طٰہٰ ویٰس۔ فقیر محمد بہاالدین عبدالباری عفی عنہ

(**حضرت مولانا مولوی فرخی صاحب اُستاد ہزہائینس نواب صاحب رامپور بالقابہ**) عنایت نامہ

کی زیارت سے مشرف اور کتاب حمایت الاسلام کی زیارت سے مستفید ہوا خداے تعالیٰ آپ ایسے حامی دین

وفائدہ رسان خلائق کو سلامت رکھے۔ نیازمند فرخی عفی عنہ از رامپور ۱۹ ستمبر

(**حضرت مولانا سید علی الحائری اللاہوری مدظلہ**)۔ ملتمس میشود کہ کتاب مستطاب حمایت الاسلام

مفید عام از افادات جناب سامی رسید سرسری بعض مقامات آنرا دیدیم و بغایت پسندیدیم یزدان پاک بحرمت

صاحب لولاک صلعم وجود عالی را محفوظ دارد پیوستہ در اشاعت دین و نشر حقیقت موالی طاہرین خود علیہم السلام

موفق ومنصور باشید والسلام مورخہ ۱۷ اگست ۱۳۲۹ھ

خادم الشریعۃ المطہرہ علی الحائری۔

(**البیان جلد ۲ نمبر ۹ و ۱۰**) اس کتاب مین عقلی دلائل سے مذہب کی ضرورت پر ایک پرزور آرٹیکل لکھا

گیا ہے اور حتی الوسع مذہب کی فلاسفی اور عبادات کی عقلی خوبیان ثابت کرنے مین فوق العادۃ کوشش کی گئی ہے

غسل۔ وضو۔ نماز۔ وغیرہ کے نکات مین جس فلسفی طریق پر آجکل کے جدید طرز سے بحث کی گئی ہے اُسکی جدت آفرینی

ثابت کر رہی ہے کہ باخبر مصنف کو ضروریات زمانہ کے ساتھ فلسفہ جدیدہ مین بھی غیر معمولی دستگاہ حاصل ہے مسلمانوں کے

عام ادبار اور علماء کی خاص غفلت پر نظر کرتے ہوے بہت کم امید تھی کہ مسائل مذہبی پر بسیط ریویو کر کے

ہر مسئلہ کے حسن و قبح عقلی پر منصفانہ ریمارک کیے جائینگے لیکن خدا کا شکر ہے کہ جناب مولوی سید احمد صاحب

قبلہ مجتہد شیعہ کی قابل تعریف توجہ نے علماء کو اس بار الزام سے سبکدوش کرنے مین ایک حد تک ابتدائی کامیابی

حاصل کی ہے۔ کتاب بڑی مبسوط ہے ابتک ۲۰۷ صفحہ شایع ہو چکے ہین دو روپیہ پیشگی قیمت وصول ہونے پر

جسقدر اجزا چھپتے جا وینگے تصویر عالم پریس لکھنؤ سے خریدارون کو پہونچتے رہینگے۔ کتاب مین قابل لحاظ یہ

بات ہے کہ ہر چند ایک شیعی المذہب مجتہد العصر کی تصنیف ہے مگر تعصب کی آلائش سے بالکل پاک وصاف

کسی غیر مذہب سے تعرض نہین اُردو کی سلیس اور شستہ زبان مین جس تہذیب سے گفتگو کی گئی ہے اُسکا ٹھیک

اندازہ اُسوقت مل سکتا ہے جب پہلے بناء الاسلام پر نظر پڑ چکی ہو۔

(**ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور جلد ۵ نمبر ۵ ماہ مئی ۱۹۰۶ع**) حمایت الاسلام مین

بعض مقامات سے اُسکو پڑھا ہے اسکے مصنف سید احمد صاحب شیعہ مجتہد ہین مگر جسقدر حصہ کتاب کا چھپ چکا ہے

وہ بلا لحاظ فرقہ لکھا گیا ہے۔ اس حصہ مین مذہب کی ضرورت نماز و روزہ زکوٰۃ حج پر فلسفیانہ بحث ہے جن خیالات کا

اظہار کیا گیا ہے وہ واقعی معقول ہین۔

(**اصلاح نمبر ۴ جلد ۹ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ**) حمایت الاسلام ایک جدید کتاب جناب مولوی

سید احمد صاحب خلف الصدق شمس العلماء جناب سید ابراہیم صاحب اعلی اللہ مقامہ کی تصنیفات سے ہے

جسمین فاضل مصنف نے اصول و فروع دین مذہب شیعہ کے محاسن کو دلائل عقلی سے نہایت خوبی سے ثابت کیا ہے

اس قسم کی کتاب ہیکو زمانہ اسکو مانگ رہا ہے اور ایسی تحریرون کی نہایت ضرورت ہے۔ خدا کرے یہ کتاب

کامل ہو جاوے۔

(**عصر جدید جلد ۳ نمبر ۷ مورخہ جولائی ۱۹۰۶ع**) سب سے زیادہ قابل قدر وہ ناتمام کتاب ہے جو معین العلماء

مولانا سید احمد مجتہد العصر خلف سید محمد ابراہیم صاحب مجتہد العصر مرحوم نے بنام حمایت الاسلام شایع کی ہے۔

اسلام کے ہر حکم کی حکمت اور بزرگی اور اسلام کی فضیلت کو اسطرح بتایا گیا ہے کہ غیر مذاہب کو یا اسلام کے

کسی فرقہ کو اعتراض یا شکایت کا موقع نہین ملسکتا۔